بنسبت تامل کرتے ہین تو معلوم ہوتا ہی کہ اشتراط عدالت اہل سنت کی نزدیک اوسوقت
کی ساتھہ مخصوص ہی جبکہ اہل حل وعقد باختیار خود دانستہ کسی شخص کو امیر بناوین اور اگر یہہ صورت
نہو تو انعقاد امارت کے لیے اشتراط عدالت نہین ہے بلکہ وہ امارت فاجرہ ہی منعقد
ہو جاویگی اور انواع زکوۃ وعشر وخراج اوسکو ادا کرنے سے ادا ہو جائیگا اوسکی ساتھہ
ہو کر جہاد وجہاد کیا جائیگا اوسکی غنائم واموال فے وسبایا وغیرہ سب حلال ہونگی غرض
اس تقریر سے یہہ ثابت ہوا کہ یہہ روایات مذہب اہل حق کے درباب اشتراط عدالت
منافی نہین ہین اور نہ اہل حق کے نزدیک اشتراط عدالت بالعموم ہے بلکہ ضرورت اور لابدی
وقت ہین شرط عدالت ساقط ہو جاتے ہی اور امارت غیر عادلہ منعقد ہو جاتے ہی چنانچہ
اشتراط قرشیت کے بارہ مین یاد آتا ہے کہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم مین یہہ ہی
لکھا ہی پس حسب الحکم جناب مجیب جب ہم اس جواب کو جو ہمنی اشتراط عدالت کے بارہ مین
اہلسنت کی طرف سے دیا ہی حضرت مجیب کیطرف سے قبول کرتے ہین تو اوسکا حاصل
یہہ نکلتا ہی کہ ہماری فاضل مجیب بلکہ تمام شیعہ عصمت کے مسئلہ مین اس امر کے معتقد ہین
کہ اشتراط عصمت علی العموم ثابت نہین بلکہ اگر کوئی شخص منصوص خداوندی یا باختیار
اہل حل وعقد امام ہو تو وہ معصوم ہوگا اور اگر کوئی شخص بدون نص یا بیعت اختیاری اہل
حل وعقد مدعی ریاست ہوا اور دار الاسلام پر اپنا تسلط واستیلا کرے تو اوسکی امارت
باوجود عدم عصمت کے بھی منعقد ہو جائیگی اور باوجود عدم عصمت کے اوسکی امارت منعقد ہوکر
اوسکو نصب عمال وقضات واخذ جزیہ وخراج وصدقات وقسمت غنائم وغیرہ حلال ہوگی
اور ظاہر ہی کہ عصمت کے لیے ہی نص کی ضرورت ہی جب اشتراط عصمت مرتفع ہو گیا
تو نص بھی مرتفع ہوئی پس حسب ارشاد اپنی فاضل مجیب کے اشتراط عصمت مین اس
جواب کو ہمنی اونکی طرف سے نہایت شکر گذاری کے ساتھہ قبول کرلیا اور اگر اپنی اس
قول پر مستقیم رہینگے اور اس سے نہین پھرینگے تو مذہب تشیع سے پھر جائینگے اور اوسکو باطل اور غلط

تسلیم کر چکے اور فی الواقع وُہ مذہب اسی لائق تہا **قولہ** یہہ جواب تو الزامی تہا
اب بطور حل گوش توجہ سے سنئے یہہ کلام بلاغت نظام خوارج لئام کے مقابلہ مین رد آ
لقولہم کہ بارادہ باطل کہتے تہے لاحکم الا للہ صادر ہوا ہے کیونکہ نہج البلاغۃ مین اسکا
عنوان اسطرح مسطور ہے ومن کلام لہ علیہ السلام فی معنی الخوارج لما سمع
علیہ السلام قولہم لاحکم الا للہ فقال کلمۃ حق یراد بہا الباطل نعم لاحکم
الا للہ ولکن ہؤلاء یقولون لا امرۃ وانہ لابد للناس
من امیر بر او فاجر الخ جناب امیرؑ نے جب اوسکا یہہ قول لاحکم الا للہ سنا
تو فرمایا کہ یہہ کلمہ حق ہے مگر اس سے باطل مراد لی گئی ہے خوارج نے اسکی اصل معنے ہی نہین
سمجہی اور باطل معنے سمجہکر گمان کیا ہے کہ ہمکو رئیس کی متابعت درکار نہین اسکے جواب مین
فرمایا لابد للناس الخ غرض اس سے یہہ ہے کہ چونکہ انسان مدنی الطبع ہے اور بدون مشارکت بنی
نوع اسکے کام تمام نہین ہوتے اور مشارکت واجتماع بدون سیاست منجر بفساد وافساد ہوتا ہے اور
جانون مالون کی ہلاکت کا سبب ہوتا ہے پس انسان کی جبلی یہہ بات ہے کہ بدون رئیس و امیر کے خواہ
نیک ہو خواہ بد زندگی بسر نہین کر سکتا اور مطلق امارت سے انکار انکار بدیہی امر کا انکار ہے چنانچہ یہہ
ہی سبب تہا کہ باوجود اس انکار زبانی کے عبد اللہ بن وہب کو اپنا امیر کر لیا اور بدون امیر اونکا
کام منتظم نہوا چنانچہ ابن ابی الحدید نے لکہا ہے انہم کانوا فی بدو امرہم یقولون ویذہبون
الی انہ لاحاجۃ الی الامامۃ ثم رجعوا عن ذلک القول لما امروا
عبد اللہ وہب الراسبی انتہی **اقول** اب ہم اس حل کی بہی قلعی کہولی دیتے ہین ذرا گوش
توجہ سے سنئے کہ شیعہ کے نزدیک حسن و قبح عقلی ہین عقل جسکے حسن کی شہادت دے وُہ
حسن ہے اور جسکے قبح کی شہادت دے وُہ قبیح ہے چونکہ آپکو اسکا اعتراف ہے کہ شروع
رسالہ مین اہل حق پر حسن و قبح شرعی ہونے کی نسبت طعن فرمایا ہے تو اسلئے
حاجت نقل روایات و تصریحات طایفہ نہین ہے اب ہم مطلق امارت کو دیکہتے ہین تو بروئے عقل

نہایت ضروری معلوم ہوتی ہے اور چونکہ انسان مدنی الطبع ہی اسکی امور کا انتظام
واجتماع بدون مشارکت ابنای نوع کے ممکن نہین اور مشارکت واجتماع بوجہ اختلاف طبائع
منجر بفساد ہی تو سیاست لابدی ہی جو بدون امارت حاصل نہین ہو سکتی تو امارت
خواہ جائرہ ہو یا عادلہ انسان کے لیی لابد اور ضروری ہی اور واجب عقلاً اقسام حسن مین
داخل ہی بلکہ اقسام حسن مین سی اعلی قسم ہے کیونکہ اوسکی اقسام مین سے مندوب وغیرہ
بھی ہین پس جبکہ امارت مطلقہ خواہ عادلہ ہو یا فاجرہ حسن ہوئی اور حسن مین بھی اعلی درجہ کے
یعنی واجب ہوئی تو پھر خلاف حکم عقل کے حکم شرع سے وہ قبیح اور ناجائز اور حرام نہین
ہو سکتی اور نہ حکم شرع بمقابلہ حکم عقل کے جو بدیہی ہی حسب اصول قوم مسموع ہو سکتا ہی
ہان یہہ سہی چونکہ مرتبہ تشکیک کو بہت گنجایش ہے تو اوسکی اعتبار سے یہہ ممکن
ہی کہ فیما بین ہر دو قسم امارت یعنی عادلہ وفاجرہ کی تشکیک ہو اور امارت عادلہ امارت
فاجرہ سے اولی واحق ہو چنانچہ عقل اسکی استحسان کے بھی بالبداہت شہادت دیتی ہی
جسکا کسی عاقل کو انکار نہین اور اگر فاضل مجیب پادری کسی ہم مذہب کو یہہ شبہہ ہو کہ امام
برحق کے ہوتی امام جائر سے ضرورت اور اوسکا لابدی ہونا غیر مسلم ہے اور جب ضروری
نہوئی تو قبیح ہوئی تو اسکا جواب یہہ ہی کہ اول تو اس صورت مین یکہ عبارت خطبہ کے
لغو اور جہل ہو جائیگی کیونکہ ہم پوچھتی ہین امارت مطلقہ خواہ عادلہ یا فاجرہ ضروری ہی
یا غیر ضروری - اگر ضروری ہی تو مدعا حاصل اور اوسکی ضرورت سی انکار باطل اور اگر غیر ضروری
ہی تو خطبہ مین مطلق امارت برہ یا فاجرہ کو ضروری کہنا غلط اور کذب ہوا اور نیز اوسکی
ضرورت کا ابھی اعتراف کر چکی ہین اوسکی مناقض ہوگا دوسری یہہ کہ امام کے غیبت مین
علی الخصوص جبکہ غیبت کبری ہے حاصل ہو تو اوسوقت بداہۃ عباد امام برحق کی بیعت
کرنے مین عاجز ہین اور اوسکو کسی تدبیر وحیلہ سے حاصل نہین کر سکتی چنانچہ اس زمانہ
امن وہدنہ مین انکو ہو گیا مومنین سکنان دار الایمان ایران اسکی منتظر ہین اور امارت ایسی

لابدی ہی کہ بدون اوسکی مدت قلیل بہی گذارنا دشوار ہی تو اگر امارت فاجرہ کی ایسی وقت
مین بہی ضرورت نہوگی تو کس وقت ہوگی اور ثابت ہوگا کہ مطلق امارت و سیاست کی کچہہ
ضرورت نہین علاوہ ازین اگر بالفرض امام بہی موجود ہو لیکن کوئی شخص کسی حیلہ و تدبیر
سی لوگونکو اپنی طرف راجع کر لے اور امیر بن جاوے۔ اور مسند امارت پر ایسا استحکام پیدا کری
کہ اگر اوسکی عزل کا نام بہی لیا جاوے تو ہیجان فتن و ثوران حوادث و مفاسد کا یقین
ہون تو ایسی وقت مین کوئی سلیم العقل اوسکی ضروری ہونیکا انکار نہین کر سکتا تو جب امارت
مطلقہ عقلاً لابدی اور حسن ہوئی تو لامحالہ شرعاً بہی حسن ہوئی کیونکہ برخلاف حکم عقل
شرعاً قبیح نہین ہو سکتی اور جب عقلاً و شرعاً لابد اور حسن ہوئی تو کم از کم اتنا تو ضرور ہوگا
کہ ضرورت کی وقت مین منعقد ہو جاوے اور شرعاً و عقلاً اوسپر احکام امامت کی جاری
ہون اور جہاد و قسمت غنائم وغیرہ مین اوسکا حکم شرعاً نافذ ہو اور شرعاً اوسکی اطاعت
واجب ہو اور عموم اولی الامر مین شمار کیا جاوے چنانچہ مذہب اہل سنت کا بہی اس بارہ
مین یہہ ہے کہ ایسی امارتین ضرورۃً منعقد ہو جاتے ہین اور اونپر شرعاً احکام امارت جاری
ہوتی ہین اور اونکی اطاعت واجب ہوتے ہہی اور اگر خود ان ہی الفاظ مین جو نہج البلاغۃ
مین ہین تامل کیا جاوے تو مفہوم ہوتا ہی کہ جناب امیر نے اس کلام مین کا لابد للناس من
امیر بر او فاجر فرمایا مسلم او کافر نہین فرمایا حالانکہ انسانی ضرورت کسوٹی مین امارت مسلمہ
اور کافرہ دونو برابر ہین سب سیاست اوس سی حاصل ہوتے ہی کافرہ سی بہی حاصل ہوتی ہی
اور انتظام و اجتماع و دفع فساد و افساد جیسی اوس سے متصور ہی اس سی بہی متصور ہی باوجود
اسکی حضرت امیر نے کافرہ نہین فرمایا کیونکہ کافر کے امامت کسیطرح صحیح نہین ہے
ولن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلا ارشاد ہی اور مسلم کے امامت گو فاجر ہو
ضرورۃً منعقد ہو جاتی ہی اور یہہ ہی مذہب اہل سنت کا ہی جو موافق ارشاد جناب امیر کے
ہی بخلاف مذہب شیعہ کے کہ اونکی نزدیک کسی مومن کی امامت کیسا ہی متقی و پرہیزگار بلکہ

قرشی فاطمی حسنی حسینی ہو اوسکی امامت علاوہ ایمہ اثنا عشر کے ہرگز صحیح نہین اور کیسے
ہی ضرورت کے وقت مین ہو منعقد نہین ہو سکتی سوائے ایمہ اثنا عشر کے کوئی شخص
واجب الاطاعۃ نہین ہو سکتا اور نہ اوسکے ساتھہ ہو کر جہاد جایز ہے اور جو سبایا واموال
کفار کہ اوسکی جہاد سے حاصل ہون نہ وہ حلال ہین اسلئے حنفیہ وغیرہ وغیرہ کی
بابت علما شیعہ مبتلائے تشویش ہین بہرحال اس تقریر سے ثابت ہوا کہ یہہ مذہب
حضرت ع کے ارشاد کے سراسر منافی ومخالف ہے اور جناب امیر کے اس ارشاد سے
بطلان عصمت واضح طور پر ثابت ہے مگر اوسکے سمجھنے کے لئے بہی عقل بینا چاہیئے۔
وباللہ التوفیق **قولہ** بالجملہ اس قول سے جناب امیر ع کی غرض یہہ ہے کہ انسان
کو باعتبار اسکے مدنی الطبع ہونے کے امیر سے چارہ نہین نیک ہو یا فاجر اس سے یہہ قیاس
نہین کرسکتے کہ امام مصطلح شرعی جو نایب رسول سے مراد ہے وہ بہی فاجر ہوسکے پس
یہہ کلام بلاغت نظام جناب امیر تعیش انسان کے بیان مین ہے نہ حکم شریعت مین
اقول ہمارا مدعا بہی اسی غرض سے جو جناب امیر رضہ کی اس کلام سے ہی حاصل
ہے کیونکہ جب کوئی فرد افراد امامت مین سے ایسی ثابت ہوئی کہ جو باوجود عدم عصمت
کے بہی منعقد ہوئی تو آپ کا دعوے عصمت باطل ہوا اور ہمارا مدعا ثابت ہوا باقی رہا
خلیفہ راشد اور امام مصطلح کا فاجر نہونا سو اسکے ہم بہی معتقد ہین بیشک فاسق وفاجر خلیفہ
راشد نہوگا لیکن یہہ اسکو مستلزم نہین کہ معصوم ہو کیونکہ عصمت اور فسق وفجور کے درمیان مین
مراتب کثیرہ ہین اور نہ خلیفہ راشد کا فاجر نہونا اسکو مستلزم ہے کہ غیر راشد امام بامامت عامہ
نہوسکے ممکن ہے کہ علے سبیل التنزل ضرورۃً اوسکی امامت منعقد ہوجاوے اور اوس سے منافع دینی
ودنیوی حاصل ہون اور کچھہ نہو تو انتظام وسیاست وشوکت اسلام تو ضرور حاصل ہونگی غرض
انسان کو باعتبار مدنی الطبع ہونے کے جب امیر نیک یا فاجر سے چارہ نہین تو جناب امیر کا یہہ ارشاد
اگرچہ تعیش انسان کے بیان مین ہو لیکن تاہم مستلزم حکم تشریع کو ہوگا اور تشریع اس امر کی

جو برو ے عقل انسان کو لازم و متحتم ہے مخالف عقل ہو گی چنانچہ فی الواقع ایسا ہی ہے کہ
تشریع اسکے خلاف واقع نہین ہوئی بلکہ جا بجا روایات سے اسکی تائید و تقویت ثابت ہوتی
ہے اسوقت صرف ایک ہی روایت پر اکتفا کرتا ہون ابن بابویہ قمی نے خصال مین روایت
کی ہے عن[1] ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ثلثۃ ید خلھم اللہ الجنۃ بغیر حساب
و ثلثۃ ید خلھم النار بغیر حساب فاما الذین ید خلھم الجنۃ بغیر حساب
فامام عادل و تاجر صدوق و شیخ افنی عمرہ فی طاعۃ اللہ عز و جل واما
الثلاثۃ الذین ید خلھم اللہ النار بغیر حساب فامام جائر
و تاجر کذوب و شیخ زان اس روایت سے صاف واضح ہے کہ اسمین جزا و سزا کو عدل
و جور کے ساتھ جو بعد امامت کے فصل خصومات وغیرہ مین پیش آتے ہین منوط و مربوط فرمایا ہی
اور اصل بناء فساد یعنے انعقاد امامت جائرہ کی نسبت کچھہ نہین فرمایا اول واجب تھا کہ اوسکی
نسبت عدم انعقاد بیان فرماتے اور لوگون کو ہدایت کرتے کہ اوسکے نزع و خلع کرادین اور امام
جائر پر خروج کرین جب یہہ نہین فرمایا تو معلوم ہوا کہ امامت جائرہ جیسی کچھہ ہی ضرورۃً منعقد
تو ہو گئی اب اوسکے مفاسد سے جو آیندہ محتمل ہین کہ امام جائر سے صادر ہون اوسکو تخویف
و ترہیب ضروری ہوئی۔ علاوہ ازین یہہ جو حضرات شیعہ کی عادت ہے کہ جہان
کہین لفظ امام کا اپنے مذہب کے مخالف دیکھا اوسکے معنے لغوی لینے پر تیار ہو گئے
اس حدیث سے وہ بہی باطل ہو گیا اور ثابت ہوا کہ امام فاجر بہی بامامت عامہ نہ بامامۃ
خاصہ راشدہ لفظ امام اصطلاحی کا مصداق ہے۔ کیونکہ لفظ امام اپنے معنے اصطلاحی شرعی
مین حقیقۃ شرعیہ ہے اور عدول حقیقۃ سے تا وقتیکہ کوئی قرینہ صارفہ نہو جائز نہین قاعدہ مسلمہ ہے حتی الامکان

---

[1] امام ابو عبد اللہ رضہ سے مروی ہے فرمایا تین شخص ہین جنکو اللہ تعالے بلا حساب جنت مین داخل کریگا اور تین ہین جنکو دوزخ مین بلا حساب داخل کریگا جنکو جنت مین بلا حساب داخل کریگا وہ ایک امام عادل دوسرا سچا سوداگر تیسرا بڈہا جسنے اپنی عمر اللہ کی طاعت مین فنا کردی ہو اور جن تینونکو بلا حساب دوزخ مین داخل کریگا وہ امام ظالم اور جہوٹا سوداگر اور بڈہا زانی ہے۔

نصوص اپنی ظواہر ہی پر محمول ہوتے ہین۔ پس ظاہر ہے کہ اس جگہ بالمقابل دو لفظ امام
عادل اور امام جائر واقع ہین پس ان دونو لفظون سے یا ہر دو جگہ معنی لغوی مراد ہین اور یہہ
باطل ہے کیونکہ اول تو کوئی قرینہ نہین جو حقیقت شرعیہ سے صارف ہو علاوہ ازین جو سلاطین
و خلفا کہ عادل گذرے ہین جنکا اب تک عدل ضرب المثل ہے مثل کسریٰ نوشیروان و عمر
بن الخطاب رضی اللہ عنہ و عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ وہ سب برخلاف مزعوم امامیہ
اس وعدہ کی مستحق ہونگی اور اگر ایک جگہ معنی اصطلاحی اور دوسرے جگہ معنی لغوی مراد لیے جائین
تو یہہ بھی صحیح نہین کیونکہ وجود قرینہ جو صارف عن الحقیقت ہو غیر مسلم ہے علاوہ ازین تقابل
صحیح نہین ہوگا بلکہ خود تقابل قرینہ ہے اور اس امر پر دال ہے کہ جو معنی لفظ امام اول کے ہونگی
وہی ثانے کی ہونگی اور تقابل کے بطلان سے کلام درجہ فصاحت سے ہی نہین گریگا بلکہ مہمل
ہو جائیگا تو اب متعین ہوا کہ ہر دو جگہ معنی اصطلاحی ہی مراد ہین۔ چونکہ اور کوئی محتمل باقی
نہین اور ہمین ہر دو جگہ معنی اصطلاحی ہونے پر بوجہ انعقاد خلافت ائمہ جور کے جو جو صعوبت
وآفت مذہب شیع پر واقع ہوئی ہے محتاج بیان نہین چونکہ اس تحریر مین اطناب ہوتا جاتا ہے
اسلیے ہم اسکی شرح و بسط کو کسی دوسری وقت پر منحصر کرتے ہین۔ **قولہ** اور اگر
معاذ اللہ یہہ بات جائز ہوتی تو فرمائیے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے یزید کی بیعت
کیون نہ کی اور کیون شہید ہوئی بلکہ اصلی بات یہہ ہے کہ انسان کو حاکم سے چارہ نہین
امام معصوم کو جب رعایا برایا کی امورین تمکین نہ دین اور اس سے منازعت کرکے اوسکی
اصلی مقام کسے مدافعت کرین تو اس صورت مین حفظ نوع انسانی و حصول انتظام امور کے
لیے گو وہ کیسا ہی ہو امیر و حاکم سے گزیر نہین **اقول** کیون حضرت اور اگر معاذ اللہ
یہہ بات جائز نہوتی تو اول الائمہ و افضلہم کیون خلفاء ثلثہ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی
اور کیون اونسے مثل امام ثالث رضی اللہ عنہ کے مناقشہ کرکے ہنگامہ کارزار گرم کرتے
یہانتک کہ یا اپنے حق کو پہونچتے یا مثل جناب امام ثالث کے شربت شہادت چکھتے

اور نیز اگر معاذ اللہ یہہ بات جائز نہوتے تو کیون جناب امام ثانی رضی اللہ عنہ امیر معویہ کو
خلافت تسلیم کردیتی اور کیون اوس سی بیعت کرلیتی اور باوجود عدہ و عدہ کیون
جدال و قتال نہ کرگئے یا اپنی حق کو پاتے - یا درجہ شہادت پر پہونچتے اور مصداق
اس شعر کے ہوتے بیت ورنہ شاید بدوست رہ بردن + شرط عشقست در طلب مردن
ع حفظت شیئاً و غابت عنک اشیاء - افسوس کہ آپکو اب تک امام ثالث کا بہی
قصہ یاد رہا اور امام اول و ثانی کا فراموش ہوگیا یہی ہم ہی آپکو یاد دلادیا کا یہ نیک
مثل خبیر - علاوہ ازین جبکہ دلائل و بینات واضحہ سی اس بات کا ضرورۃ جائز ہونا
ہمنی حسب اصول امامیہ ثابت کردیا تو اب اسکی بہی جواب دہ اہل تشیع ہی ہونگی
معہذا حاصل اس دلیل کا جو ہماری فاضل مجیب نی عدم انعقاد بیعت امام جائر کی
نسبت بیان فرمائی ہے یہہ ہی کہ معاذ اللہ اگر امامت جائرہ منعقد ہوتے تو امام
حسین رضی اللہ عنہ ضرور بیعت فرماتے اور شہید نہوتے اور جب اونہون نی بیعت
نفرمائی اور یہانتک لڑے کہ شہید ہوگیے تو اس سی معلوم ہوا کہ امامت یزید جو امامت
جائرہ تہی صحیح نہوئی تو کوئی امامت جائر منعقد نہوگی بعدم الفصل فیہما - بندہ
عرض کرتا ہی کہ خود اس دلیل سی بالبداہت یہہ امر ثابت ہی کہ امامت مین جبتک منافشہ
کرنا امام معصوم کا دلیل اور قرینہ اوسکی بطلان اور عدم انعقاد کا ہی اسیطرح تسلیم
امامت اور منافشہ نکرنا دلیل اوسکی صحت کی ہے علی الخصوص ایسی حالت مین ترک
منافشہ کرنا کہ حالت عدم عجز اور خوف کی ہو - اب ہم ائمہ کی حالات کو در باب تسلیم
خلافت کی نظر تفصیلی سی دیکہتی ہین تو معلوم ہوتا ہی کہ جناب امیرؑ نے زمانہ خلفا ثلثہ
مین اونکی خلافتہ نکو تسلیم کیا اور یہہ تسلیم و انقیاد بسبب عجز و بیچارگی و خوف کے نہین تہا
بلکہ اسوجہ سے تہا کہ یہہ خلافتین مطابق رضاء خداوند تعالےٰ کی واقع تہین چنانچہ یہہ امر
آپکے اون بعض خطبون سی جو نہج البلاغۃ مین شریف رضی نی جمع کیی ہین بصراحۃ درج ہی

وہ خطبہ یہہ ہے ومن کلام لہ لما عزموا علی بیعۃ عثمان لقد علمتم انی احق بہا من غیری واللہ لاسلمن ما سلمت امور المسلمین ولم یکن فیہا جور الا علی خاصۃ التماسا لاجر ذلک وفضلہ وزھدا فیما تنافستموہ من زخرفہ وزبرجہ - انتہے - اس خطبہ سے مثل آفتاب روشن ہے کہ جناب امیر نے باوجود اپنے دعوے احقیت بالخلافہ کے جسکا مدار حسب مزعوم امامیہ وجود نص وعصمت وافضلیت پر ہے خلافت غیر اہل کو تسلیم فرمائی اور قسم خدائے پاک کی کہا کر فرمایا کہ مین جبتک مسلمانون کے کام درست رہینگے اور بجز میری ذات خاص کے کسی پر جور وظلم نہوگا اوسوقت تک خلافت کو تسلیم کرونگا اور اوسمین چون وچرا نہ کرونگا تو اس سے صاف جو آپ کا منشا ظاہر ہوتا ہے یہہ ہے کہ اگر مسلمانون کے اوپر اس خلافت مین جور ہوا اور اونکی حق تلفی ہوئی تو اوسوقت مناقشہ کرونگا اب دیکہا چاہیئے کہ جناب امیر کے اس ارشاد سے مذہب تشیع پر کیسی کچہ آفت وبلا نازل ہوئی کیونکہ ظاہر ہے کہ جناب میر نے اخیر زمانہ خلافت تک اوسمین مناقشہ اور منازعہ نہین فرمایا اور کچہ چون وچرا نہین کی اور پہلی دونون خلافتون مین حقیت کا بہی نام نہین لیا اور ہمیشہ سر تسلیم خم رکہا اور یہہ تسلیم کچہ عجز اور بیچارگی اور تقیہ کے وجہ سے نہ تہی کیونکہ اگر عجز اور بیچارگی کے وجہ سے ہوتی تو ما سلمت امور المسلمین ولم یکن الخ بالکل مہمل ہوجائیگا بلکہ یہہ سکوت وتسلیم حقیقہ خلافت کیوجہ سے تہا اور اس وجہ سے تہا کہ خدا اور رسول کیطرف سے حکم سکوت وتسلیم تہا چنانچہ فاضل بحرانی نے اپنی شرح مین دوسرے جگہ لکہا ہے وانہ کان معہودا علیہ ان لاینازع فی امر الخلافۃ پہر اگر

منجملہ آپ کی کلام کے جبکہ لوگون نے عثمان کی بعیت کا قصد کیا بیشک تم جانتے ہو کہ مین بہ نسبت دوسرے کسی شخص کے احق بالامامت ہون اللہ کی قسم مین تسلیم کرونگا جبتک مسلمانون کے امور سلامت رہینگے اور اوسمین بجز میری ذات خاص کے کسی پر ظلم نہوگا اوسکے اجر اور بزرگی کی طلب کیلئے اور جسکی زینت اور خوش آیندگی مین تمنے رغبت کی ہے اوسمین بے رغبتی کے سبب سے - ۱۲

ان خلافتون مین کسی پر جور ہوتا تو ضرور جناب امیر مناقشہ فرماتے کیونکہ آپنے فرمایا کہ اوسوقت
تک خلافت تسلیم ہی جب تک کسی پر جور نہو تو جناب امیر کی تسلیم و عدم مناقشہ کی وجہ
سے ثابت ہوا کہ یہہ خلافتین منعقد نہین بلکہ اس سے یہہ بہی ثابت ہوا جو کچہہ تودہ
تودہ روایات متضمن کمال ظلم و جور کے جو خلفاء رض کے ہاتہون اہلبیت رض پر یا صحابہ
مقبولین پر ہوئے بشہادت لجناب امیر کے کذب و زور و افترا و بہتان ہین چنانچہ
ہم شرح کبیر ابن میثم سے ملخصاً احداثات عثمان رض نقل کرتے ہین - واما الاحداثات
المنقولۃ عنہ فالمشہورۃ منہا عشرۃ الاولی تولیۃ امور المسلمین من لیس اہلا من
الفساق مراعاۃ للقرابۃ دون حرمۃ الاسلام کالولید بن عقبۃ وسعید بن العاص
وعبد اللہ بن السرح - الثانیۃ ردہ للحکم بن ابی العاص - الثالثۃ انہ کان
یوثر اہلہ بالاموال العظیمۃ الرابعۃ انہ حمی الحمی الخامسۃ انہ
اعطی من بیت مال الصدقۃ المقاتلۃ وغیرہا السادسۃ انہ ضرب عبد اللہ بن
مسعود السابعۃ انہ جمع الناس علی قراءۃ زید بن ثابت واحرق المصاحف الثامنۃ
اقدام علی عمار بن یاسر بالضرب التاسعۃ اقدامہ علی ابی ذر حتی نفاہ الی الربذۃ
العاشرۃ تعطیل الحد الواجب علی عبید اللہ بن عمر فانہ قتل الہرمزان مسلما انتہی اب
ان احداثات کو دیکہکر ہر شخص سمجہہ سکتا ہی کہ یہہ احداثات ظلم اور جور ہین بعض انکین
سے عموماً حقوق اہل اسلام پر جور و تعدی ہے اور بعض خاص کبار صحابہ پر لیکن حضرت امیر
کی ذات خاص کے متعلق انمین سے کوئی نہین ہی اگر فی الواقع انکا وقوع صحیح ہوتا تو
ضرور تہا کہ حضرت مناقشہ فرماتے اور جب آپنے تسلیم مین آخر تک چون و چرا

ا؎ اور بدعتین منقولہ دس ہے انمین مشہور دس ہین اول نالایقون فاسقون بسبب رعایت قرابت کی بدون حرمت اسلام
امور مسلمین پر متولی کرنا جیسا ولید بن عقبہ اور سعید بن العاص اور عبد اللہ بن سرح دوسری حکم بن ابی العاص کو لوٹا لینا تیسرے
اپنی لوگونکو اموال عظیمہ کیساتہ مخصوص کرتے تہے چوتہی انہی چیزونکو دیا پانچوین بیت المال سے مقاتلہ وغیرہ کو دیا چھٹی عبد اللہ بن مسعود کو مارا ساتوین لوگونکو زید بن ثابت کی
قرات پر اکٹہا کرکے باقی مصاحف کو جلا دیا آٹہوین عمار بن یاسر کو پٹوایا نوین ابوذر کو ربذہ کیطرف جلاوطن کردیا دسوین حد کو جو عبید اللہ بن عمر پر سبب

نہیں کی تو معلوم ہوا کہ یہہ احداثات محض اون جیسی حضرات کے محدثہ و مخترعہ ہیں جو لعون والاعون اگے ہیں اور جنکی مونہہ پر کشتی بیٹھا سب کیا تھا اور فی الواقع یہی کذبات کے پاداش ایسی ہی ہونے چاہیئے اور شارح ابن میثم نے اسجگہ کسیقدر انصاف کیا اور بعد بیان احداثات محدثہ یہہ لکہا وقد اجاب الناصرون لعثمان عن ہذہ الاحداثات باجوبۃ مستحسنۃ وہی مذکورۃ فی المطولات[1] اب یہم اصل مدعا کیطرف رجوع کرتے ہیں اور گذارش کرتے ہیں کہ ابن میثم بحوالے دوسرے خطبہ کے شرح میں جسکا عنوان یہہ ہے۔ ومن کلام لہ علیہ السلام لما اریدی علی البیعۃ بعد قتل عثمان دعونی والتمسو غیری الخ فرماتے ہیں قولہ[2] وان ترکتمونی فانا کاحدکم ولعلی اسمعکم واطوعکم لمن ولیتموہ امرکم ای کنت کاحدکم فی الطاعۃ لامیرکم بل لعلی اکون اطوعکم لہ ای بقوۃ علمی بوجوب طاعۃ الامام۔ خدا کے لیئے کوئی عاقل منصف ان نصوص صریحہ کو دیکھے کہ جناب امیر حسب تقریر و اعتراف ابن میثم کس وضاحت کے ساتھہ فرما رہے ہیں کہ مجھکو چھوڑ کر جسکو تم امام بناؤ میں بھی تم میں کا ایک ہون جیسی تمپر اسکی اطاعت واجب ہوگی ویسی ہی مجھپر بھی واجب ہوگی بلکہ امید ہے کہ میں بہ نسبت تمہاری زیادہ مطیع و فرمانبردار ہون کیونکہ جب امام واجب الاطاعت ہے تو میں ادای واجب میں زیادہ ساعی ہونگا ایلیے کہ اطاعت امام کے وجوب کا علم آپکو سب سے زیادہ تھا اب فرمایئے کہ اگر امامت منعقد ہی نہیں ہوئی تو وجوب اطاعت اور وہ بھی امام منصوص و معصوم مفترض الطاعت پر کیسا اور امام معصوم کی اطاعت میں مثل عوام کے ہونے کی کیا معنی بیان بہی فرما دیجیگا کہ حضرت نے تعیش[illegible] کا

---

[1] اور تحقیق ان بدعتونکی عثمان کے حامیون نے عمدہ عمدہ جواب دیئے ہیں جو بڑی بڑی کتابون میں مذکور ہیں ۱۲

[2] قولہ وان ترکتمونی الخ اور اگر تم مجھکو چھوڑ دوگے تو میں تم کا ایک جیسا ہون اور شاید میں زیادہ سننے والا اور اطاعت کرنے والا ہون جسکو تم اپنی امر کا متولی بناؤ یعنی میں تم میں کا ایک جیسا ہون تمہاری امیر کی فرمان بردار ہی میں بلکہ شاید میں اونکا تم سے زیادہ مطیع ہون یعنی اسسبب سے کہ آپکو امام کی اطاعت کی وجوب کا قوی علم ہے ۱۲

بیان کیا ہی مسئلہ شرعی سبحان اللہ فہم وانصاف ہماری فاضل مجیب پر بس ختم ہو چکا ہے جناب
امیر کے اس ارشاد نے ہر ستہ شرائط نفس و عصمت و افضلیت کا بہی بیخ و بن سے استیصال
کر دیا اور بصراحۃ ثابت کر دیا کہ اہل حل و عقد جسکو امام بناوین وہی امام ہے اور واجب الاطاعت
اور ظاہر ہے کہ حسب اصول امامیہ درمیان امامت بارہ اور امامت فاجرہ کے اور کوئی واسطہ
نہین ہی بلکہ جو امامت کہ غیر منصوص و معصوم کے واسطے ثابت ہوگی کا ئنا من کان وہ امامت
فاجرہ ہوگی کیونکہ امام معصوم کا حق انہین غصب ہوا ہی اور جناب امیر نے اپنی ارشاد مین
امارت اور امیر دونکو صرف دو قسمونمین محصور فرمایا ہی لابد للناس من امیر بر او فاجر اور ہر ایک
قسم کا حکم جدا ہی امارت بارہ راشدہ خلافت عادلہ ہوگی اور امارت فاجرہ امارت جائرہ ہوگی
اسیطرح امیر بار خلیفہ راشد و امام عادل ہوگا اور فاجر جائر ہوگا اس معاملہ مین بہی ہم
فاضل مجیب اپنے کو بہی حکم مقرر کرتے ہین وہ اس خطبہ ماتحن فیہ کی شرح مین فرماتے ہین
ومما یوید ذلک ان اکثر الخلق متفقون علی ان امراء بنی امیۃ کانوا فجارا عدا
رجلین او ثلثۃ کعثمان و عمر بن عبد العزیز اور جب یہہ فاجر نہین تو عادل اور انکی امامت
امامت بارہ ہوئی جو امارت راشدہ سے مراد ہی پس عصمت غیرہ شرائط بالکل باطل ہوئی
اگرچہ اس عرض مین کسیقدر طول ہو گیا ہی مگر اسقدر اور گذارش ہے کہ امامت مطلقہ کے
خواہ عادلہ ہو یا جائرہ آپ بہی اسکی اشد ضروری ہونے کے قائل ہین کہ دنیاوی مصالح
عباد کے اوسکی ساتھہ منوط و مربوط ہین بدون اوسکی انتظام ممکن نہین پہر اوسکی حالت
یہہ ہی کہ اگر اوسکی نزع و خلع کا نام بہی لیجاوی تو اوسمین ایسی ایسی نوائر فساد کا مشتعل
ہونا یقینی ہے کہ جسمین بحیثیت دین و دنیا کے ضرر و نقصان ہے اور دین کے حیثیت سے
بہی جب ہم نظر کرتے ہین تو اوسمین بہ نسبت ضرر کے فائدہ زیادہ ہے اگر نقصان ہے

۱؎ اور اوسمین سے جو اوسکی تائید کرتا ہے یہہ ہی کہ اکثر مخلوق اسپر متفق ہین کہ امراء بنی امیہ بجز دو یا تین
شخصونکے مثل عثمان اور عمر بن عبد العزیز کے فاجر تہی۔ ۱۲

تو خاص انکی ذوات کی واسطی ہے اور جبکہ ائمہ اور مجتہدین و علما احیاء مراسم دین و اجراء شعائر اسلام مین مشغول ہین تو انکی فسق و فجور سے اسلام مین ضرر کا اندیشہ نہین چنانچہ خود فاضل بحرانی اپنی شرح مین اسکی بہی شہادت دیتی ہین ومما یوید ذلك ان اکثر الخلق متفقون علی ان امراء بنی امیة کانوا فجارا عدا رجلین او ثلثة کعثمان و عمر بن عبد العزیز وکان الفئ یجمع بهم والبلاد تفتح فی ایامهم والثغور الاسلامیة محروسة والسبل امنة والقوی ماخوذا بالضعیف ولم یضرجورهم شیئا فی تلك الامور[1] پس جب فجار کے امامت مین یہہ امور مثل سد ثغور و بہار قناطر و جسور و تجہیز جیوش و فتح بلدان و قلاع و جمع غنائم و امن طرق و فصل خصومات علی الحق ہوتے ہین تو انکی فجور سے اسلام مین کوئی ضرر شدید نہ پہنچا تو انکی امامت کو وہ فاجر ہی سہی باعتبار دنیا کے تو حسب اعتراف فاضل مجیب لابدی ہے لیکن باعتبار دین کے بہی اوسکی منافع اوسکی مضار سے بہت زیادہ ہین تو ایسی ضرورت کی حالت مین جبکہ وہ لابدی ہوا اور اوس سے گزیر نہو بروی عقل ہرگز جائز نہین کہ اوسکو غیر منعقد کہا جاوے اور اوسکی ساتہہ جہاد کو ناجائز اور اوسکی فئے کو حرام اور اوسکی اطاعت کو جو امور موافق شرع مین ہو معصیت اور ناجائز قرار دیا جاوے بجانک ہذا بہتان عظیم تو جب بروی عقل اوسکا واجب ہونا ثابت ہوا تو حسب قاعدہ امامیہ اگر شرع سے اوسکی حرمت اور عدم جواز کا حکم صادر ہو تو لازم آوی کہ معاذ اللہ خدا تعالے نے قبیح کا حکم کیا اور ترک اصلح و لطف فرمایا کیونکہ اسوقت اصلح و لطف یہہ ہی تہا کہ اوسکی جواز و صحت انعقاد کا ضرورۃً حکم دیا جاتا تعالے شانہ عن ذلک علوا کبیرا پس اس تمام گفتگو سی ثابت ہوا کہ حضرت نے اس خطبہ مین حکم تعین ہی

[1] اور منجملہ انکی جو اسکی تائید کرتا ہے یہہ ہی کہ اکثر مخلوق اسپر متفق ہی کہ امراء بنی امیہ بجز دو تین شخصو نکی جیسی عثمان اور عمر بن عبد العزیز فاجر تہی اور انکی سبب اموال غنیمت جمع ہوتے تہی اور بلاد انکی ایام مین فتح ہوتی تہی اور اسلامی گہاٹی محفوظ تہی اور رستے مامون تہی اور قوی ضعیف کے حق کے عوض پکڑا جاتا تہا اور انکی جور نے اسمین کچہہ نقصان نہین پہنچایا تہا ۱۲ –

نہین فرمایا بلکہ حکم شرعی ہی بیان فرمایا ہی تو اوس سے ثابت ہوتا ہی کہ عصمت امامت کی لیے
شرط نہین معہذا جب ہم اِن ہی الفاظ مین تامل کرتے ہین اور قطع نظر دوسری قراین
و عبارات سی جو اوپر بیان کرائی ہین دیکھتی ہین تو بداہتہً سمجھہ مین آتا ہی کہ عصمت امامت کے
لیی شرط نہین کیونکہ جناب امیر نے منحصر فرمایا کہ یا امام نیک ہوگا یا امام فاجر ہوگا سلمنا
فاجر کے امامت ناجائز اور غیر منعقد سہی لیکن امامت بر و نیک کے تو ضرور جائز در اشد ہی کیونکہ
خلوان دونون سی جائز نہین اور ظاہر ہی کہ نیک کے واسطی یہہ ہی کچھہ لازم نہین ہے کہ وہ معصوم
ہی بلکہ تو مطلق بر کے امامت جائز و منعقد ہوئی جو معصوم و غیر معصوم کو شامل ہی تو اگر بالفرض
فاجر کے امامت صحیح نہو تا ہم ہمارا استدلال اِس عبارت سی بے غبار ہی اور اِس عبارت سی
بطلان عصمت کالشمس فی انصف النہار و الحمد اللہ علی ذلک اِس بحث کے تفصیل
مین ہمکو ابہی گنجایش ہی اور مضامین ذہن مین ہین لیکن خوف تطویل اجازت نہین
دیتی اگر موقع ہوا تو انشاء اللہ تعالیٰ کسی موقع پر عرض کرین گے یار باقی و صحبت باقی

قولہ جناب امیر علیہ السلام کے اِس قول کے مثال یہہ ہی کہ لابد للناس من قوت اور قوت
عام ہے حلال اور حرام سی اگرچہ شرع حرام کی اجازت نہین دیتی مگر انسان کو قوت لابدی ہی اگر وجہ
حلال سے حاصل کری شرع کی پابندی کے ہو اور اگر وجہ حرام سے ہو تو خلاف شرع ہے اسیطرح
امام شرعی کے عصمت وغیرہ شرائط بدلائل شرعیہ و عقلیہ ثابت ہین اگر ایسی امام کی اطاعت
کرین اور اسکو امام مانین تو شرع کی پابندی کی ہو ورنہ چونکہ حاکم سے چارہ نہین کسی نہ
کسیکو ضرور حاکم و امیر کرین گے جیساکہ خوارج لیام نے باوجود انکار زبانی آخر کو حاکم کیا

اقول اِس موقع پر ہماری فاضل مجیب نے مثال قوت کی تحریر فرمائی اور قوت کو تفسیر
علیہ قرار دیا یہہ بعینہ ہماری مدعا کی موید ہی اور فاضل مجیب اسکی نقل مین مصداق مثل مشہور
کالباحث عن حتفہ بظلفہ کے ہین تفصیل اِس اجمال کی یہہ ہی کہ امام مطلق کا لابدی
ہونا جناب امیر کی شہادت اور جناب مجیب کے اعتراف سی ثابت ہو چکا ہی کہ لوگونکی

واسطے امام لابد ہی نیک ہو اگر نیک میسر نہو سکے تو فاجر ہی ضرور ہے کیونکہ احد ہما سے گزیر
اور جب اسکا لابد ہونا ثابت ہوا لاچاری اور ضرورت کے وقت مین اوسکا انعقاد بطور
رخصت بلکہ حسب روایات امامیہ اوسکی صحت اور اوسکا جواز انعقاد بطور وجوب و عزیمت کے
ہوگا کیونکہ مقیس علیہ اسکا قوت ہے کہ لابد للناس من قوت من حلال کان او حرام پس اگر
انسان کو قوت حلال ہی میسر نہو اور مضطر ہو قوت حرام کی طرف تو بشہادت نص صریح
قرآنی جو چند جگہ کلام مجید مین ارشاد ہے تناول حرام اوسکی لیے مرخص ہوگا چنانچہ ارشاد ہے[1] فَمَنِ اضْطُرَّ
غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۔ فَمَنِ اضْطُرَّ[2] فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ
فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ بلکہ حسب تنصیص روایات شیعہ ایسی حالت مین اوسپر فرض ہے کہ حرام کو
قوت بنا دے اور اگر اوسنے حرام سمجھکر ترک کیا اور مرگیا تو کافر مرا کیونکہ حق تعالے نے جس چیز کو
اوسکے حق حلال فرما دیا تھا اوسکو اوسنے حرام سمجھا تفسیر صافی مین تحت تفسیر قولہ تعالی
فمن اضطر جو روایت لکھی ہے اوسی پر اکتفا کرتا ہون[3] فی الفقیہ عن الصادق فمن
اضطر الی المیتۃ والدم ولحم الخنزیر فلم یاکل شیئا من ذلک حتی یموت فھو
کافر اب ہم اسی حکم کو جو مقیس علیہ مین موجود ہے مقیس یعنی امامت مین جاری کرتے ہین تو یہ حاصل ہوا ہے[4]
وکذلک من اضطر الی الامارۃ الفاجرۃ فلم یقبلھا ولم ینقد لھا حتی مات
فھو کافر یعنی اگر کوئی شخص امارت فاجرہ کیطرف مضطر ہو اور اوسکو حرام سمجھکر اوسکا مطیع
و منقاد نہو اور نمانے یہانتک کہ مرجاوے تو وہ شخص کافر ہے کیونکہ جس چیز کو خداوند تعالے نے
اوسکے لیے حلال فرما دیا اوسکو اوسنے حرام سمجھا اور مقابلہ حکم خداوندی اپنی عقل کو دخل دیا تو مستحق کفر ہوا

---

[1] پہر جو شخص مضطر ہو نہ بے حکمی کرتا ہے نہ زیادتی تو اوسپر گناہ نہین ۱۲ [2] پہر جو شخص لاچار ہو بہوک مین نہ گناہ پر
ڈہلنے والا تو اللہ بخشنے والا ہے مہربان۔ [3] فقیہ مین امام صادق سے مروی ہے جو مردار اور خون اور خنزیر کے گوشت کیطرف
مضطر ہو اور ان مین سے کچھ نہ کہا دے یہانتک کہ وہ مرجاوے وہ کافر ہے ۱۲ [4] اسیطرح جو امامت فاجرہ کیطرف
مضطر ہو اور اوسکو قبول نکرے اور مطیع نہو یہانتک کہ وہ مرجاوے وہ کافر ہے ۔۱۲

تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ ضرورت و اضطرار کے وقت مین شریعت تناول قوت حرام کی
رخصت و اجازت دیتی ہی بلکہ فرض فرماتے ہین اور اوسکے تارک و منکر کو کافر کہتی ہی تو اوسنے
جب ایسی حالت مین قوت حرام سے کیا تو عین اتباع شرع کیا اور اگر حلال کے انتظار
و تلاش مین رہا اور اوسکو ترک کیا تو سراسر مخالفت شریعت کے اور کافر مرا اور ظاہر ہی کہ حکم
امامت بہ نسبت اکل کے آکد و اہم ہی تو امامت کی اضطرار کے صورت مین اوسکا انکار بالبداہت
منجر بکفر ہوگا پہر ہماری محبیب کا یہہ ارشاد کہ اگرچہ حرام سے ہو تو خلاف شرع ہی لحن فیہ
مین سراسر غلط ہی منشا اوسکا یہہ ہی کہ آپکو باینہمہ ادعای ہمہ دانی اپنی گہر کے ہی خبر
نہین ہے۔ الحمد للہ کہ جو مثال آپنے اپنی مدعا کے ثبوت مین پیش کی تہی وہ ہی
اوسکی مکذب اور خود جناب پر منقلب ہوگئی و الحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً —
قال الفاضل المحبیب قولہ۔ اگر شک ہو تو نہج البلاغۃ نکال کر دیکھہ لیجیے اور انصاف
سے فرمائیے کہ آپکا دعوی سچا ہی یا امیر المومنین رضو کا ارشاد سچا ہی۔ اقول۔ بے شک
یہہ نہج البلاغۃ مین ہی اور جناب امیر علیہ السلام کا یہہ ارشاد سراسر ارشاد عین صدق و محض
حق ہے مگر آپ اسکا مطلب نہین سمجھے اور گستاخی معاف کلمہ یراد بہا الباطل کا مضمون سمجھکر
صادق ہے یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی جب یہہ ارشاد جناب
امیر جو نہج البلاغۃ مین منقول ہے محض صدق اور عین حق ہے اور ہمنے بدلائل واضحہ ثابت
کر دیا کہ اسکا مطلب یہی وہی ہی جو ہم سمجھے اور جو کچہہ آپنے سمجہا تہا وہ غلط اور آپکی
اصول کے برخلاف تہا تو انصاف سے فرمائیے کہ کلمہ حق ارید بہا الباطل کس پر صادق آیا
اور اسکا مصداق کون ہوا چنانچہ اگر اس گذارش کو بروی عقل و انصاف ملاحظہ فرمائینگے
تو آپ کو بہی اسکی بخوبی تصدیق ہو جائیگی۔ **قولہ** اور چونکہ ہمارا دعوی جناب امیر و
رسول خدا و دیگر ائمہ ہدی علیہم السلام کے اقوال سے مقتبس ہی بیشک سچا ہی **اقول**
بیشک آپکا دعوی آپکی زعم مین اقوال جناب امیر و رسول خدا و ائمہ ہدی سے مقتبس اور سچا

ہوگا لیکن اس سے یہہ لازم نہیں آتا کہ فے الواقع آپکا اقتباس صحیح ہو بلکہ فی الحقیقت آپکا اقتباس غلط ہے چنانچہ ہم دلائل سے ثابت کر چکے اگر اسیطرح ہر ایک فرقہ کے دعوی اقتباس کو مطابق واقع سمجھا جاوی تو خوارج بہی کہتے ہین کہ ہمارا دعوی خدا و رسول خدا کے ارشادات سے مقتبس ہے بلکہ یہود و نصاری و مجوس وغیرہ تمام اہل ملل یہہ کہتے ہین کہ ہمارا دعوی خدا و رسل کے کلام سے مقتبس ہے پہر معلوم نہین کہ جناب کو اونکی تسلیم کرنے مین کیون انکار ہے پس جو جناب اپنی انکار کے وہان دلیل قائم کرین وہی دلیل یہان بہی سمجہہ لین۔ ہان جناب امیر صاحب آپنے شروع جواب مین یاد آتا ہی کہ ہمپر اعتراض فرمایا تہا کہ ہمنی اپنی خطبہ مین جو تقدیم آل کے صلوۃ و سلام مین اصحاب پر کی تہی تو آپنے فرمایا تہا کہ یہہ خلاف مذہب اہل سنت کے ہی کیونکہ باعتبار مذاہب اہلسنت کے تقدیم اصحاب کے آل پر ہونی چاہیی اور وجہ اوسکی یہہ ہی کہ آپکے نزدیک تقدم فی الذکر مستلزم تقدم فے الرتبۃ کو ہی پس اسجگہ جو آپنے رسول خدا پر جناب امیر کو مقدم فرمایا گیا آپکے نزدیک جناب امیر رسول خدا سے من حیث الرتبۃ افضل ہین جیسا کہ یہہ تقدم حسب زعم سامی مقتضی ہے اگرچہ آپکی بہت سی روایات سے مستنبط ہوتا ہی کہ جناب امیر جیسا تمام انبیا سے حسب اعتقاد شیعہ افضل ہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہی افضل ہین لیکن چونکہ زبانی طور پر خاص حضرت کی بسنبت اسکا انکار کیا ہے اور عبارت اس مضمون کے متعلق ہم پہلے نقل کر چکی ہین تو اسلیے دریافت کر لیا گیا

قولہ اور حاشا کہ ہمارا دعوی اور اس ارشاد مین کسی قسم کی مخالفت ہو مرود بجائی خود درست مین **اقول** یہہ صرف جناب کا زعم ہے ورنہ واقع مین جناب امیر کے ارشاد اور آپکی دعوی مین سراسر تناقض و تخالف ہی کیونکہ جناب امیر کا ارشاد ضرورۃ مطلق لنارت کی صحت کو مقتضی ہے اور آپکا دعوی اوسکی عدم صحت کو مقتضی پس حاشا وکلا کہ آپکی دعوی اور جناب امیر کے ارشاد مین باہم توافق ہو نقیضین کا

اجتماع باتفاق وحدات ثمانیہ محال ہے اور جناب امیر کے ارشاد مین تو کچھہ تردد نہین
ہی ہان آپکا دعوی باطل ہے کیونکہ اگر آپکا دعوی صحیح ہو تو جناب امیر کا ارشاد غلط ہوگا
پس ہردو بجای خود درست کسیطرح نہین ہوسکتے **قولہ** آپ عقل سے علم سے انصاف
سے کام لین **اقول** بحول اللہ وفضلہ ہمنی تو اپنے عقل وعلم وانصاف خداداد سے
کام لیا تہا مگر افسوس کہ آپنے اسپر عمل نفرمایا اور گستاخی معاف آیت اتامرون الناس
بالبر وتنسون انفسکم کا مضمون اسجگہ صادق آیا اور ہم اب بہی بشکر گذاری اسپر
عامل ہین اور جو کچھہ عرض کرتے ہین وہ اپنی علم وعقل وانصاف سے کام لیکر عرض کرتے ہین
اور دعا کرتے ہین کہ خداوند تعالے جناب کو بہی توفیق عطا فرماوی آمین اللہم آمین ربنا افتح
بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین قال الفاضل المجیب - قولہ - اسکے بعد فرماتے ہی
کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسکو خلیفہ مقرر فرمایا یا اس باب مین کیا ارشاد فرمایا اگر اس
کلام کے موافق ہے تو مرحبا بالوفاق اور اگر مخالف ہے تو کسکو حق کہیگا اور کسکو باطل کیونکہ
باب تاویل مسدود ہے - اقول کلام بلاغت نظام جناب امیر علیہ السلام کے معنی
اور اصلی مراد عرض ہوئی آپکا شبہ رفع ہوگیا اور اپنی دعوی شرائط ثلثہ کو انکی ہی علما
مستند کی کلام سے ثابت کردیا **یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی**
جناب امیر رضی اللہ عنہ کی کلام کے معنی اور اوس سے اصلی غرض جو کچھہ آپنے سمجھی ہے
وہ جناب کے مزعوم پر ہی منحصر ہی صحت اور واقعیت سے اوسکو کچھہ مساس بہی نہین اور اس
کلام سے معنی مذکورہ کو اصلی غرض سمجھنا قبیلہ توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ سے ہی اور شرائط
ثلثہ کا ابطلان تو ایسا جلی وبدیہی ہے کہ کسی عاقل پر مخفی نہین رہ سکتا علی الخصوص
جناب نے جسقدر ثبوت لکھا وہ تو نہایت ہی پوچ تہا بندہ نے جو کچھہ اوسپر گذارش
کیا ہی اگر اوسکو بنظر انصاف ملاحظہ فرمائینگی اور انصاف ملحوظ رکھینگے تو خود ہی بعون اللہ
اور اگر بعد ملاحظہ معروض بندہ پہر بہی دلمین شبہات خطور کرین تو ہم پہر بہی بتحریر اوسکی

حاضر ہین واللہ ہو الموفق **قولہ** آپ چاہتی ہین کہ جو ہم نے سوال مین دریافت کیا ہی وہ ہمسی ہی پوچھین اور اس سے غرض آپکی یہہ معلوم ہوتی ہے کہ اسیطرح بحث مین طوالت ہو اور آپ اعتراض و شبہات کرتے رہین اور اصل سوال کے جواب ہی سے بچ جائین **اقول** جب ہمنے جناب امیرؑ کی ارشادات مسلمہ سامی سے آپکی شرائط اور مسئلہ امامت کا ابطال کردیا تو وہ سوال جو آپ ہمسے کرتے تہی آپ پر ہی منقلب ہوا اور آپکو ہی اوسکا جواب دینا لازم ہوا پھر اگر ہمنے آپ سے دریافت کیا کہ حضرت نے کسکو خلیفہ مقرر فرمایا یا اس باب مین کیا ارشاد فرمایا تو آپ اس سے کیون گھبراتے ہین اور اگر آپ اعتراضات و شبہات سے ڈرتی ہین اور طوالت پسند نہین فرماتے تو قصہ مختصر یہی اور زبانی ہمسا سخن گفتگو کر لیجئے جلد فیصلہ ہوجائیگا اور جب ہمنے آپکی شرائط کا بطلان مثل آفتاب نیمروز روشن کردیا اور مسئلہ امامت مسلمہ سامی باطل ہوگیا تو ہمکو آپکے سوال کے جواب ہی کی کیا ضرورت رہی اور جواب دہی سے بچنے کی کیا حاجت اگرچہ ہمکو مناسب یہہ تہا کہ ہم آپکی سوال کا جواب اوسوقت لکہتے کہ جب آپ اپنی مسلمہ مسئلہ امامت کو اور اوسکی شرائط ثلثہ کو بدلائل ثابت فرماتے حالانکہ اسوقت تک جسقدر دلائل مثبت شرائط ثلثہ تحریر فرمائے ہین وہ دلائل اون شرائط کو آپکے اصول پر بہی ثابت نہین کرتے اور خصم کے اصول پر تو اوسکا ثبوت از قبیل محالات ہی لیکن ہم انشاء اللہ تعالے حسب فرمایش آپ باس خاطر سامی خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم کی خلافت کا ثبوت عقلی نقلی دلائل سے خدمت مین ابہی اتنا پیش کرینگی تاکہ آپکو بہی حسرت اعتراضات باقی نہ رہ جاوی فانتظروا ولا تکونوا من المستعجلین **قولہ** اگرچہ ہم اس سوال کا جواب بہی مفصل و مدلل دے سکتی ہین اور جب موقع آئیگا انشاء اللہ تعالے آپکو بخوبی معلوم ہوجائیگا اور اگر آپ کچہہ انصاف و غور کرینگے تو سمجہہ جائینگی کہ ہمارا یہہ دعوی زبانی ہی نہین ہے یہہ جواب جو لکہا گیا ہے نمونہ ہی مگر اسوقت صرف خیال مذکورہ بالا سے اسکا جواب عرض کرنا مصلحت نہین جانتی **اقول** جسقدر جناب نے

تحریر فرمایا ہی وہ بے شبہ نمونہ ہی جس سے بخوبی آپکے مناظرہ دانی اور پایہ علم معلوم ہو سکتی
ہین یہہ ہی وجہ ہوئی کہ جب اس ہیچمدان نے آپکی علم و فہم کا اندازہ کر لیا تو آپکے جواب
کی لیے یکبار ہی اپنا قلم اٹھا لیا اور تمام دلائل کو فجعلنا ها حصیداً کان لم تغن بالامس کا مصداق
کر دیا بلکہ نہ اس تحریر کو قابل جواب اور نہ جناب سامی کو اس حیثیت سے لائق خطاب سمجھا جا سکتا ہی
یہہ ہی وجہ تھی کہ آپکے تحریر کا دوسری حضرات نے جواب تحریر نفرمایا جس سے دماغ سامی مین
یہہ سمایا کہ ہمچو من دیگری نیست اگر وہ حضرات پہلو تہی نفرماتے تو جناب کو یہہ حوصلہ
کبھی نہوتا پس مینی جہانتک انصاف سے دیکھا اور غور کیا مجکو تو یہہ معلوم ہوتا ہی کہ آپ
اپنی ضروریات دین اور اصول مذہب کو بھی ثابت نہین کر سکتی تو آپکا یہہ دعوی محض
زبانی اور تقلیدی ہے جسقدر مواقع آئی کہ جسمین آپنے بہت کچھہ زور لگایا جب اون مین
ہی آپ سے کچھہ نہو سکا تو اور کونسا موقع ہے کہ جسمین آپ کچھہ کر کے دکھلاوینگے آپ
کسی مصلحت سے اور کسی خیال سے جواب مین تعلل کیجی اور جان بچائی لیکن جب کبھی
آپ کچھہ فرماوینگے انشاء اللہ تعالی ایسی شکنجہ الجاث مین کھنچی جاوینگے کہ راہ فرار تنگ ہوگی
الا ان حزب اللہ ہم المفلحون والا جندنا لہم الغالبون۔ **قولہ** آپکے ارشاد
کی ہمنی تعمیل کر دی اب آپ براہ مہربانی ہماری بھی عرض قبول فرماوین **اقول**
آپنے تو کیا ہماری گذارش قبول فرمائی اور کیا قبول فرما سکتی تھی لیکن ہم آپکے حکم کی
تعمیل کرتے ہین اور خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم کو بدلائل تحقیقیہ و الزامیہ عقلیہ
و نقلیہ ثابت کرتے ہین ذرا تھوڑی دیر کے لیے انصاف دوست ہو کر سنین اور یہہ بھی
اختیار ہی کہ چاہی دشمن انصاف ہو کر پھر منیر کے نور پر خاک افشانی کرین جب ہمنی
آپکی نمونہ سے آپکی ذخیرہ علم و فہم کا بخوبی اندازہ کر لیا ہی تو ہماری نظر مین آپکی اعتراضات
بلحاظ حیثیت و باب بھی زیادہ وقعت نہین رکھتی فشمہ فی بلاش ها اجلست علیها رحلات و خیلات
آپ بیشک دل کھولکر اعتراضات قدیم و جدید و ضعیف و قلیہ جسقدر رکھتی ہون فرماوین

واضح ہو کہ اس رسالہ مین جسقدر دلایل کہ ہم مواقع مختلفہ مین لکہہ آئی ہین اونمین بہت دلائل
ایسی ہین جو خلافت خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم کو واضح طور پر ثابت کرتے ہین
چنانچہ بعض جگہ ہمنی اسطرف اشارہ بہی کر دیا ہی لیکن چونکہ ہمارہی فاضل مجیب کے فرمائش
یہہ معلوم ہوتے ہی کہ بحث اثبات خلافت جداگانہ مستقل طور پر ہو اسلیے ہم حسب
ارشاد سامی اس بحث کی مستقل طور پر لکھنے کے لیے آمادہ ہوتے ہین پس سنیے کہ ہم اول
معاملات فیمابین جناب امیر خلفاء ثلثہ کو دیکہتے ہین اور سوچتے ہین تو اول مرحلہ آپکے
باہمی محبت و عداوت کا ہی اہلسنت کہتے ہین کہ یہہ حضرات باہم یکجان و دل و شیر و شکر
تہی نہایت محبت و الفت تہے اور تواضع و تعظیم رکہتے تہے اور ہر ایک ایک کے فضائل
و محامد بیان فرماتے تہی ہر ایک دوسری کا خیر خواہ دلی تہا ۔ اور اگر بمقتضای بشریت
کبہی کسی معاملہ مین و بعض اوقات شکر رنجی ہو جاتی تہی تو وہ زائل ہو جاتی تہی اور اوسکو قلوب مین
ہرگز قرار نہو تا تہا اور کبہی اختلاف بحسب جوش حقانیت اختلاف جتہادی ناشی ہوتا تہا جو اونکی مراتب عالیہ کو کم
نکرتا تہا ۔ حضرات شیعہ فرماتے ہین کہ جناب امیر کے ساتہہ اونکو کمال عداوت تہی بلکہ
تمام اہلبیت نبوت کی ساتہہ یہی حال تہا آپکا حق منصوص خلافت غصب کیا اور کوئی
دقیقہ تکلیف رسانی اور تذلیل کا اوٹہا نہین رکہا یہانتک کہ قتل کا بہی قصد کیا تو لا محالہ جناب امیر
کو بہی اونسی ویسی ہی بغض و عداوت تہی لیکن جناب امیر مظلوم و مخذول بے یار و انصار تہی
اسلیے ہمیشہ تقیہ کے پردہ مین اونکی ساتہہ خلا و ملا رکہتے تہے تقیہ کے طور پر کبہی کبہی
اونکی تعریفین بہی فرماتی تہی اور خلفاء ثلثہ بہی زمانہ سازی کے طور پر اونکو اپنی شامل رکہتی تہی
اور ظاہری مدارات و تواضع و تعظیم سے دریغ نہین کرتے تہی ۔ لیکن جب ہم کتاب اللہ
کو دیکہتے ہین اور روایات و واقعات مین تامل کرتے ہین تو دعوی اہل سنت کا حق اور دعوی
شیعہ کا باطل پاتے ہین ۔ اما آیات پس اولاً خداوند علام الغیوب صحابہ کو خیر امت
ارشاد فرماتا ہی اور ظاہر ہی کہ اوسکے مخاطب وہی صحابہ ہین جنکو حضرات شیعہ کرام

سمجھتے ہین بلکہ خطاب تمام صحابہ موجودین وقت نزول آیت کو عام ہی پس اگر یہہ امور ناشایستہ اونسے فرضاً صادر ہون جنکی صدور کا حضرات شیعہ دعوی فرماتی ہین تو صحابہ خیر است نبوت بلکہ شرمت امت ہونگی کہ باوجود صدہا معجزی دیکھنی کے اور سالہا سال فیض صحبت نبوی اوٹھانیکی و مرتکب ایسی اعمال شنیعہ کے ہوئی - ثانیاً موقع مدح و امتنان مین ارشاد فرمایا ہی هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ اگرچہ بحیثیت نزول یہہ آیت مخصوص بانصار ہو لیکن حسب قاعدہ العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب تمام صحابہ کو عام ہے اور کمال مدح و امتنان کو بھی زیادہ مناسب اور چسپان یہہ ہی ہے علاوہ ازین عقل سلیم کب یقین کرتی ہی کہ خداوند تعالے انصار کے تو کینہ دیرینہ کو رسول کے اعانت کے واسطی نکال دی اور قریش مین جو باہم اسقدر محارب نہ تھی وصی کے مخذول کرنے کے واسطے بغض و عداوت کے آگ بھڑکادے سبحانک ہذا بہتان عظیم تو جب خدا نے باہم اونکی دلونمین الفت ڈالدی تو اب یہہ کہنا کہ ثارات اور ضغائن جاہلیہ سے اونکی دلونمین کاسن تھی جو وقت غصب خلافت بروی کار آئی سراسر خداوند تعالے کو جھٹلانا ہی اور شیخ علامہ کمال الدین ابن میثم بحرانی شرح نہج البلاغة مین بیعت سقیفہ کی بارہ مین جو یہہ لکھا ہی فقام بشر بن سعد الخزرجی وکان یحسد سعد بن عبادة ان یصل الیہ هذا الامر البتہ قابل لحاظ اہل دین ہے نیز حق تعالے شانہ سورہ حجرات مین فرماتا ہے إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا - اس آیت شریفہ مین

لہ اوسی نے تجھکو زور دیا اپنی مدد کا اور مسلمانون کا اور اونکی دلونمین الفت ڈالدی اگر تو خرچ کرتا جو کچھہ ساری دنیا مین ہے نہ ڈال سکتا الفت دیکھتا اونکی دلونمین لیکن اللہ نے الفت ڈالی اونمین ۱۲ لہ لفظ کو عموم کا ہی اعتبار ہی نہ سبب کے خاص ہونیکا ۱۲ لہ بشیر بن سعد اوٹھا اور وہ سعد بن عبادہ کا حسد کیا کرتا تھا کہ مبادا کہین اوسکی طرف امارت پہنچ جاوے ۱۲ لہ جب رکہی منکرون نے اپنی دلمین ضد نادانی کی ضد پھر اوتارا اللہ نے اپنی طرف کا چین اپنی رسول اور مسلمانون پر اور لگا رکھا ادب کی بات پر اور وہی تھی اوسکی لایق اور اوسی لائق اور ہی اللہ ہر چیز سے خبردار ۱۲

خداوندتعالے نے مدح صحابہ اسطرح فرمائی کہ جب کفار نے حمیت جاہلیۃ اختیار کی تو اللہ نے رسول پر اور مومنین پر تسلی نازل فرمائی اور کلمۂ تقوی اونکو لازم کردیا اور وہ اوسکی ساتھہ احق اور اوسکی اہل تھی اور خدا ہر چیز کو جانتا ہے پس غیر ممکن ہی کہ جب وہ ایسی اوصاف کے ساتھہ ممدوح تھی تو اونمین حمیۃ جاہلیۃ موجود ہو۔ غایۃ کوشش حضرات شیعہ کی ان نصوص مین یہہ ہی کہ یہہ کہین کہ عمومات ان نصوص کے مخصوص بائمہ ہین یا در بعض مقبولین صحابہ لیکن چونکہ ایسی احتمالات جو ناشی عن غیر دلیل ہر ایک نص مین پیدا ہو سکتی ہین اور خوارج بھی بمقابلہ بہہ بہی احتمال پیدا کر سکتی ہین اور خود نصوص کے عمومات انکو رد کرتے ہین لہذا ہمکو اونکی ابطال کیطرف توجہ کرنے کی کچھہ ضرورت نہین۔ اما روایات پس اولا شیخ ابن بابویہ قمی ملقب بصدوق خصال مین روایت کرتے ہین[۱] حدثنا ابی و محمد بن الحسن بن احمد بن الولید بن محمد بن یحیی العطار رضی اللہ عنہم قالوا حدثنا سعد بن عبد اللہ عن محمد بن الحسن بن الخطاب عن الحسن بن علی بن فضال عن علی بن عقبۃ عن الحرب بن المغیرۃ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال جاء ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالے عنہم الی امیر المؤمنین علیہ السلام حین دفن فاطمۃ علیہا السلام فی حدیث طویل قال لہما فیہ اما ما ذکرتما انی لم اشہدہ کما امر رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ و سلم فانہ قال لا یری لی عورتی غیرک الا ذہب بصرہ فلم اکن لا وذی بکا بہ انتہی بقدر الحاجۃ اس حدیث کو دیکھیے اور آخر جملہ کو ملاحظہ فرمائیے اوس سے کسقدر محبت شیخین کے ساتھہ مترشح ہوتے ہی اور کیسی الفت ٹپکتی ہی جناب امیر کو یہہ گوارا نہوا کہ اونکی بینائی جاتی رہے

[۱] ابن بابویہ نے بسند خود امام ابو عبد اللہ ؑ سے روایت کی ہی فرمایا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم امیر المومنین رضؓ کی پاس آئی جبکہ فاطمہ رضؓ کو دفن کیا۔ طویل حدیث مین۔ اوسمین جناب نے اون دونوسی فرمایا تمنی جو یہہ ذکر کیا کہ مینی تمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین مین نہ بلایا سو اسکی وجہ یہہ ہی کہ حضرت نے فرمایا کہ میری بدن پنہانی کو بجز تیری کوئی نہ دیکھی گا مگر یہہ کہ اوسکی بینائی جاتی رہیگی پس مین نہین چاہتا کہ تمکو اسکی ایذا پہونچاؤن ۱۲

اگر باہم عداوت ہوتے اور شیخین نے حق خلافت غصب کیا ہوتا تو اس سے بہتر کوئی موقع عداوت نکالنے کا اور اپنے حق کے لینے کا نہیں تھا شیخین کو حضرت کے تجہیز وغسل میں اپنی خواہش کے موافق شریک کرلیتے اور جب وہ نابینا ہوجاتے تو اوسوقت اپنا حق بسہولت حاصل کرلیتے نہ لشکر کشی کی نوبت آتی نہ جدال و قتال کا ہنگامہ ہوتا بلکہ کسی حیلہ و تدبیر کی بھی ضرورت نہ پڑتی وہی حضرت عباس جو اول بیعت کے لیے آمادہ ہوئے تھے اب بھی وہی بیعت کرلیتے اور وہ بارہ آدمی جنہوں نے فرمایا تھا کہ ابوبکر کو منبر سے اوتار دینا چاہیے اور خلافت سوای جناب امیر کے اور کسیکا حق نہیں چنانچہ مطابق روایت صدوق کے سب بر ملا جاکر امر خلافت میں ابوبکر سے جھگڑے اور برا بھلا کہا اوسوقت سب موجود تھے جب تراحم سے میدان صاف دیکھتے پھر کسیکو سوای جناب امیر کے کیون مقدم ہونے دیتے اگرچہ روایت طویل ہے تاہم اوسکی نقل خالی از فائدہ نہیں ہے اسلیے ہم اصل روایت خصال سے نقل کرتے ہیں الذین انکروا علی ابی بکر جلوسہ فی الخلافۃ اثنا عشر عن زید بن وھب قال کان انکروا علی ابی بکر جلوسہ فی الخلافۃ وتقدمہ علی علی بن ابیطالب علیہ السلام اثنا عشر رجلا من المہاجرین والانصار کان من المہاجرین خالد بن سعید بن العاص والمقداد بن الاسود وابی بن کعب وعمار بن یاسر وابوذر الغفاری وسلمان الفارسی وعبداللہ بن مسعود وبریدۃ الاسلمی وکان من الانصار خزیمۃ بن ثابت ذوالشہادتین وسہل بن حنیف وابو ایوب الانصاری وابوالہیثم

۱؎ زید بن وہب سے روایت ہے کہتے ہیں کہ جن لوگون نے ابوبکر پر مسند خلافت پہ بیٹھنے اور علی بن ابیطالب پر سبقت کرنے کے باب میں انکار کیا تھا بارہ آدمی مہاجرین و انصار سے تھے (مہاجرین میں سے خالد بن سعید بن العاص مقداد بن اسود - ابی بن کعب - عمار بن یاسر - ابوذر غفاری - سلمان فارسی - عبداللہ بن مسعود - بریدہ اسلمی تھے اور انصار میں سے خزیمۃ بن ثابت ذوالشہادتین - سہل بن حنیف - ابوایوب انصاری - ابوالہیثم ۱۲ -

ابن التیهان وغیرهم فلما صعد المنبر تشاوروا بینهم فی امره فقال هلا ناتیه
فننزله عن منبر رسول الله صلی الله علیه واله قال آخرون ان فعلتم ذلک اعنتم
علی انفسکم فقال الله عز وجل ولا تلقوا بایدیکم الی التهلکة ولکن
امضوا بنا الی علی بن ابی طالب علیه السلام نستشیره و نستطلع امره فاتوا
علیا علیه السلام فقالوا یا امیر المومنین ضیعت نفسک وترکت حقا انت اولی به
وقد اردنا ان نأتی الرجل فننزله عن منبر رسول الله صلی الله علیه واله فان الحق
حقک وانت اولی بالامر منه فکرهنا ان ننزله دون مشاورتک فقال لهم
علی علیه السلام لو فعلتم ذلک ما کنتم الا حربا لهم ولا کنتم الا کالکحل
فی العین وکالملح فی الزاد وقد اتفقت علیه الامة التارکة
لقول نبیها والکاذبة علی ربها عز وجل ولقد شاورت فی ذلک اهل بیتی
فابوا الا السکوت لما یعلمون من وغر صدور القوم وبغضهم لله عز وجل
ولاهل بیت نبیه علیهم السلام یطلبون بثارات الجاهلیة والله لو فعلتم
ذلک لشهروا سیوفهم مستعدین للحرب والقتال کما فعلوا ذلک حتی قهرونی

له بن تیہان وغیرہ تھے۔ جب ابوبکر منبر پر چڑھی اونہون نے باہم اوسکی معاملہ مین مشورہ کیا بعضون نے کہا
کہ ہم کیون نہ آکر اوسکو حضرت کے منبر سے اوتار دین۔ دوسرون نے کہا کہ اگر تم ایسا کروگے تو تم اونکی اپنی جانون پر
اعانت کروگی اور اللہ تعالے نے فرمایا ہی اپنی ہاتہون کو ہلاکی مین نہ ڈالو لیکن چلو علی بن ابیطالب سی مشورہ کرین اور اسکا
امر دریافت کرین علیؑ کے پاس آئی اور کہنی لگی ای امیر المومنین تو نے اپنی نفس کو ضایع کردیا اور تو نے اپنی اوس حق کو جسکا
تو زیادہ مستحق تہا چہوڑ دیا اور ہم چاہتی ہین کہ اس شخص کے پاس جاکر اوسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر سی اوتار دین
کیونکہ یہ حق تیرا حق ہی اور تو اسکا زیادہ مستحق ہے بہ نسبت اوسکی اور ہمنی نا پسند سمجھا کہ اوسکو بدون تیری مشورے کے اوتار دین
علی علیہ السلام نے فرمایا اگر تم ایسا کروگی تو تم اونکی بجز لڑائی کے اور کچھہ نہوگی اور تم ایسی ہوگی جیسا آنکہہ مین سرمہ اور کہانی مین نمک
اور بتحقیق امت اپنی نبی کے قول کو چہوڑنیوالی اور اپنی پروردگار پر جہوٹ بولنیوالی اوسپر متفق ہوگیی اور اس باب مین میں اپنی اہل بیت سے
مشورہ کیا تو بجز سکوت کی کچہہ نہ مانا کیونکہ قوم کے دلونکی کینون اور اللہ تعالے اور اہل بیت نبی کے ساتہہ دشمنی کو جانتی ہتی کہ جاہلیت
کی عداوتین نکالینگی خدا کی قسم اگر تم ایسا کروگی تو وہ لڑائی کے واسطی مستعد ہوکر تلوارین کہینچ لینگی چنانچہ اونہون نے ایسا کیا یہانتک کہ مجہکو مقہور

وغلبوني على نفسي ولببوني وقالوا لي بايع والا قتلناك فلم اجد حيلة الا ان
ادفع القوم عن نفسي وذلك اني ذكرت قول رسول الله صلى الله عليه واله يا علي
ان القوم نقضوا امرك واستبدوا بها دونك وعصوني فيك فعليك بالصبر
حتى ينزل الله الامر الا وانهم سيغدرون بك لا محالة فلا تجعل لهم
سبيلا الى اذلالك وسفك دمك فان الامة ستغدر بك بعدي
كذلك اخبرني جبريل عليه السلام عن ربي تبارك وتعالى ولكن ايتوا الرجل
فاخبروه بما سمعتم من نبيكم عليه السلام ولا تدعوه في الشبهة في امره ليكون
ذلك اعظم للحجة عليه وابلغ في عقوبته اذا اتى ربه وقد عصى نبيه وخالف
امره قال فانطلقوا حتى حفوا بمنبر رسول الله صلى الله عليه واله يوم الجمعة فقال
المهاجرون والانصار ان الله عز وجل بدا بكم في القرآن فقال لَقَدْ تَابَ
اللهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ فبكم بدا فكان اول من بدا وقام
خالد بن سعيد بن العاص بادلاء لبني امية فقال يا ابا بكر اتق الله فقد
علمت ما تقدم لعلي بن ابي طالب من رسول الله صلى الله عليه واله الا تعلم ان

له مغلوب کیا میری نفس پر اور مجکو زخم کیا اور کہا کہ بیعت کر لے ورنہ ہم تجکو مار ڈالینگے پس نہیں بچ سکی کوئی حیلہ سوا یہ کہ قوم کو
اپنی نفس سے دفع کروں اور وہ یہہ کہ مینی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں فکر کیا کہ ای علی قوم نے تیرا امر توڑ دیا اور بدون
تیری اوسپر مستقل ہو گئی اور تیری بابت میری نافرمانی کی تو تجکو صبر کرنا لازم ہی یہانتک کہ اللہ اپنا امر نازل کری خبردار یہہ لوگ
میری بعد ضرور تیری ساتہہ غدر کرینگے تو انکی لیی کوئی راہ اپنی ذلیل کرنے اور خون بہانے کی طرف نکیجو کیونکہ امت میری بعد
غدر کریگی مجکو جبرئیل نے پروردگار تعالے سے اسیطرح خبر دی ہے لیکن اس شخص کے پاس جاؤ اور جو کچھہ اپنی نبی
علیہ السلام سے سنا ہوا دسکو جتاؤ یقینی طور پر اوسکی امر مین تاکہ یہہ اوسپر جبکہ وہ اپنی رب کی نافرمانی اور اوسکی مخالفت
کرکے اوسکو پاس آئیگا بڑی حجت اور ابلغ فی العقوبت ہو کہا پس وہ چلی یہانتک کہ حضرت کی گھر کو جمعہ کے دن گھیر لیا
انصار نے کہا کہ اللہ تعالے نے قرآن میں پہلی تم کو ذکر کیا ہی اور فرمایا لقد تاب اللہ علی النبی والمہاجرین والانصار تو تمہارا
ہی پہلے ذکر کیا ہے پس جسنی اول ابتدا کی اور بنی امیہ پر ناز کرکے اوٹھا خالد بن سعید بن العاص تہا کہا ای ابوبکر خدا سے
ڈر تو جانتا ہے جو کچھہ علی بن ابی طالب کے لیی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گذر چکا ہے کیا تو نہیں جانتا ۱۲-

رسول الله صلی الله علیه و آله قال لنا و نحن محتوشون فی یوم بنی قریظة وقد اقبل
علی رجال منا ذوی قدر فقال یا معشر المهاجرین والانصار اوصیکم بوصیة فاحفظوها
وانی مود الیکم امرا فاقبلوه الا ان علیا امیرکم من بعدی وخلیفتی فیکم اوصانی
بذلک ربی وانکم ان لم تحفظوا وصیتی فیه وتازروه وتنصروه اختلفتم فی احکامکم
واضطرب علیکم امر دینکم وولی علیکم الاشرار الا وان اهل بیتی هم الوارثون
من بعدی والقائمون بامر امتی اللهم فمن حفظ منهم وصیتی فاحشرهم فی زمرتی
واجعل لهم من مرافقتی نصیبا یدرک نور الاخرة اللهم ومن اساء خلافتی فی
اهل بیتی فاحرمه الجنة التی عرضها السموات والارض فقال عمر بن الخطاب اسکت
یا خالد فلست من اهل الشوری ولا ممن یرضی بقوله فقال خالد بل انت اسکت یا ابن
الخطاب فوالله انک لتعلم انک تنطق بغیر لسانک وتعتصم بغیر ارکانک وان
قریشا لتعلم انک الامها حسبا واقلها ادبا واخملها ذکرا واقلها من الله عزوجل ومن
رسوله وانک الجبان عند الحرب بخیل فی الجدب لئیم العنصر مالک فی قریش
مفخر واسکته خالد فجلس ثم قام ابوذر رحمة الله علیه الخ الحدیث الطویل —

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ ہم بنی قریظہ کے دن مجتمع تھے ہماری بڑے مرتبہ والے لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا ای مہاجرین وانصار کی جماعت مین تمکو ایک وصیت کرتا ہون اوسکو یاد رکھو اور مین تمکو ایک امر پہنچاتا ہون اوسکو قبول کرو۔ دیکھو علی بن ابی طالب میری بعد تمہارا امیر اور میرا جانشین تم مین ہے۔ مجکو میری پروردگار نے یہہ وصیت فرمائی ہی اور تم اگر میری وصیت کو یاد نرکھو گے اور اوسکی مدد نہ کروگے تو اپنی احکام مین مختلف ہوگی اور تمہارے دین کا امر مضطرب ہوگا اور تمہاری شریر لوگ تمپر حاکم ہونگی۔ دیکھو میری اہلبیت ہی میری پیچھی وارث ہین اور میری امت کے امر کے برپا رکھنی والے آلہی جو لوگ میری وصیت یاد رکھین انکا میری گروہ مین حشر فرما اور انکو میری رفاقت کا حصہ عطا فرما جس سے آخرت کا نور حاصل ہو اور جو اہلبیت مین میری بڑی جانشینی کرے۔ اوسکو جنت سے محروم فرما جسکی چوڑائی آسمان وزمین ہین پہر عمر بن خطاب بولا ای خالد چپ رہ تو نہ اہل شوری مین سے ہے اور نہ اون مین سے جنکا قول پسندیدہ ہوا ہی خالد نے جواب دیا بلکہ تو ہی چپ رہ ای ابن خطاب خدا کی قسم تو جانتا ہی کہ تو بغیر اپنی زبان کے بولتا ہی اور بغیر اپنی ارکان کے پناہ پکڑتا ہی خدا کی قسم قریش جانتی ہین کہ تو زیادہ ملامت کی قابل ہے حسب مین اور کم ہی ادب مین اور گمنام ذکر مین خداتعالی ورسول سے اور لڑائی کے وقت نامرد اور قحط مین بخیل ہے قریش مین تیری لئی کوئی فخر نہین اور اوسکو اوسکی اہون نے روک لیا اور بیٹہ گیا

اسیطرح زبانے حضرت صدوق شیعہ کے ہر ایک نے اپنی اپنی بولیان بولی - اس حدیث مین جو کچھہ چبایا ہی کہ روایا مین ہین اونکی اختراع کو حوالہ اوتہان صافیہ اذ کیا گر کے جسکی ہم دریے ہین اوسکو لکہتے ہین - روایت سابقہ بن صدوق سی بدلالت واضحہ ثابت ہوتا ہی کہ جناب امیر کو شیخین کے ساتھہ کمال محبت و الفت تہی اور کسی قسم کی عداوت و دشمنی نہین تہی نہ خلافت کو اپنا ہی خاص حق سمجھتے تہی اور نہ شیخین کو غاصب خلافت سمجھتے تہی ورنہ اوس سے بہتر خلافت لینی کا کوئی موقع نہ تہا کہ بدون تشہیر سیوف و ثوران فتن بسہولت ہاتہہ آتی تہی - ثانیاً حضرت شیعہ کے صدوق نے خصال مین روایت فرمائی ہی حدثنا احمد بن جعفر الہمدانی رضی اللہ عنہ قال حدثنا ابراھیم بن ھاشم عن ابیہ عن ابن ابی عمیرہ عن ھشام بن سالم عن ابی عبد اللہ قال کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اثنا عشر الفا ثمانیۃ الاف من المدینۃ والفان من غیر المدینۃ والفان من الطلقاء لم یر فیہم قدری ولا مرجی ولا حروری ولا معتزلی ولا صاحب رای کانوا یبکون اللیل والنہار و یقولون اقبض ارواحنا قبل ان ناکل الخبز الخمیر

اس روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ صحابہ کرام جنکی مدایح و محامد بیان کیگئی ہین بارہ ہزار تہی اب ہم پوچہتی ہین کہ جسوقت بیعت سقیفہ واقع ہوئی اور خلافت غصب ہوئی اوسوقت یہہ حضرات کہان تشریف رکہتی تہی کیا معاذ اللہ یہہ حضرات بہی اون ہی مین سی ہین جو بعد وفات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتد ہوگئی تہی اور سوای ابوذر او سلمان او عمار او مقداد کے رونسی کوئی نہین بچا تہا بلکہ سوای مقداد کے کوئی بہی ایسا نہین رہا کہ جسکو شک نہوا ہو اور اوسکی دلمین کچھہ بہشتہ نہ پڑا ہو پس اگر یہہ مرتدین مین سی ہین تو یہہ طویل و عریض مناقب و محامد بالکل لغو و بیجا ہونگی جب انہون نے امام حق سے انحراف کیا اور امام باطل کے اعانت و تائید کی تو اونکی تمام اعمال صالحہ حبط و باطل ہوگئی او غصب خلافت کی اوزار اونکی ظہور و رقاب پر رہی اگر یہہ لوگ امام برحق کو مخذول نکرتے اور اوسکی اعانت و تائید کرلیتے تو حق اپنی مرکز سے کیون متجاوز ہوتا تو جب امام

معصوم کے زبانی جو مامور باظہار حق تہی انکی اسقدر مدح وثنا ہوئی تو قطعاً معلوم ہوا کہ یہہ
لوگ وہ ہین جو کمّل صحابہ مین سے ہین اور جو کاملین فی الایمان ہین تو ایسی حضرات موصوفین بمدائح
کی نسبت محال ہی کہ وہ اہلبیت نبوت کی دشمن ہون اور امام حق کو مخذول کرین یا خلافت غصب کرین یا دین
یا خود غصب کرین پہر بعد اسکی اگر حضرت شیخین رضی اللہ عنہما انہین داخل ہین جیسا کہ تعریف
و توصیف ائمہ سے جو خصوصیت کی ساتہہ فرمائی واضح ہوتا ہی کہ کہین انکو امامان عادلان فرمایا اور
کسی جگہ انکی عظمت اسلام مین بیان فرمائی اور کہی صدیق کے لقب سے مخالفین کی تکذیب فرمائی
اگر وہ انہین داخل ہین تو ہمارا مدعا حاصل ہے اور اگر بفرض محال شیخین ان بارہ ہزار مین داخل نہین
ہین تاہم ہمارا مطلب حاصل ہی کیونکہ بے شبہہ یہہ جماعت ہی انکی معاونین مین سے ہی اور جنکی
اعانت یہہ جماعت ممدوحہ کرتی وہ بہی لامحالہ ممدوح ہونگی تو جو ایسی محامد کے ساتہہ موصوف ہون انکی
نسبت بروی عقل سلیم خیال کر لینا چاہیے کہ انکو اہلبیت نبوت کے ساتہہ ولا و تمسک کسقدر
ہوگا اور اہلبیت کو انکی ساتہہ نظر عنایت و محبت کسدرجہ ہوگی ثالثاً جبکہ حضرت فاروق نے
غزوہ روم مین خود بنفس نفیس جانے کا قصد کیا اور آپ سے مشورہ کیا تو آپنے یہہ مشورہ دیا جو
نہج البلاغہ مین موجود ہی - ومن کلام لہ وقد شاورہ عمر بن الخطاب فی الخروج
الی غزو الروم وقد توکل اللہ لاھل ھذا الدین باعزاز الحوزۃ وستر العورۃ والذی
نصرھم وھم قلیل لا ینتصرون ومنعھم وھم قلیل لا یمتنعون حی لا یموت انک
متی تسر الی ھذا العدو بنفسک فتلقھم فتنکب لا تکن للمسلمین کانفۃ دون
اقصی بلادھم ولیس بعدک مرجع یرجعون الیہ فابعث الیھم رجلاً مجرباً واحفز
معہ اھل البلاء والنصیحۃ فان اظھر اللہ فذاک ما تحب وان تکن الاخری
کنت ردأً للناس ومثابۃ للمسلمین — انتہی اب اس شوری کے الفاظ مین غور
کرنا چاہیے اور اس سے اندازہ کر لینا چاہیے کہ باہم کسدرجہ اتحاد و نصح تہا اور جناب امیر جناب
فاروق کو کانفۃ المسلمین اور رداً للناس و مثابۃ للمسلمین سمجہتے تہے اور آپ یہہ بہی خیال

۷

کرتے ہتی کہ اگر حضرت فاروق شہید ہوگئی تو بعد آپکے فوج اسلام کا کوئی مرجع وملجا نہوگا
اسیطرح جب حضرت فاروق رضہ نے خود بنفس نفیس فارس پر فوج کشی کا قصد کیا او جناب امیر سے
مشورہ فرمایا تو جناب امیر نے اوسکے جواب مین جو کچھہ فرمایا نہج البلاغہ سے نقل کرتا ہون

ومن کلام له ع وقد استشاره عمر بن الخطاب فی الشخوص لقتال الفرس
بنفسه ان هذا الامر لم یکن نصره ولا خذلانه بکثرة ولا بقلة وهو دین
الله الذی اظهره وجنده الذی اعده وامده حتی بلغ ما بلغ وطلع حیث طلع
ونحن علی موعود من الله والله منجز وعده وناصر جنده ومکان القیم بالامر
مکان النظام من الخرز یجمعه ویضمه فان انقطع النظام تفرق وذهب ثم لم یجتمع
بحذافیره ابدا والعرب الیوم وان کانوا قلیلا فهم کثیرون بالاسلام عزیزون
بالاجتماع فکن قطبا واستدر الرحی بالعرب واصلهم دونک نار الحرب
فانک ان شخصت من هذه الارض انتقضت علیک العرب من اطرافها
واقطارها حتی یکون ما تدع وراءک من العورات اهم الیک مما بین یدیک
ان الاعاجم ان ینظروا الیک غدا یقولوا هذا اصل العرب فاذا اقتطعتموه
استرحتم فیکون ذلک اشد لکلبهم علیک وطمعهم فیک فاما ما ذکرت
من مسیر القوم الی قتال المسلمین فان الله سبحانه هو اکره لمسیرهم منک وهو
اقدر علی تغییر ما یکره واما ما ذکرت من عددهم فانا لم نکن نقاتل فیما مضی بالکثرة

له ترجمہ انکے کلام کے جبکہ عمر بن خطاب نے اہل فارس کے لڑائی کے واسطے خود جانے کا مشورہ کیا اس دین کی فتح و شکست کچھہ کثرت
وقلت پر نہین ہی اور یہہ اللہ کا دین ہی جسکو غالب کیا اور اوسکا لشکر ہی جسکو بڑہایا یہانتک کہ جہان پہنچنا تہا پہنچا اور جسجگہ سے ظاہر ہونا تہا
ظاہر ہوا اور ہم اللہ کے وعدہ پر ہین اور اللہ تعالی اپنی وعدہ کا پورا کرنیوالا اور اپنی لشکر کا مددگار ہی اور امام بمنزلہ دہاگہ کی ہوتا ہی لڑی مین کہ اوسکو
اکہٹا کرتا ہی اور ملاتا ہی اور اگر لڑی ٹوٹ جاتی ہی تو پوتہین پراگندہ ہوجاتی ہین اور جاتی رہتی ہین پہر سب کے سب کبہی فراہم نہین ہوتے
اور عرب اسوقت اگرچہ تعداد مین قلیل ہین لیکن اسلام کیوجہ سے کثیر ہین اور اپنی اتفاق کی سبب سے عزت و شوکت والے ہین تو تو کلی بنکر عرب کے
چکی چلا اور اپنی آڑ مین لڑائی کی آگ بہڑکا کیونکہ اگر تو خود اس زمین سے اوٹہیگا تو بخبر عرب اوسکی کنارونسی ٹوٹ پڑینگے یہانتک کہ تو جو کچھہ پیچھے
حفاظت کے قابل چیزین چہوڑیگا وہ زیادہ مہتم بالشان ہوجاینگی اوس سے کہ جو کچھہ تیری سامنے ہی اور عجمی اگر کلکو تجکو دیکہینگے تو کہینگی یہہ اصل تہا

وانما کنا نقاتل بالنصر والمعونة — انتہی جناب امیر کے اس کلام سے جسقدر خوبیان اہلسنت کے لیے حاصل ہوئی اور جسقدر دلائل ثبوت حقیت خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم کے لیے پیدا ہوئی اونکی بیان تفصیلی کے لیے تو ایک دفتر چاہیے یہہ رسالہ اوسکی گنجایش نہیں رکھتا یہان اسقدر گذارش کرنا ہے کہ اس کلام سے اندازہ کر لینا چاہیے کہ فیما بین جناب امیر و جناب فاروق کس درجہ اتحاد و ربط و ضبط تہا اور یہہ بہی سمجہنا چاہیے کہ جناب امیر نے اوسوقت کے اسلام کو بزعم شیعہ خواہ وہ ارتداد تہا یا طغیان اور خواہ فسوق تہا یا عصیان وہ دین فرماتے ہین کہ جسکو غلبہ کا تمام ادیان پر خداوند کریم نے اپنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا تہا اور غایت ارسال تہی هُوَ الَّذِیٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ارشاد ہوا تہا اور اوس دین کو اوس دین سے تعبیر فرماتے ہین جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین تہا اور اس دین کو جسپر خلفاء تہی اور جسکی تائید و تقویت کرتے تہی جناب امیر نے خدا کا دین قرار دیا اور جناب امیر نے اوسوقت کی اہل اسلام کو خواہ معاذ اللہ مرتدین تہی یا کافر اور خواہ ناکثین و مارقین اور غاصبین و ناصبین عداوت اہل بیت تہی یا فرجند اللہ اور خدا کا لشکر فرمایا اور فرمایا کہ ہم خداوند تعالی کے وعدہ کی منتظر ہین یعنی اسکا وقت یہہ ہی ہے جو کہ خداوند تعالے نے ہم سے وعدہ فرمایا اور وہ وعدہ تمامہ یہہ ہی جسکی شرح اپنے چند جگہ تشریح کی ہی وعد الله الذين امنوا منكم وعملوا الصلحت ليستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم وليمكنن لهم دينهم الذي ارتضى لهم وليبدلنهم من بعد خوفهم امنا يعبدونني لا يشركون بي شيئا ومن كفر بعد ذلك فاولئك هم الفاسقون اور جناب امیر نے فرمایا کہ خداوند تعالی اپنی وعدہ کو جو ہم سے کیا ہے

ــــ[1] وعدہ کیا اللہ نے جو لوگ تم مین سے ایمان لائی اور کیے نیک کام البتہ پیچہی حاکم کریگا اونکو زمین مین جیسا حاکم کیا تہا اون سے اگلون کو اور جما دیگا اونکی لیے اونکا دین جو پسند کر دیا اونکی واسطی اور دیگا اونکی ڈر کے بدلی مین امن میری بندگی کرینگی شریک نہ کرینگے میرا کسیکو اور جو ناشکری کری اس سے پیچہی سو وہ لوگ ہین نافرمان — ۱۲ —

ضرور پورا فرمائیگا اور اپنی لشکر کو جو یہہ موجود ہی بے شک مظفر و منصور کریگا چنانچہ جسطرح جناب
امیر نے فرمایا تہا اوسکی مطابق واقع ہوا خداوند تعالے نے دین اسلام کو اپنی خلفاء کے ہاتھون
تمام ادیان پر غالب کیا اور تمام ادیان مغلوب ہوئی اور اپنا وعدہ پورا فرمایا اور بواسطہ خلفاء کے
دین مرضی کو تمکین دی اور اہل اسلام کے خوفناک حالت کو امن سے بدل دیا دو سلطنتین عظیم الشان
کسریٰ و قیصر کے جو پہلو مین ہہی جنکا سخت خوف تہا اور ہر وقت کہٹکا رہتا تہا پامال
ہوگیی اور اہل اسلام کے قبض و تصرف مین آئی اسلام کے نور نے شرق و غرب مین اطراف و کناف
عالم کو منور کردیا اور ظلمت کفر دور ہوگیی پس یہہ سب کچہہ اگر خلافت راشدہ کا ثمرہ
نہین ہے تو کیا ہی اوسکی بعد جناب امیر نے خلیفہ فاروق کو قیام بالامر فرمایا اور فرمایا کہ اگر تم شہید
ہوگیی تو یہہ اجتماع ہرگز نہو سکیگا اوسکی بعد فرمایا کہ ہم زمانہ گذشتہ یعنے حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے زمانہ مین کثرت فوج و سپاہ پر نہین لڑائے تہے بلکہ خداوند تعالی کی امداد و اعانت پر
کفار سی لڑاتے تہی اور اب بہی چونکہ وہی حالت ہی وہی اسلام کے سپاہ ہی جسکی خداوند
تعالے نے ملائکہ سی امداد فرمائی ہی اور وہی کفر و اسلام کا مقابلہ ہی ۔ وہی اعلاء کلمۃ اللہ اور جہاد
مقصود ہی ۔ تو پہر اب کیون خدا تعالے کی نصرت کئے بہروسہ پر قتال کیا جاوی پس جو
کچہہ حضرت امیر نے اسجگہ فرمایا عاقل منصف اسمین غور فرمائی کہ حضرت نے خلفاء کے
اور اونکی خلافت کے کسقدر تعریف و توصیف بیان فرمائی اور کس قدر اونکی حقانیت کو
بدلائل ثابت فرمایا اور طرفہ یہہ ہے کہ اوسکی ناقل بہی حضرت شریف رضی جیسی غالی
شیعی ہین ۔ ہمکو اسجگہ خوف اطناب و تطویل ہی ورنہ ہم اونکی تصدیق کے لیی تمام و کمال عبارت
کمال الدین بحرانی کی شرح سے جو اسکی متعلق ہے نقل کرتے اب بہی جنکو تفصیل کا شوق
ہو وہ علامہ بحرانی کی شرح کبیر کو مطالعہ فرماوین ۔ رابعاً نہج البلاغۃ کی اوس خط
کی شرح مین جسکا عنوان یہہ ہی ومن کتاب لہ الی معویہ فاراد قومنا قتل
نبینا الخ علامہ ابن ہیثم بحرانی نے خط کی وہ عبارت نقل کرتے ہین جو آپکی شریف صاحبی

نہج البلاغہ مین حذف فرمائی - وہی ہذہ وذکرت ان اجتبی لہ من المسلمین اعوانا ایدہم بہ فکانوا فی منازلہم عندہ علی قدر فضائلہم فی الاسلام وکان افضلہم فی الاسلام کما زعمت وانصحہم للہ ولرسولہ الخلیفۃ الصدیق وخلیفۃ الخلیفۃ الفاروق ولعمری ان مکانہما فی الاسلام لعظیم وان المصاب بہما لجرح فی الاسلام شدید یرحمہما اللہ وجزاہما باحسن ما عملا - انتہی منصف
لبیب جناب امیر کی اس کلام کو بتامل دیکھے اور سوچے کہ جناب نے شیخین کے فضائل ومناقب کس درجہ تاکید شدید کے ساتھہ قسم کہا کر بیان فرمائی اور فرمایا کہ مجھکو اپنی عمر وزندگانی کی قسم تحقیق شیخین کا مرتبہ اسلام مین البتہ عظمت والا ہی اب اس جملہ کو دیکھنا چاہیے کہ حضرت رضی اللہ عنہ نے مزید تاکید کے غرض سے تمام اقسام تاکید کی اس جملہ مین ختم فرمادیے اور اس جملہ کو قسم کے ساتھہ اور جملہ اسمیہ کی ساتھہ اور انّ کے ساتھہ اور لام کے ساتھہ موکد کیا تاکہ منکرین کو گنجایش انکار کی کسی راہ سے باقی نرہے جمیع جہات سے انکار کا راستہ مسدود ہوجاے اور فرمایا کہ اونکا انتقال اسلام مین سخت زخم ہے خدا اون دونو پر رحم فرماوے اور اونکی نیک کاموںکی اونکو جزا عطا فرماوے خیال کرنا چاہیے کہ جناب امیر شیخین کے انتقال کو اسلام مین سخت زخم فرماتے ہین پس اگر معاذ اللہ شیخین موصوف اون اوصاف کی ساتھہ ہوتے جو حضرات شیعہ فرماتے ہین اور مصدر اون اعمال کے ہوتے جنکی حضرات شیعہ مدعی ہین تو جناب امیر کا یہہ ارشاد سراسر کذب ہوگا اور اونکا انتقال ہرگز اسلام مین زخم نسمجھا جائیگا بلکہ اونکا وجود اسلام مین زخم ٹہریگا - لیکن جناب امیر کے ارشاد کا کذب ہونا تو محال ہے تو ثابت ہوا کہ جو کچھہ حضرات شیعہ فرماتے ہین وہ ثقلین کے مخالف ہے اور ضلالت اور جو کچھہ اہلسنت کہتے ہین وہی حق اور موافق ثقلین کے ہے خامسًا جناب امیر رضی نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم (جو حضرت فاطمہ رضی کے بطن مبارک سے تہین) کا نکاح حضرت عمر رضی کے ساتھہ کردیا جو کمال اتحاد ومحبت کی واضح دلیل ہے اگر حضرت فاروق مین

بحیثیت دین ذرا بہی کوتاہی ہوئی تو ممکن نہ تہا کہ جناب امیر سے جبراً و ظلماً جیسا کہ شیعہ کا
زعم ہہی اس کلام کو کرا سکتی اس عقد نکاح کی نسبت جو کچہہ ہماری مجیب نے تحریر فرمایا ہے
اوسکا جواب مفصل ہم آیندہ انشاء اللہ تعالے اوسی موقع پہ عرض کرینگے سادساً حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخین کو بمنزلہ سمع و بصر کے فرمایا صاحب آیات بینات سلمہ فرماتے
ہیں شیخ ابن بابویہ قمی نے کتاب معانی الاخبار میں امام موسی رضا سے روایت کی ہے
عن الحسن بن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم ان ابا بکر منی بمنزلۃ
السمع وان عمر منی بمنزلۃ البصر وان عثمان منی بمنزلۃ الفؤاد اور تفسیر امام حسن عسکری سے نقل
کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے ہجرت کی شب میں ابو بکر صدیق سے کہا کہ جعلک منی بمنزلۃ السمع
والبصر والراس من الجسد وبمنزلۃ الروح من البدن حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے ان کلمات ہدایت آیات سے صاف واضح ہے کہ شیخین کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے نزدیک کیا مرتبہ تہا اور اسی سے قیاس کرلینا چاہیے کہ خدا تعالے کی جناب میں
اونکی کیسی قدر و منزلت ہوگی تو جب اونکا یہہ مرتبہ ہے تو اہل بیت کو اونکے ساتہہ کس قدر محبت ہوگی اور
اونکو اہلبیت کے ساتہہ کیسی الفت ہوگی اور اس سے ثابت ہوا کہ جو کچہہ فضائل و مناقب ایک دوسرے
کی نسبت فرمائینگے وہ حق اور واقعی اور نفس الامری ہوگی نہ از راہ تقیہ کذب و زور ۔ سابعاً خاتم
المتکلمین مولانا مولوی حیدر علے رحمۃ اللہ علیہ نے نخوائی اللالی ابن جمہور وغیرہ سے نقل کیا ہے
ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخذ سبعین اسیرا یوم بدر وفیہم العباس وعقیل
ابن عمہ فاستشار ابا بکر فیہم فقال قومک والملک استبقہم لعل اللہ یتوب علیہم
وخذ الفدیۃ یقوی بہا اصحابک فقال عمر نبذوک واخرجوک نعذ بہم
واضرب اعناقہم فانہم ائمۃ الکفر ولا تاخذ منہم الفداء مکن علیاً من عقیل
وحمزۃ من العباس ومکنی من فلان فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ
یلین قلوب رجال حتی یکون الین من اللبن ویقسی قلوب رجال حتی یکون اشد

من الحجارة مثلك یا ابابکر مثل ابراهیم اذ قال فمن تبعنی فانه منی ومن عصانی
فانک غفور رحیم ومثلک یا عمر مثل نوح اذ قال رب لا تذر علی الارض من
الکافرین دیارا انک ان تذرهم یضلوا عبادک ولا یلدوا الا فاجرا کفارا ثم
قال ان شئتم قتلتم وان شئتم فادیتم ویستشهد منکم بعدتهم قالوا بل ناخذ
الفدا فاستشهد بعدتهم باحد کما قال صلے اللہ علیہ وسلم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے اس ارشاد سے دیکھنا چاہیے کہ شیخین کا مرتبہ کسقدر عظیم وجلیل ثابت ہوتا ہے جب بشہادت
سید الانبیاء والرسل علو مرتبہ شیخین کا یہانتک پوہنچا کہ اپنی ذاتی اوصاف مین اولوالعزم
رسل کے ساتھہ تشبہ حاصل ہوا تو پہر اسکی بعد کونسی فضلیت باقی رہگیئی ہے اور جب شیخین کے اوصاف
وکمالات وملکات نفسانی اسقدر رفیع المنزلت ہوئی اور اونکا اسلام مین یہہ رتبہ ہوا
تو اس سے قیاس کر لینا چاہیے کہ اونکو اہلبیت نبوت کی ساتھہ کیا تعلق ہوگا اور اہلبیت کو اونکی
کی ساتھہ کیسا ارتباط ہوگا اور کوئی عاقل باور کرسکتا ہے کہ جنکی کمالات کمالات انبوت کی ساتھہ
مشابہہ ہون وہ منافق وفاجر ہون یا وہ غاصب خلافت ہون یا وہ اہلبیت کے
توھین وتذلیل کرین اگر وہ نفس الواقع ایسی ہون تو معاذاللہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
ارشاد خلاف واقع ہوگا اور آپکے ارشاد کا خلاف واقع ہونا محال ہے تو ان حضرات کا
بہی منافق وغاصب ہونا محال ہوا قطع نظر اس ارشاد سے کہ جسمین شیخین کو تشبہ بانبیاء کا تمغہ
عطا فرمایا سطلق مشورہ فرمانا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا شیخین سے اُساری بدر کی باب مین
اس امر پر واضح دلیل ہے کہ حضرات خلفاء کو جناب رسالت مین کمال قرب حاصل تھا اور
بمنزلہ وزیرین کی تہی کہ آپ حسب ارشاد وشاورهم فی الامر مہمات امور مین اونسی مشورہ لینی تہی پس
جن حضرات کو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہہ قرب منزلت حاصل ہوا اونکو بدی
کی ساتھہ یاد کرنا اور دشمن اہلبیت نبوت اعتقاد کرنا کسقدر اسلامی طریقہ سے بعید ہے
نعوذ باللہ من ذلک تاسعاً تفسیر مجمع البیان مین سورہ واللیل کے تفسیر مین

اور ان سے مشورہ لینے ...

تحت قولہ تعالے وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى لکھا ہی وعن ابن الزبیر ان الآیۃ نزلت فی ابی بکر لانہ اشتری الممالیک الذین اسلموا مثل بلال وعامر بن فہیرہ وغیرہما فاعتقہم والاولی ان یکون الایات محمولۃ علی عمومہا فی کل من یعطے حق اللہ من مالہ وکل من یمنع حقہ سبحانہ تاسعاً آیات بینات مین مجمع البیان سے نقل کیا ہے قال اللہ تبارک وتعالے وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ قیل الذی جاء بالصدق رسول اللہ وصدق بہ ابو بکر عن ابی العالیہ والکلبی عاشراً جب حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے برأت نازل ہوئی اور منجملہ اون لوگونکے جنہون نے افک کے بابمین کلام کی تہی مسطح بن اثاثہ تہی تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی پاداش مین اوس نفقہ کو جو مسطح پر کیا کرتے تہی بند کر دیا تو اوسپر حق تعالے نے یہہ آیت نازل فرمائی وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ اس آیت شریفہ مین حق تعالے شانہ نے ابو بکر صدیق کو اولو الفضل ہونے سے تشریف بخشی اور خلعت فضیلت عطا فرمایا منتہائی جد وجہد حضرت صدوق کا جو ان ہر سہ آیات کے جواب مین ہے قابل مطالعہ اہل فہم ودانش ہے ہمکو تطویل مانع ہے ورنہ اونکی رسالہ امامت سے وہ جواب نقل کر لیتے اور اہل فہم وانصاف کے روبرو پیش کرتے اور اگر یہہ سلسلہ جاری رہا۔ تو انشاء اللہ تعالے عرض کرینگی غرض بحول اللہ وقوتہ شہادات کتاب اللہ سے اور ارشادات رسول اللہ صلعم سے اور افادات ائمہ سے مثل روز روشن واضح ہوا کہ جناب شیخین رضی اللہ عنہما خدا اور رسول خدا کی نزدیک مقرب اور صاحب مراتب رفیعہ اور مدارج عالیہ تہی اور اہلبیت کی ساتھہ باہم محبت ونصح رکہتے تہی چنانچہ حسب نقل مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ آپکے مولانا باقر مجلسی بحار مین فرماتے ہین

کہ جناب امیر نے بارہا قسم شرعی کہا کر فرمایا کہ میری دلمین کوئی عداوت یا غبار دملال
شیخین کے بنسبت نہین ہے تو جسقدر اونکی مناقب و فضائل زبان ائمہ کی بیان ہوکر
وہ نفس الامری اور مطابق واقع کے ہین تقیہ پر ہرگز محمول نہین ہو سکتی اور یہہ بہی ثابت
ہوا کہ جو کچہہ قبائح و ذمائم سے حضرات شیعہ اونکی دامنہائی پاک کو ملوث کرتے ہین وہ
سراسر خدا اور رسول و ائمہ کے تکذیب ہے اور دین و اسلام سے خروج ہے پس جب خلفاء رضی اللہ
عنہم کے فضائل و مناقب و علو مرتبہ عند اللہ و الرسول اور محبت و الفت باہم اہلبیت کے
ساتہہ ثابت ہو چکی جو بظاہر اثبات خلافت کے لیے تمہید اور سے فی الحقیقت ثبوت
خلافت کے لیے برہان موثق اور مزید تقویت و تائید تہی تو اب ہم ثبوت حقیت خلافت
خلفاء کے دلائل عقلیہ و نقلیہ کتاب و سنت و اقوال ائمہ سے مختصراً بیان کرتے ہین
لیکن چونکہ ہماری فاضل مجیب کے نزدیک اونکی عقل سب پر قاضی و حاکم ہے اسلیے ہم اول
دلیل عقلی ہی ذکر کرتے ہین جس سے مثل بدیہی اولی کے ثبوت حقیت خلافت ہو جاوے

دلیل اول اثبات حقیت خلافت خلفاء کی عقلی

پس واضح ہو کہ امامت مثل نبوت کی اصول دین مین سے ہے اور تالی نبوت ہے جن اوصاف
خاصہ اور خواص مہمہ کے ساتہہ نبوت مخصوص و متصف ہے انہین اوصاف و خواص
کے ساتہہ امامت بہی متصف ہے یہہ ہی وجہ ہے کہ عصمت و افضلیت و نص شرط
نبوت ہے تو شرط امامت بہی ہے چنانچہ عموماً تمام امامیہ کو اسپر اتفاق ہے اور خصوصاً
ہماری فاضل مجیب نے شروع جواب مین اسکا اعتراف فرمایا ہے اور فرمایا ہے (اور ان
ہر سہ شرائط کی دلائل کے نسبت اگرچہ اسقدر ہی گذارش کافی ہے کہ جب امامت تالی مرتبہ
نبوت ہے اور نیابت نبی سے مراد ہے پس جو دلائل عصمت انبیاء پر دال ہین وہی بعینہ
یا کچہہ تغیر سے عصمت ائمہ پر دال ہونگی) اور نیز اسیواسطے امام اور نبی مین کچہہ فرق نہین
تمام احکام مین متحد ہین اگر فرق ہے تو صرف اسم نبوت اور نزول وحی مین فرق ہے
چنانچہ آپکی شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری مجالس المومنین مین بتقریب ذکر

محمد بن علی بن الحسین بن موسی بن بابویہ القمی ورق نمبر ۱۶۲ پر فرماتے ہین زیرا کہ امام
قائم مقام نبی است در جمیع امور مگر در اسم نبوت و نزول وحی۔ اس سے بدلالت مطابقی
ثابت ہی کہ امام نبی کے تمام اوصاف مین شریک ہی سوائی اسم نبوت اور نزول وحی یعنی منصب
ہدایت امت جیسا نبی کے ساتھ منوط ہی ویسا ہی امام کے ساتھ مربوط ہی اور حفظ شریعت
جسطرح نبی پر موقوف ہی اسیطرح بعد نبی کے امام پر بھی منحصر ہے اور جسطرح نبوت لطف
خداوندی ہی اور خداتعالے پر واجب ہی اسیطرح امامت بھی لطف خداتعالی ہی اور اوسپر
واجب ہی اور جیسی نبوت کسی شخص کے واسطے بدون نص خداوند تعالے کسیکے بنانے سے
نہین ہوتی اسیطرح امامت بھی بدون نص خداوند تعالی لوگونکی اجتماع سے نہین ہوسکتی
اور جسطرح نبی کے ساتھ معارضہ اور تحدی مین کوئی شخص اوسپر غالب نہین ہوسکتا
اسیطرح امام کے ساتھ معارضہ و تحدی کرکے کوئی اوسپر چیرہ دست نہین ہوسکتا
بلکہ قطع نظر ان اوصاف کے جنکا بہت بڑا تعلق نبوت اور امامت کے ساتھ ہے بعض
چھوٹی چھوٹی اور جیلے اوصاف مین بھی تشارک و اتحاد ہی چنانچہ جیسا نبی کا دل بیدار
اور آنکھ خفتہ ہوتی ہی اسیطرح امام بھی بیدار دل و چشم در خواب ہوتا ہے جیسا نبی کے
سایہ نہین ہوتا امام کے بھی سایہ نہین ہوتا جیسا نبی آگی پیچھی سے یکسان دیکھتا ہی
اسیطرح امام بھی آگی پیچھے سے برابر دیکھتا ہے جیسا معجزہ اور محبت استجابۃ الدعا نبی
کو حاصل ہوتی ہے امام کو بھی حاصل ہوتے ہیں جیسا نبی محتلم نہین ہوتا امام بھی محتلم
نہین ہوتا۔ علی ہذالقیاس بہت سے ایسے اوصاف وخواص ہین کہ جن مین نبی و امام باہم
مشارک ہین اور وہ اوصاف کہ جنکا تعلق بحسب ریاست عامہ دینوی و دنیاوی خلق کے ساتھ
یا خالق کے ساتھ ہی ان مین کوئی وصف ایسا نہین کہ جنمین باہم اتحاد و اشتراک نہوا اطلاق
اسم نبوت سو یہہ ایک لفظی امر ہی کہ جو راجع الی الاصطلاح ہے ورنہ لغۃً یہہ اطلاق بھی صحیح ہی
اور لفظ امام تو قطعًا عام ہے جسکا اطلاق لسان شرع مین انبیا پر بھی کیا گیا ہی

اور دوسری نزول وحی کا جو حسب دعا حضرت شہید ثالث انبیاء کے ساتھ مختص ہی ائمہ مین
نہین پایا جاتا ہی لیکن حضرت شہید ثالث کا یہہ زعم باطل ہی کیونکہ ائمہ کو خصوصاً جناب امیر کو
آخر محدث تو فرماتی ہی ہین اور محدثیت حسب تصریح محمد بن یعقوب الکلینی اسیکا نام ہے
کہ نزول فرشتہ کا ہو اور اوسکی آواز سنے لیکن اوسکی جثہ کو نہ دیکھے پس اگر اسکا نام وحی
نہین ہے تو یہہ ہی راجح ان لا مشاحۃ فی الاصطلاح ہے اور نزاع لفظی ہے غرض بہر کیف
یہہ دو وصف ایسی ہین کہ جنمین انبیاء سوائی ائمہ کے منفرد ہین - اور جب اتحاد و اشتراک
فی الاوصاف ثابت ہوا تو ہم کہتی ہین کہ منجملہ اوصاف نبی کے ایک یہہ بھی وصف
ہی کہ انبیا کی ساتھہ عادت اللہ جاری ہے کہ نبی کے مقابلہ مین متنبی نبوت کا جھوٹا دعوی
کرنیوالا ہرگز اپنی دعوی مین کامیاب نہین ہو سکتا ہی بمقابلہ معجزات نبوی کے اوسکی
سب استدراجات منقلب اور منعکس ہو جاتے ہین نبوت کا جھوٹا دعوی کرنیوالا ہمیشہ
انجام کار مخذول اور مقہور ہوتا ہی اور ہرگز فروغ نہین پا سکتا حضرت آدم علیہ السلام سے
آجتک کوئی نظیر ایسی نہین ملیگی کہ کسی شخص نے بمقابلہ کسی نبی کے نبوت کا جھوٹا دعوی
کیا ہو اور وہ اپنی دعوی مین کامیاب ہوا ہو مسیلمہ کذاب و اسود عنسی اور سجاح وغیرہ کے
قصص و حکایات تاریخ کے واقفون پر مخفی نہین اور کیونکر ممکن ہے کہ خداوند تعالے بمقابلہ
اپنی نبی مرسل کے جھوٹھی مدعی کو غالب اور کامیاب کری اگر ایسا ہو تو محض تلبیس ہی خداوند
تعالے شانہ سورہ مومن مین ارشاد فرماتا ہی وَاِنۡ یَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيۡهِ كَذِبُهٗ‌ ۚ وَاِنۡ یَّكُ صَادِقًا
یُّصِبۡكُمۡ بَعۡضُ الَّذِیۡ یَعِدُكُمۡ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهۡدِیۡ مَنۡ هُوَ مُسۡرِفٌ كَذَّابٌ ؕ[1]
جسکا حاصل یہہ ہی کہ خداوند تعالے جھوٹی مسرف کے رہنمائی بینات اور معجزات کی طرف
نہین کرتا کہ نبوت کا جھوٹا دعوی کر کے کامیاب ہو جاوے تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسی کا

---

[1] اور اگر وہ جھوٹا ہوگا تو پڑیگا اوسپر اوسکا جھوٹ اور اگر وہ سچا ہوگا تو تمپر پڑیگا کوئی وعدہ جو وہ کرتا ہے بیشک اللہ نہین
دکھاتا اوسکو جو ہو حد سے گذر جانے والا جھوٹا - ۱۲ -

دعوی کذب نہین ہوسکتا کیونکہ اگر یہہ دعوی کذب ہوتا تو یہہ معجزات اسکی لیے اور بینات
ظاہر نہوتے اور خدا تعالے ان پر قدرت ندیتا - صاحب تفسیر صافی اسکی تفسیر مین لکھتے ہین
قیل[1] احتجاج ثالث ذو وجہین احدہما انہ لو کان مسرفا کذابا لما ہداہ
اللہ الی البینات ولما عضدہ بتلک المعجزات اور جب نبوت اس وصف کی ساتہہ
متصف ہی اور نبی کے ساتہہ عادت اللہ جاری ہے کہ نبی ہمیشہ مخذول ہوتا ہی تو چونکہ
امامت بہی جمیع اوصاف جہہ مین نبوت کے ساتہہ متحد ہی اور مقاصد مین اسکی مشارک ہی
تو امامت بہی لا محالہ اس صفت کے ساتہہ متصف ہوگی اور امام کے ساتہہ بہی یہہ ہی عادت
اللہ جاری ہوگی کہ اگر کوئی شخص نیابت رسول اور امامت کا جہوٹا دعوی کری وہ ہرگز اپنی
دعوی مین کامیاب نہوگا اور مخذول و مقہور ہوگا اگر ایسا نہو تو قطع نظر اون مفاسد بیشمار
اور قبائح غیر متناہی کے جو اس تلبیس سے لازم آتی ہین اشتراک فی الاوصاف اور اتحاد
فی الخواص جو نبوت کے ساتہہ ہی وہ فوت ہوجاویگا تو ضرور ہوا کہ امامت کی لیے بہی یہہ
وصف لازم ہو اور امام مین بہی یہہ خاصہ پایا جاوی بعد اسکی ہم جناب رسالتماب صلوات اللہ
علیہ وسلامہ کے خلفا مین بموجب اس قاعدہ کے تامل کی نظر سے دیکہتی ہین بعد اس امر کے کہہ ہم
فرضا حسب زعم شیعہ تسلیم کرتے ہین کہ بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلا فصل امام برحق
اور خلیفہ راشد جناب امیر ہی تو بداہتہ یہہ بات پیدا ہوتی ہے کہ حسب قاعدہ اگر جناب امیر
بلا فصل نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور امام برحق اور خلیفہ راشد ہون تو جو لوگ بالمقابل کذبا
وعدوانا مدعی خلافت ہوئے وہ مخذول و مطرود ہون اور اونکی خلافت ہرگز مسلم نرہی
بلکہ اونکا انجام خواری وخرابی وتباہی وبربادی ہو لیکن جب ہم واقعات مین نظر کرتے
ہین تو معاملہ بالعکس پاتی ہین او قضیہ منقلب دیکہتی ہین اور وہ یہہ کہ بعد وفات جناب سرور

---

[1] کہتی ہین کہ یہہ تیسرا استدلال ذو وجہین ہی ایک تو یہہ کہ اگر موسی مسرف کذاب ہوتا تو اللہ تعالے اوسکو بینات کیطرف
ہدایت نکرتا اور ان معجزات سی اوسکو تقویت ندیتا - ۱۲ -

کائنات علیہ وعلی آلہ افضل التحیات والتسلیمات جناب امیر کے سامنے اور آپکی موجودگی مین تین شخص
یکے بعد دیگری مدعی خلافت ہوئی اور امامت کا دعوی کیا اول اونمین سے ابوبکر صدیق
ہین - دوسرے عمر بن الخطاب - تیسری عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم پس دو حال
سے خالی نہین کہ یا یہہ تینون حضرات اپنی دعوی مین کاذب تھی یا صادق اگر کاذب
تھی تو واجب تھا کہ وہ اپنی دعوی مین کامیاب نہوتی - بلکہ مخذول ہوتے - لیکن ہم مثل
روز روشن دیکھتے ہین کہ وہ اپنی دعوی امامت مین ایسی کامیاب ہوئی کہ امام برحق سے بھی
فی الجملہ بڑھ گئی اور اونہون نے اپنی اس دعوی کی تصدیق اسلام کے نمایان ترقی
کرکے ایسی طرح دکھلائی کہ اپنی دعوی کو بینیہ وبرہان کر دیا اور خداوند تعالے نے اونکو وہ
قدرت دی کہ دینوی اور دنیاوی ترقیات اسلامیہ مین اپنی رسائی کا جارحہ ہوئی تفصیل اسکی
یہہ ہے کہ اسلام کے دو شقین اور دو جہتین ہین ایک جہت دینی ترقیات اور دوسری جہت دنیاویہ
ترقیات ترقیات جہت دین تو اس صورت سے ہے کہ مثلاً شریعت کا شیوع ورواج ہو حدود
وقصاص جاری ہون - عالم مین کتاب الجہاد کا درس ہو کفر وکفار نگونسار ہون اور
کلمۃ اللہ ہی العلیا صادق آوی شعائر اسلام کا زور وشور ہو اور علی ہذا القیاس اور ترقیات
جہت دنیاویہ کے یہہ صورت ہے کہ مثلاً مال ودولت کے اہل اسلام مین کثرت ہو اور بنیات کو
فرمانروائی اہل اسلام ہون سلاطین باجگذار اسلام ہون قریے امصار ولایات اور قطائع
وجاگیرات اہل اسلام کے بکثرت قبض وتصرف مین آ ہون وغیر ذالک اب ہم دونو اسلامی
حالتونکی ترقی کو جو زمانہ خلفاء ثلثہ مین ہوئی نظر عمیق سے دیکھتے ہین تو صاف معلوم ہوتا ہے
کہ اہل اسلام کے دونو حالتونکی ترقی زمانہ خلفاء ثلثہ مین اوج کمال پر پہونچ گئی تھی پھر جب
ہم دعوی خلافت کی ساتھہ وجوہ خلافت مین غور کرتے ہین تو تین طرح سے پاتی ہین
اول تو یہہ کہ خداوند تعالے نے ان خلفاء کی واسطے سے گویا تمام عالم مین شعائر اسلام کو
پھیلایا اور دین اسلام کو اونکی ذریعہ سے تمام ادیان پر غالب کیا کثرت جہاد سے

کفر و کفار انکو نثار ہوکر کلمۃ اللہ ہی العلیا کا صدق ان ہی خلافتوںکا ثمرہ اور ان ہی کی
سعی کا نتیجہ ہی غرض جو اصلی غرض ارسال رسل اور نصب خلفا سی تہی کہ دین اسلام کو
شیوع و رواج ہو بخوبی خلفا ثلثہ کی خلافتوں سی حاصل ہوا۔ اور خداوند تعالے نے
انکو ان مہمات کے تمکین عطا فرمائی اگر یہہ حضرات اپنی دعوی خلافت مین کاذب
ہوتی تو ممکن نہ تہا کہ وہ بمقابلہ خلیفہ و امام برحق کے اپنی دعوی مین کامیاب ہوتے
اور حق تعالے انکو مقاصد خلافت کے حصول پر تمکین دیتا۔ دوسری یہہ کہ اسلام
کی شق دنیاوی کے ترقی ہی خلفا کے ذریعہ کمال کو پونہچ گئی اور خزائن کسری
و قیصر جنکا وعدہ حصول جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے کہودنے
کی وقت فرحت و انبساط کے ساتہہ فرمایا تہا ان ہی خلافتوںکی بدولت اہل اسلام کے
ہاتہہ آئی بلکہ ہر چہار طرف سی اموال ٹوٹ پڑی اور خزائن کے مونہہ کہولی گئی اگرچہ صرف
دنیاوی ترقی حقیقت کی عموماً دلیل نہین ہوسکتی۔ لیکن چونکہ حصول وعدہ خداوندی
کو متضمن ہی جو رسول کے زبانی ہوا اور نیز بانضمام ترقی دینوی البتہ قطعی ثبوت حقیقت
خلافت کی دلیل ہوسکتی ہے۔ تیسرے یہہ کہ انکی زمانہ خلافت مین انکی خلافتون کو
تمام اقاصی و ادانی نے اما بغرعزیز اور ذل ذلیل سب نے حق تسلیم کرلیا جس سے
ہمارا مدعا یہہ ہی کہ خداوند تعالے نے انکو وہ قدرت و تمکین دی کہ تمام حوزہ اسلام انکی مطیع
و مسخر و منقاد ہوگیا اور یہہ تسخیر و انقیاد اور یہہ بجا آوری دستور امہات خلافت آخر تک
یکسان بہ تمکین اللہ تعالی رہی بلکہ الی یوم القیمۃ جماعت عامہ اسلام کے جنکی شان مین نہج البلاغۃ
مین ہی وان ید اللہ علے الجماعۃ وایاکم والفرقۃ فان الشاذ من الناس للشیطان[۱]
اور سواد اعظم امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جنکی شان مین ہی فالزموا السواد الاعظم سوا

[۱] بیشک اللہ کا ہاتہہ جماعت پر ہی اور اپنی آپ کو تفریق باہمی سے بچاؤ کیونکہ جدا ہونیوالا آدمیوں سے
شیطان کے واسطی ہی ۱۲۰ —

چندہی متشعین کے حقیت خلافت خلفاء ثلثہ کے معتقد اور قائل ہونگے پس اس سے زیادہ
خداوند تعالے کیطرفسے اور کیا تمکین عطا ہی قدرت ہوسکتی ہی تو اس سے مثل آفتاب کے
ظاہر وباہر ہوا کہ یہہ حضرات خلفاء اپنی دعوی خلافت مین ایسی صادق تھی کہ اوس سے زیادہ کسی کو
حاصل نہین ہوا اور امام غائب کیلیے دعوی کیا جاتاہی اور مثل بہہ بہیات اولیہ کی ثابت ہوا
کہ یہہ دعوی جو حضرات شیعہ فرماتے ہین کہ بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
امام بلافصل جناب امیر تھی اور ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم ظالم اور غاصب خلافت
تھی کہ حق جناب امیر کا بزور غصب کرکے متقمص خلافت ہوگئی کذب اور باطل اور لغو اور
لاطائل ہے کیونکہ اگر بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے امام بلافصل جناب امیر ہوتے
اور خلفاء محض جائر و غاصب اور جہوٹے مدعی خلافت بمقابلہ خلیفہ برحق ہوتے تو ہرگز اپنی
دعوی مین کامیاب نہوتے اور وہی سنت اللہ جو مدعیان نبوت مین جاری ہوتی
ہی ان مدعیان خلافت مین بہی جاری ہوتی تو اس سے مثل آفتاب نیمروز ثابت ہوا
کہ حضرات خلفاء رضی اللہ عنہم امام برحق اور خلیفہ راشد تھی - اب مجکو یہہ خیال ہوتاہی
کہ بعض کم فہم اسوجہ سے کہ اونکو مقدمات دلیل کے پوری طور پر ذہن نشین نہوئی شاید یہہ
اعتراض کرین کہ بہت سی ملوک اسلام مثل امیر معویہ رضہ کے ایسی ہین کہ جنکو خداوند تعالی نے
بمقابلہ ائمہ کے کامیاب فرمایا اور اونکو تمکین دی اور صدہا قری و امصار اونکی سعی و کوشش
سے مفتوح ہوئی تو اس دلیل کے اعتبار سے اونکو بہی امام برحق اور خلیفہ راشد کہنا چاہیے
حالانکہ وہ سلاطین باتفاق فریقین خلفاء راشدین مین سے نہین ہین - تو اسکا جواب
اولا یہہ ہی کہ اس دلیل کے مقدمات کا مبنی صرف مذہب خصم پر ہی اگر یہہ اعتراض وارد ہوتاہی
تو اصول شیعہ پر بہی وارد ہوتاہی اسکا جواب بہی وہی دیوین ہم کب کہتی ہین کہ نبوت
وامامت متشارک فی الاوصاف والخواص ہین ہم کب قائل ہین کہ امام قائم مقام نبی امت
الخ - اور جب یہہ مقدمات مسلمہ خصم ہین تو جواونپر ایراد ہوا اوسکا جوابدہ خصم ہی نہ ہم

ثانیاً گو تسلیم لیکن ہم کہتے ہین کہ بعد خلفا کے ترقیات اسلامی ہر دو جہت دینوی اور دینادی مین کامل طور پر کسی کو تمکین نہین ہوئی اور اگر قدرت و تمکین ہوئی ہے تو صرف دنیاوی ترقی مین جو مقاصد سلطنت سے ہی ہوئی ہے اور دینوی ترقی جو اہم مقاصد خلافت سے ہی ہرگز حاصل نہین ہوئی اسکو بھی ہم بحول اللہ تعالے وقوتہ آپکی کتب معتبرہ سے ثابت کرسکتے ہین علامہ کمال الدین ابن ہیثم بحرانی نہج البلاغۃ کی اپنی شرح کبیر مسمی بمصباح السالکین مین اوس خطبہ کی شرح مین جسکا عنوان یہہ ہی ومن کلام لہ ع فی بیعۃ عثمان لقد علمتم انی احق بہا من غیری واللہ لاسلمن ما سلمت امور المسلمین ولم یکن فیہا جور الا علی خاصۃ الخ فرماتے ہین فان قلت[1] السوال من وجہین الاول ما وجہ منافستہ فی ہذا الامر الخ الثانی کیف سلم ہہنا عند خوف الفتنۃ ولم یسلم لمعویۃ ولطلحۃ والزبیر مع قیام الفتنۃ فی حربہم قلت الجواب عن الاول ان الخ وعن الثانی ان الفرق بین الخلفاء الثلثۃ وبین معویۃ فی اقامۃ حدود اللہ والعمل بمقتضے اوامرہ ونواہیہ ظاہر انتہی ملخصاً۔ ثالثاً ہم گذارش کرآئے ہین کہ مدعی امامت کی کامیابی کے لیے اپنی دعوی امامت مین جیسے ترقیات اسلامیہ کے ہر دو شق کے ضرورت ہی اسیطرح یہہ بھی ضرور ہی کہ جماعت عامہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اوسکو خلیفہ راشد اعتقاد کرتے ہون اور سواد اعظم امت محمدی صلعم اونکو حق تسلیم کرلیا ہو تاکہ اوس جماعت کا اتفاق جسپر ید اللہ ہی اور جنکی شان مین وما کان اللہ لیجمعہم علی ضلالۃ دیفربہم بجمیے فرماتے ہین اوس خلافت کے

---

[1] اگر تو اعتراض کری سوال دو وجہ سے ہی اول تو یہہ کہ امامت مین آپکی رغبت کی کیا وجہ ہی۔ الخ۔ دوسری یہہ کہ یہان تو وقت خوف فتنہ کے تسلیم کرلیا اور معویہ اور طلحہ و زبیر کے لیے باوجود قیام فتنہ کی تسلیم نکیا مین کہتا ہون پہلی اعتراض کا جواب یہہ ہی الخ اور دوسری کا جواب یہہ ہی کہ خلفاء ثلثہ مین اور معویہ مین اللہ کے حدود کے قائم کرنے مین اور اوسکی امر و نہی کے مقتضا کی موافق عمل کرنے مین فرق ظاہر ہے ۱۲

حقیت کی دلیل ہو جاوے پس جسقدر سلاطین اسلام گذرے ہین اونکو کسینے خلیفہ راشد نہین تسلیم کیا نہ اونکو سواد اعظم امام برحق اعتقاد کرتا ہے بلکہ وہ خود بھی مدعی خلافت نہین ہوئی اور اگر ہوئی تو اوائل امارت مین غلطی سے ہوئی بعد اوسکے آخر اپنی ملوک اسلامی مین ہونے کا اعتراف کیا ہے تو اوسنے یہہ دلیل منقوض نہین ہوسکتی۔ اب دلائل نقلیہ مین بھی دلیل ثانی حق سبحانہ وتعالے سورہ نور مین اوسوقت کے مومنین کو خطاب کرکے ارشاد فرماتا ہے ۔ وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذلک فاولئک ہم الفاسقون حاصل یہہ ہے کہ خدا تعالے نے اون لوگونکے ساتھہ تم مین سے جو ایمان لائے ہین اور عمل صالحہ کیے ہین وعدہ فرماتا ہے کہ اونکو بیشک زمین مین خلیفہ بناویگا جیسا اوسنے پہلے لوگونکو خلیفہ بنایا اور البتہ ٹہراویگا اونکے لیے اوس دین کو جو پسندیدہ ہے اونکے واسطے اور بے شبہ اونکے خوف کو امن سے بدل دیگا میری پرستش کرینگے اور کسیکو میرے ساتھہ شریک نکرینگے اور اسکے بعد جنہون نے اس نعمت کی ناشکری کے پس وہی فاسق ہین اس آیت شریفہ سے چند فوائد حاصل ہوئے اول تو یہہ کہ حق تعالے نے بعض مومنین حاضرین عند نزول الآیہ کے ساتھہ یہہ وعدہ فرمایا من اگر تبعیضیہ ہے تو ظاہر ہے اور اگر بیانیہ ہے تو اولا من بیانیہ ضمیر مخاطب مجرور پر داخل نہین ہوتا اپنے رسائل نحو مین دیکھا ہوگا کہ من تبیینیہ کی علامت صحت وضع لفظ الذی کی اوسکی جگہہ ہے اور ظاہر ہے کہ اسجگہ لفظ الذی نہین داخل ہوسکتا اور اگر بتکلف بتاویل بعید اسکو بیانیہ کہا جاوے تاہم مخاطبین کے استخلاف سے بعض کا استخلاف مراد ہے اور چونکہ اوسکا نفع تمام کو شامل ہوتا ہے اسلیے سب پر اطلاق کیا گیا عرف مین شائع ہے جب کسی قوم مین سلطنت ہوتی ہے تو باوجودیکہ ایک ہی بادشاہ ہوتا ہے لیکن تمام قوم کے سلطنت کہلاتی ہے کیونکہ اوسکا نفع اون سب کے طرف عاید وراجع ہوتا ہے اور فی الجملہ

خلافت خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم کی حقیت کی دلیل آیت سورہ نور سے

وہ بھی حاکم ہوتی ہین اب آپ کیا دیکھتے ہین ادنی ادنی گوری کیسی حکومت کرتے ہین اور اپنی حکومت و سلطنت سمجھتے ہین - علاوہ ازین اگر ہم تعیضیہ کے آپ ابطال کے درپی ہون اور تبیین ثابت کرین تو حضرات شیعہ اس آیت سے امام مہدی کا استخلاف مراد لیتی ہین وہ باطل ہوگا جو جواب اوسکی طرف سے دیوین وہی ہماری طرف سے بھی قبول فرماوین اور حاضرین عند نزول الآیت اسلیے خاصۃً مراد ہین کہ اصولیین شیعہ نے تصریح فرمائی ہے کہ جو کلام کہ خطاب شافہہ کے لیے موضوع ہے وہ حاضرین کے ساتھہ ہی مختص ہوتی ہے آپکی علامہ شہید ثانی معالم الاصول مین صفحہ ۶۲ پر فرماتے ہین - وما وضع لخطاب المشافہۃ نحو یا ایہا الناس ویا ایہا الذین امنوا لا یعم بصیغتہ من تاخر عن زمن الخطاب وانما یثبت حکمہ لہم بدلیل آخر وہو قول اصحابنا واکثر اہل الخلاف - اور ظاہر ہے کہ یہہ عبارت موضوع للمشافہہ ہی تو حاضرین کے ساتھہ مخصوص ہوگی دوسری یہہ کہ خداوند تعالی نے وعدہ فرمایا کہ تم مین سے بعض کو خلیفہ بناوینگی اور اسوجہ سے کہ خداوند تعالے کی وعدہ مین بدا اور خلف محال ہے لامحالہ یہہ وعدہ واقع ہوگا ورنہ خلف وعدہ لازم آئیگا - جو محال ہے اور جو امر مستلزم محال کو ہو خود محال ہے اب وقوع استخلاف موعود کی دو احتمال ہین اول یہہ کہ وعدہ استخلاف سے یہہ مراد ہو کہ ہم بعض بالاستخلاف کرینگے اور جب بعض بالاستخلاف فرماوی تو وعدہ پورا ہوگیا دوسری یہہ کہ موعود یہہ ہی کہ ہم خلیفہ بناوینگی اور نفس استخلاف واقع کرینگے لیکن احتمال اول بوجوہ باطل ہے اولاً معنی استخلاف ایقاع فعل خلافت ہے اور بدیہی ہے کہ امر بالشی عین شی نہین اور بعض بالاستخلاف عین استخلاف نہین تو اس صورت مین لازم آتا ہے کہ وعدہ تو کچھہ فرماوی اور کری کچھہ اور یہہ بھی خلف وعدہ ہے - ہان بعض جگہ

۱؎ اور جو الفاظ خطاب شافہہ کے لیے موضوع ہین مثل یا ایہا الناس اور یا ایہا الذین امنوا کے اپنی صیغہ سے اونکو شامل نہین ہوتے - جو زمانہ خطاب سے پیچھی ہین اور اسکا حکم اونکے لیے صرف دوسری دلیل سے ثابت ہوا ہے اور ہماری اصحاب کا اور اکثر اہل خلاف کا یہہ ہی قول ہے ۱۲ -

مجازاً بقرائن خارجیہ استخلاف سے نقص یا لااستخلاف ہی مراد ہوتا ہی اور یہہ اصل کو کچھہ معارض
نہیں - ثانیاً بعد استخلاف کی جو امور کہ حق تعالیٰ شانہ نے بمنزلہ نتائج و ثمرات استخلاف
کی بیان فرمائی ہین مثل تمکین دین مرضی کے اور تبدیل خوف کے امن سے وہ بداہتہ مستلزم ہین
کہ وعدہ استخلاف سے مراد نفس استخلاف ہی نہ نقص یا تخلاف کیونکہ وقوع ان امور کا متفرعاً
علی الاستخلاف اسیوقت ضروری ہی جبکہ وعدہ نفس استخلاف ہو اور اگر نقض یا لااستخلاف
ہو تو وقوع ان امور کا ضروری نہین کیونکہ جب نقض نفس یا لااستخلاف وقوع نفس استخلاف کو ہی
مستلزم نہین تو ان امور کو جو نفس استخلاف پر مترتب ہین کیونکر مستلزم ہوگی کیونکہ اگر
حق تعالے استخلاف پر نقض فرمادی تو یہہ ضرور نہین ہے کہ وہ واقع ہی ہو بلکہ جائز ہے کہ عباد
اوسکو مانین اور اوسپر عمل نکرین چنانچہ حسب مزعوم شیعہ ایسا واقع ہوا تو پھر ترتب ان ثمرات
و نتائج کا کیونکر ہو سکتا ہی اور ظاہر ہی کہ یہہ ثمرات و نتائج ہی داخل وعدہ ہین تو خلف وعدہ
الٰہین لازم آیا اور یہہ محال ہی تو اس سے ثابت ہوا کہ احتمال ثانی متعین ہی - ثالثاً حق تعالے
شانہ نے اس موعود کو اوس فعل کے ساتھہ تشبیہ دی ہی جو گذشتہ لوگون مین پہلے ہو چکا
اور ظاہر ہے کہ پہلی لوگون مین صرف نقض یا لااستخلاف نہین ہوتا بلکہ نفس استخلاف ہوتا
تفسیر صافی مین ہی وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنہم
فی الارض لیجعلنہم خلفاء بعد نبیکم کما استخلف الذین من قبلہم
یعنی وصاۃ الانبیاء بعدھم تو اس تشبیہ سے صاف ثابت ہوا کہ وقوع
نفس استخلاف مراد ہی - رابعاً حضرات شیعہ اسی آیت کو امام مہدی کے استخلاف پر محمول
فرماتے ہین اور ظاہر ہی کہ اگر احتمال اول مراد ہو تو وہ مستلزم نفس استخلاف اور اوسکی

سلہ وعدہ دیا اللہ نے تم مین سے جو ایمان لائی اور نیک کام کیے البتہ خلیفہ بنائیگا انکو ملک مین وہ البتہ
بنائیگا انکو خلیفہ تمہارے نبی کے پیچھے، جیسا کہ اگلی لوگون کو خلیفہ بنایا وہ یعنی انبیا کے
اوصیاء کو انکا جانشین کیا"

نتائج کو نہین تو یہہ دلیل خود جناب امام مہدی کی امامت و غلبہ و شوکت کی ثبوت مین ناقص و ناتمام ہوگی۔ خامساً گو سلمنا نص ہا لاستخلاف ہی مراد ہی لیکن لانسلم کہ نص سی وہی نص مراد ہی کہ جسن خصوصیت کی ساتھہ اور ہیئۃ کذائیہ سی حضرات شیعہ فرماتے ہین بلکہ نص سے مراد نص جلی ہو یا خفی کسی ہیئۃ کی ساتھہ اور کسی طریقہ کی ساتھہ ہو چنانچہ اہلسنت خلفاء ثلثہ کی خلافت کے لیی نص کے قائل ہین آپنے ازالۃ الخفا کا مطالعہ فرمایا ہے اوس سی بخوبی یہہ امر ثابت ہو سکتا ہی لیکن پہر بہی وعدہ تمکین دین مرضی اور تبدیل امن بعد الخوف مین کوئی احتمال نہین اور اوسکی وقوع مین موعود لہم کے لیی کچہہ شک و تردد نہین ہے تو ثابت ہوا کہ اگر وعدہ نص ہے تاہم متضمن وعدہ استخلاف کو ہی اور اوسکا وقوع لازم و متحتم ہے۔ تیسری یہہ کہ اس استخلاف سی مراد وقوع سلطنت جائرہ جیسی فساق و فجار یا اشرار و کفار کرتے ہین مراد نہین ہے بلکہ مراد وہ خلافت و ریاست راشدہ و امامت و سلطنت حقہ ہی جو اجرائی شرایع دین و احیاء شعائر اسلام کے لیی ہو اور جسسی عالم مین احیاء مراسم اسلام پایا جاوی اور اسپر وجوہ چند دلالت کرتے ہین اول یہہ کہ جب حضرات شیعہ کے مفسرین نے اس آیت شریفہ کو حسب روایات خود حضرت امام مہدی کی استخلاف پر محمول فرمایا ہی چنانچہ محمد بن مرتضی صاحب تفسیر صافی اپنی تفسیر مین فرماتے ہین۔ والقمی[1] نزلت فی القائم من آل محمد والمجمع المروی من اهل البیت انها فی المهدی من آل محمد قال وروی العیاشی باسناده عن علی بن الحسین انه قرأ الآیة وقال هم والله شیعتنا اهل البیت یفعل

[1] تفسیر قمی مین ہی کہ یہہ آیت قائم آل محمد (امام مہدی) کے بارہ مین نازل ہوئی اور تفسیر مجمع مین ہے کہ اہل بیت سے مروی ہے کہ یہہ آیت آل محمد کے مہدی کے باب مین ہے کہا اور عیاشی نے اپنی اسناد کے ساتھہ امام زین العابدین سے روایت کی ہی کہ آپنے یہہ آیت پڑہکر فرمایا کہ خدا کی قسم یہہ ہم اہلبیت کی شیعہ ہین ۱۲۔

ذلک علی یدی رجل منا وهو مهدی هذه الامة وهو الذی قال رسول الله لو لم یبق من الدنیا الا یوم یطول الله ذلک الیوم حتی یلی رجل من عترتی اسمه اسمی یملاء الارض عدلا وقسطا کما ملئت ظلما وجورا قال روی مثل ذلک عن ابی جعفر وابی عبد الله وفی الاکمال عن الصادق فی قصة نوح وذکر انتظار المومنین من قومه الفرج حتی اراهم الاستخلاف والتمکین قال وکذلک القائم فانه تمتد ایام غیبته لیصرح الحق عن محضه ویصفو الایمان من الکدر بارتداد کل من کانت طینته خبیثة من الشیعة الذین یخشی علیهم النفاق اذا احسوا بالاستخلاف والتمکین لهم والامر المنتشر فی عهد القائم الی غیر ذلک من الروایات تو ظاہر ہی کہ اونکی خلافت تو حضرات شیعہ کے نزدیک منصوصہ راشدہ ہی تو اگر اس آیت سی استخلاف حق مراد ہی نہین اور خلافت راشدہ پر یہہ آیت دال ہی نہین تو اس کا نزول امام مہدی کے لیی جنکی خلافت راشدہ ہی کیونکر ہو سکتا ہی اور یہہ سب روایات جنمین نزول آیت کا امام غائب عن الابصار کے حق الخصائص کی لیی بیان کیا گیا ہی اور دعوی کیا گیا ہی کہ اس استخلاف موعود سی مراد استخلاف

لے یہہ وعدہ ہم مین سی ایک شخص کے ہاتہہ پر پورا ہوگا اور وہ اس امت کا مہدی ہوگا اور وہ وہ ہی جسکی لیی رسول اللہ نی فرمایا اگر دنیا سی بجز ایک دن کے باقی نرہیگا تو خدا تعالی اوسیکو طویل کریگا یہانتک کہ ایک شخص میری عترت سے حاکم ہوگا میرا ہمنام ہوگا جیسا زمین ظلم و جور سی پر ہوگی اسیطرح عدل و انصاف سی بہردیگا کہا اور یہی ہی روایت امام ابو جعفر اور ابو عبد اللہ سے ہی - اور اکمال مین امام صادق سے نوح کے قصہ مین ہی مومنین کا اوسکی قوم مین سی کشایش کے انتظار کا ذکر کیا یہانتک کہ اونکو استخلاف و تمکین دکہلایا فرمایا اور اسیطرح قائم ہی کہ اوسکی غیبت کا زمانہ دراز ہوگا تاکہ خالص حق ظاہر ہوجاوی اور ایمان کدورت سی صاف ہوجاوی اون شیعہ مین سی جنپر نفاق کا خوف ہی ہر ایک کے ارتداد کے ساتہہ جسکی خبیث مٹی ہے جب استخلاف اور تمکین اونکی لیے دیکہین گے اور امر پہیلا ہوا قائم کے زمانہ مین ہوگا - ۱۲ -

امام مہدی ہی سب لغو ولا طائل ہو جائینگی تو ثابت ہوا کہ مراد استخلاف سے استخلاف حق وخلافت وامامت حقہ ہی اور اس سے یہہ بھی ثابت ہوا کہ بعض روایات مین جو حضرات شیعہ ائمہ سے نقل کرتے ہین کہ مراد استخلاف سے استخلاف وتمکین فی العلم ہے سراسر کذب وافترا ہی تفسیر صافی مین نقل کیا ہی وفی الکافی[1] عن الصادق انہ سئل عن ہذہ الآیۃ فقال ہم الائمۃ وعن الباقر ولقد قال اللہ فی کتابہ لولاۃ الامر من بعد محمد خاصۃ وعد اللہ الذین آمنوا منکم الی قولہ فَاُولٰئِکَ ہُمُ الْفٰسِقُوْنَ یقول استخلفکم لعلمی ودینی وعبادتی بعد نبیکم کما استخلف وصاۃ آدم من بعدہ حتی یبعث النبی الذی یلیہ یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا یقول یعبدوننی بایمان لا نبی بعد محمد فمن قال غیر ذلک فاولئک ہم الفاسقون فقد مکن ولاۃ الامر بعد محمد العلم ونحن ہم فاسئلونا فان صدقناکم فاقروا وما انتم بفاعلین اور وجہ اسکی یہہ ہی کہ اول تو استخلاف جو مقید بقید فی الارض ہوا وسکا اطلاق جب تک سلطنت وتسلط ظاہری فی الارض حاصل نہو نہین ہو سکتا دوسری یہہ کہ کلمات آیہ خود حکومت ظاہری کو مستلزم ہو رہی ہین کہ ان کا حصول بدون سلطنت ظاہری کے صرف استخلاف فی العلم سے ممکن نہین ہی علاوہ ازین مخالف اون روایات کے ہی جو سابقاً گذارش ہو چکی ہین جن سے ثابت ہوتا ہی کہ آیت کا نزول امام مہدی کی حق مین ہی اور اس استخلاف سے استخلاف امام مہدی مراد ہی افسوس کہ یہہ حضرات نہ خدا

---

[1] کافی مین امام صادق سے مروی ہی اونسے کسینے آیت سے پوچھا فرمایا وہ ائمہ ہین اور امام باقر سے مروی ہی بتحقیق اللہ تعالی نے اپنی کتاب مین بعد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے خاص امامون کیلیے فرمایا - وعد اللہ الذین آمنوا منکم الخ حق تعالی فرماتا ہی کہ خلیفہ بناؤنگا مین تمکو اپنی علم اور دین اور عبادت کیواسطی تمہارے نبی کے بعد جیسا خلیفہ بنایا آدم کے اوصیاء کو اونکے پیچھے یہانتک کہ اوس کے پیچھلا نبی مبعوث ہو - میری عبادت کرینگے اور کسیکو میرا شریک نہ کرینگے فرمایا میری ایمان کے ساتہہ پرستش کرینگے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کوئی نبی نہین ہی جو اسکے سوا کہے وہ فاسق ہین بتحقیق تمکین دی ولاۃ امر کو بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مین اور وہ ہم ہین پس ہم سے پوچھو اگر ہم تمسے سچ کہین تو اقرار

ورسول سے ڈرتی ہین نہ ائمہ سے حیا و شرم فرماتے ہین اور جو دل چاہتا ہے جسمین اپنی مخلصی
ونجات کی ابحاث علماء سے صورت دیکھتی ہین خدا ورسول وائمہ پر افترا باندھتی ہین دوسری
یہہ کہ حق تعالے شانہ نے اس وعدہ کو مومنین عاملین صالحات کی ساتھہ فرمایا ہے اور
قاعدہ مسلمہ ہے کہ حکم جو علی المشتق علیہ ماخذ پر دلیل ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ کمال ایمان اور غایۃ
صلاح فی العمل استخلاف موعود کے علت واقع ہے اور بنا بریں بدیہی ہے کہ جس موعود
خداوندی کا موقوف علیہ اور جسکی علت ایمان اور اعمال صالحہ ہونگی وہ امر خیر اور حق اور راشد
محض ہوگا اور خداوند تعالے کے نزدیک مرضی اور پسندیدہ ہوگا تو جب استخلاف کو
بھی حق تعالی نے ایمان اور اعمال صالحہ کے ساتھہ منوط مربوط فرمایا ہے تو یہہ استخلاف
استخلاف حق اور پسندیدہ جناب باری جل وعلا شانہ ہوگا۔ تیسری یہہ کہ حق تعالی شانہ
نے اس آیت شریفہ مین صرف استخلاف ہی کا تو وعدہ نہین فرمایا کہ اوسکو سلطنت ملے
اور یہی تحصیل کرنیکی گنجایش ہے بلکہ اوسکی ساتھہ یہہ بھی وعدہ فرمایا کہ اوسکی ساتھہ مین
ہم اوس دین کی بھی تمکین اونکو دینگی جو دین کہ ہمارے نزدیک مرضی اور پسندیدہ
ہے اور یہہ وعدہ فرمایا کہ ہم اونکی خوف کو جو کفار و منافقین سے لاحق حال ہے امن
کی ساتھہ بدل دینگی اب ان وعدوں سے صاف ظاہر ہے کہ جو استخلاف کہ ان فوائد کو مثمر و منتج ہوگا
یقیناً خلافت حقہ ہوگی اسکی بعد بطور اخبار کے فرمایا کہ جب استخلاف بیدہ وعدہ غیب سے
منصہ ظہور پر جلوہ گر ہوگا اور اوسکی ثمرات و نتایج کمال تمکین دین اور زوال خوف اور حصول
امن تام عالم مین شیوع پذیر ہونگی تو لوگ میری عبادت مین مشغول ہونگی اور کسیکو
میری شریک نہین کرینگی تو معلوم ہوا کہ وہ وقت ایسا وقت ہوگا جسمین شریعت
کامل طور پر مروج اور شایع ہوگی اور یہی ہے کہ جو خلافت اسکو متضمن و مشتمل ہوگی
وہ راشدہ اور حقہ ہوگی۔ اسکی بعد ارشاد ہوا کہ ومن کفر بعد ذلک فاولئک
ہم الفاسقون یعنی بعد اس نعمت عظمی کے جو شخص اسکا کفران کرین پس وہ ہی

فاسق ہین ظاہر ہی کہ حق تعالے شانہ نے اوس ہی انکار و کفران اور اوسپر یورش و
طغیان کو کمال فسق سے تعبیر فرمایا جس سے اوسکا بڑی نعمت اور کمال احسان
خداوندی ہونا مفہوم ہوتا ہی اسیلیے موقع امتنان مین اوسکو بیان فرمایا پس اگر یہہ
خلافت محض سلطنت اور خلافت جابرہ ہو تو اوسکا انکار تو بجای خود عند الشیعہ واجب و
اوراوسکی نقض کی تدابیر لازم و متحتم مین چہ جائیکہ خداوند تعالے اوسکو موقع امتنان مین
بیان فرمادی اور اوسکی انکار کو فسق سے تعبیر فرمادی تو اس سے صاف صریح طور پر معلوم ہوا
کہ جب یہہ استخلاف اسقدر پسندیدہ جناب باری ہی کہ اوسکو موقع احسان و امتنان
مین بیان فرمایا اور اوسکی انکار کو فسق کے ساتھہ تعبیر فرمایا تو وہ استخلاف کمال حقیت و رشد
کی ساتھہ متصف ہوگا - چوتھی یہہ کہ حق تعالے شانہ نے اس استخلاف کو اپنی ذات
پاک کیطرف منسوب فرمایا ہی کہ ہم خلیفہ بناوینگی اور ہم تمکین دینگی اور ہم تبدیل خوف کی
امن کے ساتھہ کرینگے اور جب اسکا متکفل خود خداوند کریم ہوا اور اسکا ذمہ دار ہوا
پہر اوسنی جب وعدہ پورا کیا اور خلیفہ بنایا اگر وہ خلافت جابرہ تہی تو یہہ فعل خداوند تعالے
کا قبیح ہوا تعالے عن ذالك علوا كبيرا پس علے مذہب الشیعہ صدور قبیح نسبت جناب
باری لازم آیا و ہو محال تو معلوم ہوا کہ یہہ استخلاف سلطنت و خلافت جابرہ نہوگی بلکہ امامت
حقہ و خلافت راشدہ ہوگی - علامہ طوسی تجرید مین لکہتی ہین[1] واستغنائه وعلمه یدلان
علی انتفاء القبح عن افعاله اسکی بعد گزارش ہی کہ جب خداوند تعالے نے خلیفہ بنانیکا
وعدہ فرمایا تو لامحالہ یہہ وعدہ واقع ہونیوالا ہی اب باقی رہا یہہ امر کہ یہہ وعدہ کس زمانہ مین
واقع ہوا اور موعود لہم اس وعدہ کی کون ہین اور یہہ خطاب کسکو ہی سو اسمین تین احتمال
ہین ولا رابع لہا باتفاق الفریقین - احتمال اول یہہ ہی کہ اس وعدہ کا وقوع زمانہ

[1] اور اوسکی بے پروائی اور اوسکا علم اوسکی افعال سے برائی کے دور ہونے پر دلالت
کرتے ہین - ۱۲

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ
اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ - اور نیز اوسکو فتح کے ساتھہ تعبیر فرمایا ہی
وَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا - اور اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ - تو اس سے بشرط
ذوق سلیم صاف سمجھہ مین آتا ہی کہ یہہ واقعہ دوسرا ہی - ثالثاً ممکن ہی کہ اِس آیت کا
نزول بعد فتح مکہ کے ہو - رابعاً مسلمنا کہ نزول اس آیت کا قبل فتح مکہ کی ہی تاہم
عند الشیعہ فتح مکہ پر حمل کرنا صحیح نہین ہے کیونکہ اس صورت مین وعدہ استخلاف کو الذین
اٰمنوا وعملوا الصلحت کے ساتھہ مقید کرنا اور تخصیص موعود لہم کے اہل ایمان و صلاح کی
ساتھہ کرنا بالکل لغو ہوگا - اور قید الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت کی سراسر فضول ہوگی کیونکہ
حسب تصریحات قوم یہہ امر بخوبی ثابت ہی کہ بعد کفار مکہ کے استخلاف جیسا کہ کاملین
فی الایمان اور عاملین صالحات کو نصیب ہوا اوس سے زیادہ اون صحابہ کو نصیب ہوا
کہ بزعم شیعہ بدتر از کفار تھی نعوذ باللّٰہ من ذلک اور اگر سب مومنین اور عاملین صالحات
تھی تو حبابا و فاق ہم بھی یہہ ہے کہتی ہین - خامساً ممکن نہین کہ اس آیت کا مورد
فتح مکہ ہو سکی کیونکہ اس آیت مین بعد استخلاف کی جو دو صفتین ذکر فرمائی ہین اونکا
مصداق ہرگز فتح مکہ کا زمانہ نہین ہو سکتا اول ارشاد فرمایا کہ خدا تعالے اونکی لیے دین
پسندیدہ کو متمکن اور راسخ کریگا اور دوسری فرمایا کہ اونکی مطلق خوف کو امن سے
بدل دیگا اور امن تام حاصل ہو جائیگا اور یہہ دونو امر فتح مکہ کے زمانہ مین حاصل نہین ہوئی
کیونکہ جب دو سلطنتین عظیمہ کسریٰ و قیصر کی جو بالکل مخالف اسلام کے تھی پہلو بہ پہلو
لگی ہوئی تھین جنکی ظاہری قوت و شوکت اور عدد و عدد کے مقابلہ مین اہل اسلام کو
کچھہ نسبت نہ تھی تو ابھی دشمنونکی محاصرہ مین جب تک وہ مغلوب نہون اور اونکی شوکت
و عظمت نہ ٹوٹی کیونکر کہا جا سکتا ہی کہ دین کو تمکین و استقرار حاصل ہوگیا اور خوف
امن سے بدل کر امن تام حاصل ہوگیا بلکہ تمام عرب مین بھی اسلام شائع نہین ہوا تھا

حیات جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایام فتح مکہ مین ہوا اور استخلاف سے مراد
استخلاف مومنین کا ہی بجائی کفار کے اور موعود لہم اوسکی مومنین ہین جو اوسوقت
موجود تہی اور اون ہی کو خطاب ہی دوسرا احتمال یہہ ہی کہ اسکی موعود لہم حضرت امام مہدی
رضی اللہ عنہ اور انکی اتباع ہین اور یہہ وعدہ اون ہی کے زمانہ خلافت مین پورا ہوگا
تیسرا احتمال یہہ ہی کہ یہہ خطاب صحابہ حاضرین عند نزول الآیۃ کو ہی اور اوسکی موعود لہم
خلفاء اربعہ ہین رضی اللہ عنہم اور یہہ وعدہ جناب خلفاء اربعہ کی زمانہ خلافت مین پورا ہوچکا ہی
اور خداوند تعالے نے بعد وفات جناب رسالتماب صلوات اللہ علیہ وسلامہ کی آپکی جگہ خلفاء
اربعہ کو خلیفہ بنایا لیکن ان ہرسہ احتمالونمین جہانتک ہم غور کرتے ہین اور اپنی ایمان و انصاف
سے تامل کرتے ہین تو پہلی دونو احتمالونکو غلط پاتے ہین اور تیسری احتمال کو متعین دیکہتے
ہین اگرچہ ابطال احتمال اول پر کسیکو کچہہ چندان تجشم استدلال کی ضرورت نہ تہی کیونکہ
مفسرین و محدثین شیعہ نے اسکو امام مہدی پر محمول کرکے اور اوسکی نزول کا مورد متعین کرکے
خود اس احتمال کو باطل کردیا لیکن چونکہ بعض شیعہ جب شکنجہ انظار علماء اہلسنت مین گرفتار
ہوکر میدان فرار تنگ دیکہتے ہین تو ایسی پوچ احتمال اوردا ہی تو جیہین پیش کرنے لگتے
ہین اسلیئی مناسب ہی کہ مختصراً اس احتمال کے ابطال کیطرف بہی اشارہ کیا جاوی اور ضمناً
و تبعاً اوسکا ابطال بہی عرض اثبات مین لایا جاوی پس واضح ہو کہ ہر دو احتمالات کا
بطلان ایسا واضح و بدیہی ہی کہ اگر ذرا آیت مین تامل کیا جاوی تو انکا بطلان بے تکلف فہم
مین آسکتا ہی احتمال اول کے ابطال کے لیے پس یہہ ہی وجوہ کافی ہین کہ اولاً حق تعالے
شانہٗ نے یہہ وعدہ مومنین کے ساتہہ فرمایا ہی۔ اگر مراد اس سے فتح مکہ ہوتا تو یہہ وعدہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتہہ ہوتا اور تبعاً مومنین بہی اوسمین داخل ہوتے ثانیاً یہہ کہ خداوند
تعالے نے فتح مکہ کو بصورت رؤیا کی دکہلادیا تہا اور چونکہ انبیاء کے خواب بہی
وحی ہوتی ہے تو اسلیئی اوسکا وقوع قطعی ہوتا ہی چنانچہ خداوند تعالے نے ارشاد فرمایا

بلکہ علی عمہم حضرت کی اصحاب اکثر منافقین و کفار و فساق تھی تو ایسی حالت مین کیونکر تمکین
دین اور امن تام حاصل ہوسکتا ہی تو اس سی بداہتہً معلوم ہوا کہ اس آیت کا مورد و فتح
مکہ نہین ہوسکتا - شاید اسجگہ ہماری فاضل مخاطب کو یہہ شبہ واقع ہو کہ حق تعالے شانہٗ
فتح مکہ کے بیان مین بھی فرماتا ہی امنین محلقین رؤسکم و مقصرین لاتخافون جس سے
ثابت ہوتا ہی کہ ایام فتح مکہ مین امن حاصل ہوگیا اور خوف زائل ہوگیا تو اس صورت مین
مصداق و لیبدلنہم من بعد خوفہم امنا کا بھی واقعہ فتح مکہ ہوگا جواب اس
شبہ کا یہہ ہی کہ یہہ شبہ عدم تدبیر اطراف و جوانب کلام اور نظم کے ماقبل و مابعد مین غور
نہ کرنے سی ناشی ہوا ہی ورنہ فے التحقیقت اسمین اور اسمین فرق از زمین و آسمان کا ہی
کیونکہ آیت سورہ فتح مین اسطرح واقع ہے لتدخلن المسجد الحرام انشاء اللہ
امنین محلقین رؤسکم و مقصرین لاتخافون جس سے صاف واضح ہی کہ اسجگہ امن و عدم
خوف دخول مسجد کی قید واقع ہورہی ہے جسکی معنی یہہ مین کہ جو خوف تمکو دخول مسجد
کی وقت کفار مکہ سی بسبب اپنی ضعف و قلت اور کفار کے شوکت و کثرت کے ہوتا وہ خوف
تمکو دخول مسجد حرام کے وقت نہوگا اور اوس خوف سی تم امن ہوگی نہ یہہ مراد ہی کہ تمکو
اوسوقت امن تام اور عدم خوف کامل حاصل ہوجائیگا یہہ تو نہ سمجھ واقع کے اور عقل کے
خلاف ہی جب تک و سلطنتین مخالف ذات قوت و شوکت برابر موجود ہین ہرگز خوف
زائل نہین ہوسکتا اور امن تام حاصل نہین ہوسکتا تو بقرینہ سیاق نظم ماقبل مین ادنے
تامل سے مفہوم ہوسکتا ہی کہ اسجگہ امن و عدم خوف سی وہی مراد ہی جو کفار مکہ سے حاصل
ہوا اور آیت سورہ نور مین ارشاد فرمایا ہی - لیستخلفنہم فے الارض ولیمکنن
لہم دینہم الذی ارتضی لہم و لیبدلنہم من بعد خوفہم امنا اس نظم کے سیاق سی بداہتہً واضح ہی
کہ حق تعالے شانہٗ نے وعدہ فرمایا ہی کہ اللہ تعالے تمکو جانشین فرمائیگا جسکی سبب سی
تمہارا دین تمام ادیان پر غالب ہوگا اور تمہاری دین کو مستقر و متمکن فرمائیگا اور جبقدر

کفر و کفار کی شوکت ہی سب ٹوٹ جائیگی اور تمکو خوف کے بدلے امن مطلق ارزانی فرمائیگا
جنکو تہوڑی سی بہی فہم ہو وہ اس نظم کے سیاق سے اور اطراف و جوانب مین تدبر
کرنے سے سمجہہ سکتا ہی کہ اس آیت شریفہ مین حق تعالے شانہ نے حصول امن اور
زوال خوف کی نسبت ارشاد فرمایا ہی وہ امن تام اور خوف کا ل ہے جو بعد زوال سلطنت
کسری و قیصر کے ہوگا چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکی طرف اشارہ فرمایا
وسیبلغ ملک امتی ما زوی لی منہا پس معلوم ہوا کہ یہہ حصول امن اور زوال خوف دہمیرا ہی
اور وہ امن اور عدم خوف دوسرا اسکو اپنے محمول نہین کر سکتی تو اس موعود کا فتح مکہ پر
حمل کرنا باطل ہوا اور احتمال ثانی کا بطلان بہی نظم کلام سے صاف و صریح ہی کیونکہ
اولاً حق تعالے شانہ نے یہہ وعدہ الذین امنوا کیساتہہ فرمایا ہی جو حقیقۃً جمع ہی اور باعتبار معنی حقیقی جمع کے کم سے
کم اسکی صدق کیلیے تین فرد کا ہونا لابد ہی تاکہ معنی حقیقی جمع کے صادق آوین صاحب معالم الاصول نے لکہا ہی

[1] فائدہ اقل مراتب صیغۃ الجمع الثلثۃ علی الاصح وقیل اقلہا اثنان

بہر کیف اقل مراتب صیغہ جمع کے لیے ایک فرد ہونیکا کوئی قائل نہین پس اگر ایک فرد پہ
محمول کیا جاویگا تو معنی مجازی پر محمول ہوگا اور حمل علی المجاز جب تک حمل علی الحقیقۃ
متعذر نہو جائز نہین ہے اور یہان کوئی قرینہ قائم نہین ہے کہ جو معنی حقیقی سے صارف
ہو صیر ورت الی المجاز کو مقتضی ہو تو اسکا حمل کرنا امام مہدی رضی اللہ عنہ پر جو ایک فرد ہین
جائز نہوا ثانیاً یہہ وعدہ حق تعالے شانہ نے حاضرین عند نزول الایۃ کے ساتہہ فرمایا
چنانچہ ارشاد ۔ وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنہم یعنی خدا نے
وعدہ فرمایا ہے تم مین بعض ان لوگونکے لیے جو مومنین اور عاملین صالحات ہین کہ انکو
اپنے رسول کا جانشین و خلیفہ بناویگا تو یہہ خطاب حاضرین کو ہی اور سابق مین معالم سے
گذارش ہو چکا ہی وما وضع لخطاب المشافہۃ لا یعم بصیغۃ من تاخر عن زمن الخطاب

---

[1] فائدہ صیغہ جمع کے مراتب کا کم درجہ تین ہین اور بعض کہتے ہین دو ہین - ۱۲

اور یہی ہے کہ امام مہدی حاضرین عند نزول السورۃ سے مخفی ہیں اور اونکی خلافت کے حمل کرنے
پر نہ کوئی دلیل دلالت کرتی ہے تو یہ آیت اونکی خلافت پر حسب قاعدہ محمول نہیں ہو سکتی
ثالثاً خداوند کریم جل وعلا شانہ نے اس استخلاف کو اوس استخلاف کے ساتھ تشبیہ دی ہے
جو انبیاء سابقین کے زمانہ میں سنت اللہ جاری تھی کہ بعد انبیاء کے اونکی خلفاء اونکی جانشین
ہوتی تھی اور اونکی شریعت کی ترویج کرتے تھی اور امور ما فیما ندہ نبوت حق تعالے اونکی
ہاتھوں پر پوری فرماتا تھا اور ظاہر ہے کہ جب انبیاء سابقین کے جانشین اونکی بعد
خلیفہ ہوتے تھی اور مہمات خلافت کو سرانجام فرماتے تھی چنانچہ حضرت موسی علیہ السلام
کی بعد حضرت یوشع اونکی خلیفہ اور جانشین ہوئی پس اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کی خلافت آپکی بعد گذرنی دو ہزار سال کے ہو تو قطع نظر اس سے کہ مستلزم نقصان مرتبہ
رسالت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ نسبت انبیاء سابقین ہے تشبیہ ناقص و ناتمام ہوگی
کیونکہ بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جب خلافت راشدہ ممکن نہوئی اور آخر تک فساق
و فجار کا غلبہ رہا حالانکہ انبیاء سابقین کے خلفاء اونکی بعد ہی متمکن ہو گئے تو اس سے بداہۃً
مفہوم ہوتا ہی کہ آپکی قوت نبوت اور مرتبہ رسالت بہ نسبت انبیاء گذشتہ کے کم تھی اگر وس
پانچ سال امام مہدی نے خلافت فرمائی اور ایسی رسول کا جو افضل الرسل ہی تمام زمانہ امتداد
نبوت میں معدودی چند سال کے واسطے ایک خلیفہ کو تمکین عطا ہوئی اور باقی تمام زمانہ نفاق
و شقاق و کفر و فسق سے مملو رہا تو وہ استخلاف کیا وقعت رکھ سکتا ہی اور اون انبیا کے
کیونکر ہم پلہ ہو سکتا ہی کہ جنکی خلفاء و اوصیا اونکی متتابع پیدا ہوئی اور وقتاً فوقتاً تجدید
دین اور احیای شریعت کرتے رہی اور یہ تشبیہ کیونکر تشبیہ تام ہو سکتی ہی اور باقی ائمہ
جب اونکو تمکین ہی عطا نہیں ہوئی اور ہمیشہ خائف و مختفی رہی تو وہ خود ہی میں سے ساقط
ہو گئے کیونکہ اونکا وجود و عدم برابر ہو گیا تو اس تشبیہ سے صاف بداہۃً ثابت ہوا کہ اس
استخلاف سے استخلاف مہدوی مراد نہیں ہے بلکہ وہ استخلاف مراد ہی جو بعد رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے متصلاً متتابعاً ہوا اور خدا تعالے نے اونکو تسلط اور تمکین عطا فرمایا اور اوس سے عالم میں دین شیوع پذیر ہوا اور وہ استخلاف بجز استخلاف خلفاء اربعہ کے اور کوئی نہین اور اوسکی اتصال و قرب پر وہ روایت بھی دلالت کرتے ہی جو صافی مین اسی آیت کے تفسیر مین مذکور ہی۔ وفی الجوامع عن النبی[1] علیہ السلام قال زویت لی الارض فاریت مشارقها و مغاربها وسیبلغ ملک امتی ما زوی لی منها آپنے نحو کی چھوٹے چھوٹے رسائل مین ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ سین استقبال قریب کا فائدہ دیتا ہی جس سے معلوم ہوتا ہی کہ عنقریب اسلام شائع ہونے والا ہی اور یہہ تمام مشارق و مغارب زمین کے جو حضرت کو دکھلائی گئی ہین وہ عنقریب مملکت اسلام مین داخل ہونگی اور دوسری روایت جو صافی مین مروی ہے وہ بھی اسیکا گویا مصداق ہی قال و روی المقداد[2] عنه انہ قال لا یبقی علی الارض بیت مدر ولا وبر الا ادخله الله الاسلام بعز عزیز او ذل ذلیل اما ان یعزهم الله فیجعلهم من اهلها واما ان یذلهم فیدینون لها غرض کہ اس شبہہ سی اس آیت کا امام مہدی کی خلافت پر حمل کرنا صحیح نہوا۔ رابعاً حق تعالے شانہ اس آیت کے خاتمہ پر بعد بیان اس نعمت کی ارشاد فرماتا ہے و من کفر بعد ذلک فاولئک هم الفاسقون یعنی بعد اتمام اس نعمت کے جو لوگ اسکی ناشکری کرین گے وہ فاسق ہین اور اس سے اشارہ اسطرف ہی کہ بعد حصول استخلاف بعض اہل ایمان و صلاح من الصحابة الحاضرین عند نزول الآیة جنکی تعداد حد جمع تک پہونچیگی اور تمکین و استقرار دین اور بعد تبدیل خوف از امن اس نعمت کا کفران واقع ہوگا تو خداوند تعالے شانہ نے

---

[1] تفسیر جامع مین نبی علیہ السلام سے مروی ہی۔ فرمایا سمیٹی گئی میری لیئے زمین اور اسکی مشرقی و مغربی کنارہ دکھلایا گیا اور عنقریب میری امت کا ملک وہانتک پہونچیگا جہانتک میری لیئے سمیٹا گیا ۱۲۔

[2] مقداد سے روایت کی ہی کہ فرمایا زمین پر کوئی گھر مٹی اور نہ اون کا باقی رہیگا۔ مگر اوسمین خدا تعالے اسلام کو داخل کریگا کسی عزیز کی عزت کی ساتھہ یا کسی ذلیل کے خواری کی ساتھہ یا اونکو خدا عزت دیگا کہ اونکو اوسکی اہل مین سی کریگا اور یا اونکو ذلیل کریگا کہ وہ اوسکی مطیع ہوجائینگی ۱۲۔

بطور تخویف اور بصورت تحذیر کے اون لوگونکی وصف کی خبر دی کہ جو مصدر اس کفران نعمت کے ہونگے اور چونکہ خلافت امام مہدی مین اسطرح نہین پایا جائیگا۔ تو اس واسطے اس آیت کو خلافت مہدوی پر محمول نہین کرسکتے اور ظاہر ہے کہ یہہ کفران مخبر بہ زمانہ خلفاء اربعہ رضی اللہ تعالے عنہم مین جسطرح جناب رب العزت عز اسمہ نے خبر دی تھی کہ اول استخلاف ہوگا۔ پھر تمکین دین اور تبدیل خوف ہوگا پھر کفران کے وقوع کیطرف ایما فرمایا تھا اوسیطرح واقع ہوا اول استخلاف ہوکر تمکین دین اور تبدیل خوف واقع ہوئی بعد اوسکے کفران نعمت کا قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے واقع ہوا تو اس سے بداہتہً ثابت ہوا کہ مصداق اس آیت کا خلافت مہدویہ نہین ہوسکتی بلکہ خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم ہی خاص ہے ہمکو اسپر ان دلائل کے بیان کرنیکی کچھہ ضرورت نہین کہ یہہ آیت سوائے خلافت خلفاء اربعہ کی کسی دوسری خلافت پر محمول نہین کیونکہ جناب امیر رضی اللہ عنہ نے خود اسکا فیصلہ فرمادیا اور اسکا قضیہ چکادیا آپنے فرمادیا کہ اس موعدہ کا زمانہ وہی ہے جو خلافت خلفاء کا زمانہ ہے اور اوسکی موعود لہم وہی حضرات خلفاء رضی اللہ عنہم ہین کیونکہ وہ مصداق تمام اوصاف مذکورہ فی الآیت کے ہین اور طرفہ یہہ کہ اوسکو شریف رضی نے نہج البلاغۃ مین نقل فرمایا ہے چنانچہ بعینہ ہم وہ خطبہ شرح نہج البلاغۃ سے نقل کرتے ہین اور جو چند جگہ شارح ابن میثم نے اپنی شرح مین اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے اوسکو نقل کرینگے خطبہ یہہ ہے ومن کلام لہ علیہ السلام وقد استشارہ عمر بن الخطاب فی الشخوص لقتال الفرس بنفسہ ان ھذا الامر لم یکن نصرہ ولا خذلانہ بکثرۃ ولا بقلۃ وھو دین اللہ الذی اظھرہ وجندہ الذی اعدہ وامدہ حتی بلغ ما بلغ وطلع حیث طلع ونحن علی موعود من اللہ واللہ منجز وعدہ وناصر جندہ ومکان القیم بالامر مکان النظام من الخرز یجمعہ ویضمہ فان انقطع النظام تفرق وذھب ثم لم یجتمع بحذافیرہ ابدا والعرب الیوم وان کانوا قلیلا فھم کثیرون بالاسلام عزیزون بالاجتماع فکن قطبا واستدر الرحی

بالعرب واصلهم دونك نار الحرب فانك ان شخصت من هذه الارض انتقضت
عليك العرب من اطرافها واقطارها حتى يكون ما تدع وراءك من العورات اهم
اليك مما بين يديك ان الاعاجم ان ينظروا اليك غدا يقولوا هذا اصل العرب
فاذا اقتطعتموه استرحتم فيكون ذلك اشد لكلبهم عليك وطمعهم
فيك فاما ما ذكرت من مسير القوم الى قتال المسلمين فان الله سبحانه هو
اكره لمسيرهم منك وهو اقدر على تغيير ما يكره واما ما ذكرت من عددهم فانا لم
نكن نقاتل فيما مضى بالكثرة وانما كنا نقاتل بالنصر والمعونة انتهى - اگرچہ اس ارشاد
سے ہمکو بے شمار فواید حاصل ہوتے ہین لیکن بسبب خوف تطویل انسی اعراض و اغماض کرکے
اپنی مدعا کی طرف جسکی ہم درپے ہین رجوع کرتے ہین وہ یہہ کہ جناب امیر نے اس خطبہ
مین زمانہ حصول موعود آیت سراپا ہدایت کو زمانہ خلفاء کا قرار دیا - اور اس دین کو وہ
دین فرمایا جسکا غلبہ موعود ہی اور اس لشکر کو وہ لشکر فرمایا جو اللہ کا لشکر ہی اگرچہ اس
خطبہ سے ہی یہہ مضمون واضح ہی لیکن علامہ ابن میثم کے شرح کبیر سے یہہ مدعا آشکارا
طور پر ثابت ہوتا ہی - ایسی ہم جو کچھہ شارح ابن میثم اس خطبہ کے شرح مین تحریر فرماتے
ہین لکھتے ہین وقوله ان هذا الامر الى قوله للاجتماع صدر الكلام الذي بنى عليه
الراي فقرر فيه اولا ان هذا الامر اي امر الاسلام ليس نصره بكثرة ولا
خذلانه بقلة ونبه على صدق هذه الدعوى بانه دين الله الذي اظهره وجنوده
هم جنده الذي اعده وامده من الملائكة والناس حتى بلغ هذا المبلغ

ف قوله ان هذا الامر سے قوله للاجتماع تک کلام کا صدر ہی تاکہ اسپر رای قائم کری - تو پہلی یہہ ثابت کیا کہ اس امر یعنی امر اسلام کی فتح نہ کچھہ کثرت پر ہی اور نہ اوسکی شکست کچھہ قلت پر ہی اور اس دعوی کے صدق پر اسطرح متنبہ کیا کہ وہ اللہ کا دین ہی جسکو غالب کیا اور اوسکی لشکر اللہ کا لشکر ہے جسکو تیار کیا اور جسکی مدد فرشتون اور آدمیون سے مدد کی یہانتک کہ اس مرتبہ مین پونہچا اور شہر و ملکی کنارہ و نہین نکلا - ۱۲ -

وطلع فی آفاق البلاد حیث طلع ثم وعدنا بموعود هو النصر وا لغلبة وایاک الاستخلاف فی الارض کما قال وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ الآیه وکل وعد من الله فهو منجز لعدم الخلف فی جزء وقوله ناصر جنده یجری مجری النتیجة اذ من جملة وعده نصر جنده وجنده هم المؤمنون فالمؤمنون منصورون علی کل حال سواء کانوا قلیلین او کثیرین ثم شبه مکان القیم بمکان الخیط من الخرز ووجه التشبیه هو قوله یجمعه ویضمه الی قوله ابدا۔ آخر شرح تک جو نہایت طویل و عریض ہی اور اس خطبہ کے شرح کی آخر میں پھر تحریر فرمایا[٥٦] واما ما ذکرت من عددهم الخ فهو ان عمر ذکر کثرة القوم وعددهم فاجابه اسد کیر قتال المسلمین فی صدر الاسلام فانه کان من غیر کثرة و انما کان بنصر الله ومعونته فینبغی ان یکون الحال الآن کذلک فهو یجری مجری التمثیل کما اشرنا الیه فی المثوبة الاولی وعد الله تعالی المسلمین بالاستخلاف فی الارض وتمکین دینهم الذی ارتضی لهم وتبدیلهم بخوفهم امنا کما هو مقتضی الآیة بعینه انتهی اس خطبہ کے الفاظ سے اور شہادت وبیان شارح سے ثبوت حقیت خلافت ایسا عیان ہی کہ اسکی بیان کی حاجت نہیں علاوہ ازین دوسرا خطبہ جو نہج البلاغة مین منقول ہے۔ ومن کلام له وقد شاوره عمر فی الخروج الی غزو الروم بنفسه

[٥] پھر ہم سے وعدہ فرمایا اور فتح اور غلبہ اور ملک مین جانشین کرنا ہی چنانچہ فرمایا وعد الله الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم الآیه۔ اور اللہ کا جو وعدہ ہی وہ ضرور پورا ہوگا کیونکہ اسکی خبر مین خلاف نہیں ہوسکتا اور قوله ناصر جنده نتیجہ کے قائم مقام ہی کیونکہ منجملہ اسکی وعدہ کے اپنی لشکر کی مدد ہی اور اسکا لشکر مومنین ہین تو مومن ہر حال منصور ہین خواہ تہوڑی ہوں یا بہت پہر امام نے مرتبہ کو لڑی کے دہاگہ سے تشبیہ دی اور وجہ تشبیہ قوله یجمعه ویضمه ہی قوله ابدا آخر تک [٥٦] قوله واما ما ذکرت من عددهم الخ وہ یہہ ہی کہ عمر نے قوم کے کثرت تعداد بیان کر کیا تہا تو آپ نے صدر اسلام مین مسلمانون کا قتال یاد دلا کر جواب دیا کہ وہ کثرت سے نہیں تہا بلکہ اللہ کی مدد و اعانت پر تہا تو اب بہی اسی حال پر ہونا لائق ہی تو یہہ قائم مقام

وقد توکل اللہ لاہل ہذا الدین باعزاز الحوزۃ وستر العورۃ والذی نصرہم وہم قلیل لا ینتصرون ومنعہم وہم قلیل لا یمتنعون حی لا یموت انک متی تسر الی ہذا العدو بنفسک فتلقہم فتنکب لا یکن للمسلمین کانفۃ دون اقصی بلادہم ولیس بعدک مرجع یرجعون الیہ فابعث الیہم رجلا مجربا واحفز معہ اہل البلاء والنصیحۃ فان اظہر اللہ فذلک ما تحب وان تکن الاخری کنت ردءا للناس ومثابۃ للمسلمین۔ اسکی شرح میں شارح ابن میثم فرماتے ہیں۔ قولہ وقد توکل اللہ الی قولہ لا یموت صدر لہذہ النصیحۃ والرای فیہ علی وجوہ التوکل علی اللہ والاستناد الیہ فی ہذا الامر وخلاصتہا انہ ضمن اقامۃ دینہ واعزاز حوزۃ اہلہ وکنی بالعورۃ عن ہتک الستر فی النساء ویحتمل ان یکون استعارۃ لما یظہر علیہم من الذل والقہر لو اصیبوا فضمن ذلک سبحانہ ستر ذلک باقاضۃ النصر علیہم وہذا الحکم من قولہ تعالی وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا۔ انتہی بقدر الحاجۃ اس سے صاف ظاہر ہی کہ مصداق اس آیت کا زمانہ خلفاء رضی اللہ عنہم ہی اور اس وعدہ کے موعود لہم خلفاء رضی اللہ عنہم ہیں اور انجاز اس وعدہ کا زمانہ خلفاء اربعہ میں ہوا اور مثل آفتاب نیمروز روشن ہے کہ جناب امیر خلافت خلفاء کو حق اعتقاد فرماتے تہی

۲۔ قولہ وقد توکل اللہ سے قولہ لا یموت تک اس رای النصیحت کا صدر ہی جسمیں اللہ پر توکل کرنے اور اسکی طرف سہارا لگانے کے پر متنبہ فرمایا ہے اور خلاصہ اوسکا یہہ ہے کہ اللہ تعالی اس دین کے قائم رکھنی اور دین والونکی عزت دینی کا ضامن ہوا ہی اور لفظ عورت کی ساتھ عورتونکی بے پردگی سی کنایہ کیا اور احتمال ہے کہ یہہ اوسکی لیی استعارہ ہو جو ذلت وسختی انکی پونہچی گے اگر مغلوب ہوں تو خدا تعالے اسکی پردہ پوشی کا ضامن ہوا۔ اپنی مدد کے بہیجنے کی ساتھ اور یہہ حکم قولہ تعالے وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکنن لہم دینہم الذین ارتضی لہم ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا سے ماخوذ ہے ۱۲

اور آپکو یقین تہا کہ جوکچہہ وعدہ خداوند تعالے نے مومنین کے ساتہہ تمکین دین اور تبدیل خوف اور حفظ وحمایت اور غلبہ وصیانت کی فرمائی ہین اون سب کے انجاز کا وقت یہہ ہی زمانہ خلفاء کا ہے اور جوکچہہ مفسرین ومحدثین شیعہ نے اس کے خلافت مہدویہ پر حمل کرنے کی کوشش کیے ہین وہ بالکل اسکی مخالف ہی اور جسقدر توجیہات لاطائلہ اس آیت کے خلافت مہدویہ پر کرنے مین کی ہین وہ سب کہبا ہنثور ہوگئین بلکہ یہہ بھی ثابت ہوا کہ وہ سب تودہ تودہ روایات جو جناب امیر سے دربارۂ شکایت غصب خلافت خلفاء کی نسبت کے گئین ہین وہ سب محض افتراء واختلاق ہین – اور خلافت خلفاء امامت حقہ اور خلافت راشدہ ہی اور حضرات خلفاء امام برحق اور خلیفہ راشد ہین جناب امیر کے اس ارشاد سے تمام شکوک وشبہات وخلجان واحتمالات رفع ہوگیے والحمد للہ علی ذلک **دلیل ثالث ثبوت حقیت خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم** پر وہ خط ہی جو سابق مین بھی نہج البلاغۃ اور اوسکی شرح سے تعبیر بسیر نقل کیا گیا ہی اما بعد فان بیعتی بالمدینۃ لزمتک وانت بالشام لانہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابا بکر وعمر وعثمان علی ما بایعوہم علیہ فلم یکن للشاہد ان یختار ولا للغائب ان یرد وانما الشوری للمہاجرین والانصار فاذا اجتمعوا علی رجل وسموہ اماما کان ذلک للہ رضی فان خرج من امرہم خارج بطعن او بدعۃ ردوہ الی ما خرج منہ فان ابی قاتلوہ علی اتباعہ غیر سبیل المومنین وولاہ اللہ ما تولی ویصلہ جہنم وساءت مصیرا وان طلحۃ والزبیر بایعانی ثم نقضا بیعتی فکان نقضہما کردتہما فجاہدتہما علی ذلک حتی جاء الحق وظہر امر اللہ وہم کارہون فادخل فیما دخل فیہ المسلمون فان احب الامور الی فیک العافیۃ الا ان تتعرض للبلاء فان تعرضت قاتلتک واستعنت باللہ علیک وقد اکثرت فی قتلۃ عثمان فادخل فیما دخل فیہ الناس ثم حاکموا القوم الی احملک وایاہم علی کتاب اللہ فاما تلک التی تریدہا

خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم [illegible] ثبوت [illegible] نہج البلاغہ [illegible] ۱۲

حذ عنا الصبی من اللبن ولعمری ان نظرت بعقلک دون ھواک لتجدنی

ابرأ قریش من دم عثمان واعلم انک من الطلقاء الذین لا یحل لھم الخلافۃ

ولا یتعرض فیھم الشوری وقد ارسلت الیک جریر بن عبد اللہ وھو من اھل

الایمان والھجرۃ فبایع ولا قوۃ الا باللہ - اِس خط سے ثبوت حقیت خلافت خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم

مثل آفتاب کے روشن ہی - اور غایۃ کوشش علماء شیعہ کے اسکی تاویل مین یہہ ہی کہ اسکو دلیل الزامی

کہکر اپنی مذہب کے جان بچاتے ہین اور ظاہر ہی کہ ایسی ایسی واہی اور ہیچ تاویلات بلکہ تحریفات

سی ناموس مذہب گیر ودار علماء سی مصئون ومامون نہین رہ سکتا ع کفی محل ست

کہ ہر لب دریا گردد + چونکہ ہم بحول اللہ وقوتہ اس دلیل کے تحقیقی ہونیکا اثبات اور الزامی ہونیکا

ابطال سابق مین عنقریب کر آئی ہین - ایسی حاجت اعادہ وضرورت تطویل بحث نہین

دیکھتی دلیل رابع نہج البلاغۃ مین ایک خط آپکی شریف رضی نے اپنی عادت

شریفہ کی موافق کلام طویل سے ملتقطاً نقل کیا ہی جسکا عنوان یہہ ہی - ومن کلام

لہ یجری مجری الخطبۃ فقمت بالامر حین فشلوا الخ اِس خطبہ کی خاتمہ کی عبارت

یہہ ہی فنظرت[1] فی امری فاذا طاعتی قد سبقت بیعتی واذا المیثاق فی

عنقی لغیری عاقل اِن جملوں کو نظر غور سی دیکھی اور عجیب قدرت خداوندی کا تماشا دیکھے

کری اب سنیے کہ شارح ابن میثم اس سے واضح تر ارشاد فرما رہی ہین اونکی عبارت نقل

کرتا ہون قولہ[2] فنظرت فی امری الخ فیہ احتمالان احدھما قال بعض

الشارحین انہ مقطوع من کلام یذکر فیہ حالہ بعد وفات الرسول

صلی اللہ علیہ وسلم وانہ کان معھودا الیہ ان لا ینازع فی امر الخلافۃ بل ان

---

[1] مینی اپنی امر مین سوچا ناگاہ میری طاعت میری بیعت سے سابق ہو چکی تھی اور غیر کا میثاق میری گردن مین تہا ۱۲

[2] قولہ فنظرت فی امری الخ اسمین دو احتمال ہین ایک تو یہہ ہی کہ بعض شارحین نے کہا کہ یہہ اوس کلام مین سے مقطوع ہی جسمین رسول اللہ صلی اللہ کے وفات کی پیچھے کا حال اور یہہ کہ آپ سی عہد لیا گیا تہا کہ امر خلافت مین جھگڑا نہ کرین - ۱۲

حصل له بالرفق والا فليمسك فقوله فنظرت في امري فاذا طاعتي قد سبقت
بيعتي اي طاعتي لرسول الله صلى الله عليه وسلم فيما امرني به من ترك القتال قد سبقت
بيعتي للقوم فلا سبيل لي الى الامتناع منها وقوله واذا الميثاق في عنقي لغيري
اي ميثاق رسول الله صلى الله عليه وسلم وعهده الي بعدم المشاقة وقيل
الميثاق ما لزمه من بيعة ابي بكر بعد ايقاعها اي فاذا ميثاق القوم قد لزمني
فلم يمكني المخالفة بعده الاحتمال الثاني ان يكون ذلك في تضجره
وتبرمه من نقل اعباء الخلافة وتكلف مدارات الناس على اختلاف اهوائهم
ويكون المعنى اني نظرت فاذا اطاعة الخلق لي واتفاقهم علي قد سبقت بيعتهم لي
واذا ميثاقهم قد جار في عنقي فلم اجد بدا من القيام بامرهم ولم يسعني عند
الله الا النهوض بامرهم اور اسکے آخر مین لکھا والاول اشهر بين الشارحين عاقل جناب
امیر کی کلام مین تامل کری اور شارح کی تصریح کو ملاحظہ کری اور دیکھی کہ خلافت صدیقیہ کا
ثبوت حقیت اس کلام سے کس وضوح و صراحت و ظہور و بداہت کے ساتھہ ہو رہا ہی بندہ
اوسکو مختصراً عرض کرتا ہی کہ شارح کے بیان سے یہہ معلوم ہو چکا ہی کہ یہہ کلام اوس کلام سے
مقطوع ہی جسمین اپنا وہ حال جو بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوا بیان فرمایا ہی
پہلی عبارت جو شارح نے پڑھائی ہی وانه كان معهودا اليه ان لا ينازع في الامر
لے ہا کہ اگر نرمی سے حاصل ہو جائی فبہا ورنہ باز رہین بیان فرما رہی ہین پس آپکا ارشاد (کہ یعنی اپنی
امر مین سوچا ناگاہ میری طاعت میری بیعت سی سبقت کرچکی تہی) یعنی میری طاعت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے لیی ترک قتال کے اب مین میری بیعت سے قوم کے لیے سابق ہو چکی تو اب
اوس سے باز رہنی کی طرف رستہ نہین ہے اور آپکا ارشاد (اور ناگاہ غیر کا میثاق میری گردن
مین تہا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میثاق اور عہد عدم منازعت مین اور بعض کہتی ہین کہ میثاق وہ ابو بکر کی بیعت
تہی جو بعد واقع کرنے کے لازم ہو گیی تہے یعنی قوم کا میثاق مجھکو لازم ہو گیا تو بعد اوسکی مجھسی مخالفت نہو سکی دوسرا
احتمال یہہ ہی کہ یہہ آپکا ارشاد مہمات خلافت کی بار کے سے دلتنگ اور بیزاری ہین اور لوگونکی مدارت کی تکلف مین باوجود
اختلاف خواہشون کے صادر ہوا اور معنی یہہ ہو کی نینی دیکھا لوگونکا میری طاعت کرنا اور مجہپر اتفاق کرنا اونکی میری ساتھہ بیعت سے م

الخلافۃ بل ان حصل لہ بالرفق والا فلیمسک۔ دلالت کرتے ہیں کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو طمانیت تھی اور معلوم تھا کہ بعد وفات شریف کے خلافت اہل کو حاصل
ہو گی اور چونکہ اوس وقت اہلیت وصلاحیت خلافت چند اشخاص مین دائر تھی جنمین
جناب امیر بھی اس صفت الہیہ للخلافت مین شریک تھے اور حسب تصریح علامہ ابن میثم
کی شرح خطبہ شقشقیہ مین ثابت ہے کہ حضرت امیر کو استشراف الی الخلافت تھا اور دوسرے
بہت جگہ سے بھی شرح نہج البلاغۃ مین یہہ امر ثابت ہے چنانچہ وقت بیعت حضرت
عثمان رضی اللہ عنہ کے فرمایا۔ لقد علمتم انی احق بہا من غیری اور شارح
اسکی شرح مین بطور اعتراض[1] و جواب کے لکھتا ہے فان قلت السوال من وجہین الاول
ما وجہ منافسۃ فی ہذا الامر مع انہ منصب یتعلق بامور الدنیا وصلاحہا
مع ما اشتہر منہ من الزہد فیہا والاعراض عنہا ودفعہا ورفضہا قلت الجواب
عن الاول ان منصب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس منصبا دنیاویا و
ان کان متعلقا باصلاح احوال الدنیا لکن لا لکونہا دنیاویا بل لانہا
مضمار الاخرۃ ومزرعہا الخ تو اس سے صاف ثابت ہے کہ آپکو رغبت واستشراف الے
الامارت تھا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپسے عہد لیا تھا کہ اگر خلافت کسی دوسری کو
حاصل ہو تو منازعت نکرنا کیونکہ جسکو حاصل ہو گی وہ اہل للخلافت ہوگا اور صحابہ غیر اہل کو خلافت
کیلیے ہرگز تسلیم نکرینگے پس جب وہ خلافت حقہ اور امامت راشدہ ہوئی تو اوسکے ساتھ
منازعت ممنوع ہوئی چنانچہ آپنے ارشاد فرمایا لقد علمتم انی احق بہا من غیری

[1] اسجگہ اعتراض دو وجہ سے ہے پہلی یہہ کہ منصب خلافت باوجودیکہ متعلق اصلاح امور دنیا ہے اور آپکا اوس
زہد اور اعراض اور ترک مشہور ہے۔ پہر اوسمین آپکی رغبت کی کیا وجہ ہے پہلے اعتراض کا جواب یہہ ہے کہ رسول اللہ کا
منصب اگرچہ احوال دنیا کی اصلاح سے متعلق ہے تاہم منصب دنیاوی نہین ہے لیکن اوسکا تعلق دنیا کے ساتھ
بحیثیت دنیاوی ہونے کی نہین ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ آخرت کی کہیتی کے جگہ ہے ۱۲۔

واللہ لاسلمن ما سلمت امور المسلمین شارح اسکی شرح مین لکھتا ہے[1] وفیہ اشارۃ الی ان غرضہ من المنافسۃ فی ھذا الامر ھو صلاح حال المسلمین واستقامۃ امورھم وسلامتہم عن الفتن وقد کان بھم ممن سلف من الخلفاء استقامۃ امرالخ ما قال۔ تو آپنے خلافت کو اوسی شرط کے ساتھہ تسلیم کیا کہ جو شرط خلافت راشدہ کی ہی گویا یہہ فرمایا کہ اگر یہہ خلافت راشدہ ہوگی تو تسلیم کرونگا ورنہ نہین اور اگر مطلقاً عدم منازعت کا عہد لیا گیا ہتا تو یہہ آپ کا ارشاد معاذ اللہ سراسر لغو ہوگا اور خلاف وصیت رسول کے ہوگا اور یہہ ہی وجہ ہی کہ آپنے زمانہ خلفا مین منازعہ ومناقشہ نہین فرمایا اور امیر معویہ کے ساتہہ منازعہ فرمائی اور فتنہ کا کچہہ خوف نفرمایا۔ اگر مطلقاً عدم منازعہ معہود ہتی تو آپ کا یہہ مناقشہ امیر معویہ کے ساتہہ صراحۃ خلاف معہود ہی اور باعث ثوران فتن تو اگر خوف فتن کی وجہ سی خلفا کے ساتہہ ترک منازعہ کی تو یہان ظاہر وقوع فتن ہتا تو معلوم ہوا کہ آپنے عدم منازعت اسی وجہ سی نہین فرمائی کہ وہ خلافتین راشدہ نہین اور حضرت کا ارشاد ہی عدم منازعہ کی بابت گویا مشروط اسی شرط کے ساتہہ ہتا کہ اگر امور مسلمین سلامت رہین تو عدم منازعت معہود ہی یعنی اگر خلافت راشدہ ہو تو عدم منازعت معہود ہی حاصل یہہ ہی کہ انکی استشراف کی وجہ سی عہد عدم منازعہ لیا گیا ہت اور اصل یہی کہ جو خلافت واقع ہوگی وہ راشدہ ہوگی اوسکی ساتہہ منازعہ نکرنا اور اوسکی تنقص کے تدابیر نکرنا بلکہ تمہاری لیی اگر اوسکا حصول بالرفق ہوسکی تو فبہا کیونکہ منجملہ صالحین للخلافت کی ایک آپ ہی ہین اور اگر حصول اوسکا بالرفق نہو اور اہل حل وعقد آپسے بیعت نکرین بلکہ کسی دوسری سی بیعت کرلین تو اوسپر منازعت سے باز رہنا چاہیی اور اس عبارت سی یہہ بہی صریح مستفاد ہی کہ اوسوقت تک خلافت کامل حصول

[1] اور اسمین اسطرف اشارہ ہی کہ آپکی غرض خلافت مین رغبت سی مسلمانونکی حال کی درستی اور اونکی کامونکی استقامت اور اونکی فتنوںسی سلامتی تہی اور گذشتہ خلفا کی لیی بہی استقامت اور درستی امر کی حاصل تہی۔ ۱۲

جناب امیر کو نہین ہوا اتنا ظاہر ہی کہ ضمیر حصل کے امر خلافت کیطرف راجع ہی اور یہہ جملہ مدخول ان شرطیہ کا ہی جو باعتبار اپنی اصل وضع کی مشکوک پر داخل ہوتا ہی معنی یہہ ہوئی کہ اگر تمہاری لیے حصول امر خلافت بسہولت ہوسکی تو فبہا اور اگر حصول نہو۔ تو منازعت سے باز رہنا چاہیے۔ غرض حصول امر خلافت حضرت کی لیے مشکوک ہی اور موقوف اس پر ہی کہ اگر بیعت اہل حل وعقد کے آپکی ساتھ واقع ہو گی تو حصول خلافت ہوگا ورنہ نہین تو اس سے صاف منصوصیت خلافت جناب باطل ہو گی اور حصول امر خلافت کا دارمدار بیعت اہل حل وعقد پر ہوا خیر یہہ ایک جملہ معترضہ تھا جو درمیان مین مذکور ہوا اصل مقصود یہہ ہی کہ اس عبارت سے بانضمام عبارت خطبہ ثانیہ واللہ لاسلمن ما سلمت امور المسلمین مثل آفتاب روشن ہی کہ عہد عدم منازعۃ صرف اسوجہ سے تھا کہ جو خلافت واقع ہوگی وہ خلافت راشدہ اور امامت حقہ ہوگی اور اسکی ثبوت سے جو آفت کہ مذہب شیعہ پر واقع ہوئی بے پایان اور اوسکا بیان خارج از حد امکان ہی اسکی بعد دوسرا جملہ جو جناب امیر کی کلام مین ہی نہج البلاغۃ مین مذکور ہی یہہ ہی فنظرت فی امری فاذا طاعتی قد سبقت بیعتی یعنی بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مینی اپنی امر مین تامل کیا اور سوچا تو ناگاہ میری طاعت میری بیعت سے سبقت کرچکی تھی اس جملہ کی ترکیب ملاحظہ سے واضح ہے کہ لفظ طاعتی اور بیعتی مین مصدر مضاف طرف یاء متکلم ہو رہا ہی اور اسمین دو احتمال ہین اول یہہ کہ مصدر مضاف الی المفعول ہو اور اوسکا فاعل محذوف ہے اور دوسرا احتمال یہہ ہی کہ مصدر مضاف الی الفاعل ہوا اور مفعول محذوف ہو احتمال اول چند وجوہ سے باطل ہے اولاً یہہ کہ اضافت الی المفعول خود قلیل ہی چنانچہ رسائل نحو مین مذکور ہی شرح جامی مین ہی وقد یضاف[1] ای المصدر الی المفعول سواء کان مفعولا بہ

[1] کبھی مصدر مفعول کیطرف مضاف ہوتا ہی خواہ مفعول بہ یا ظرف یا مفعول لہ ہو فاعل کے بہ نسبت قلیل طور پر۔ ۱۲

اوظرفا او مفعولا لہ علی قلة بالنسبة الی الفاعل اور رضی شرح کافیہ صفحہ ۱۵۹ مین لکہا ہی
وانما یضاف الی المفعول اذا قامت القرینة علی کونہ مفعولا امابمجی تابع لہ
منصوب حملا علی المحل نحو اعجبنی ضرب زید الکریم او بمجی الفاعل بعدہ صریحا
کقولہ ؎ امن رسم دار مربع ومصیف لعینیک من الشوق وکیف او بقرینة
معنویة نحو اعجبنی اکل الخبز۔ توجب یہہ قلیل ہے تو اسکو کثیر الاستعمال پر بلاضرورت داعیہ
بلاقرینہ ترجیح دینا باطل ہے۔ ثانیاً یہہ کہ حسب تصریح شارح جب اس کلام کو اوس حال کے
بیان پر محمول کیا جاوی جو بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوا تو بالکل واقع
کی اور سیاق کلام کے مخالف ہوگا کیونکہ بعد وفات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سبقت
طاعة الناس لہ علی البیعت واقع ہوئی ہی نہین اور حذف مثل عنداللہ وغیرہ کو تسلیم کرنا
خود خلاف ظاہر و خلاف اصل ہی۔ ثالثاً ظاہر ہی کہ یہہ کلام بطور تحسر کے صادر ہوئی اور
ظاہر ہی کہ اضافة الی المفعول کی صورت مین تحسر و تحزن کی کوئی وجہ نہین کیونکہ جناب کے
مطاع ہونے مین جسکی طرف خواہش و اشتراف تہا کیا تحسر لاحق ہوسکتا ہی ہان جبکہ
اضافت الی الفاعل ہو اور آپ مطیع ہون تو اوسوقت تحسر کا اظہار زیبا اور شایان ہی
رہیگا۔ اگر اس عبارت کو جناب امیر کے اوس تحسر پر محمول کیا جاوی جو مدلول احتمال ثانی کا ہی
کہ آپ نے اپنی زمانہ خلافت مین اعبار خلافت کے ثقل سے دلتنگ ہوکر یہہ فرمایا تو یہہ وجہ بہی
اوس سے بہی زیادہ واہی ہی بین شارحین اشہر نہین پس بوجوہ مذکورہ ثابت ہوا کہ لفظ طاعتی
اور بیعتی مین اضافت مصدر کی الی الفاعل ہے اور اضافت الی المفعول نہین ہی چنانچہ
شارح ابن میثم بہی اسیکا قائل ہوا ہی کہ مصدر مضاف الی الفاعل ہے اور مفعول محذوف ہی لیکن

لہ جبکہ اوسکی مفعول ہونے پر قرینہ قائم ہو یا کوئی اوسکا تابع منصوب حملا علی المحل نہ آجائی جیسا اعجبنی
ضرب زید الکریم یا فاعل اوسکی بعد صریح واقع ہوجائی جیسا قول شاعر مین یا کوئی قرینہ معنویہ ہو جیسا
اعجبنی اکل الخبز ۱۲

اب گفتگو اس مین ہی کہ دو نو معصیةً نکی لیی مفعول کیا محذوف ہی سو آمین تو ہمارا اور شارح ابن میثم کا اتفاق ہی جو لفظ بعیتی کا مفعول محذوف کیا ہی شارح فرماتا ہی فاذا طاعتی قد سبقت بیعتی للقوم فلا سبیل الی الامتناع منہا اور ہم بھی یہہ ہی کہتی ہین کہ جب بیعت اہل حل و عقد سی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد اور امام برحق ہوگئی تو عموماً حاضر و غائب کو اور اوسکو کہ جسنی بیعت کی ہتی اور جسنی نہین کی ہتی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اطاعت واجب و لازم ہوگئی تو اوسکو آپ فرما رہی ہین کہ مینی اپنی امر مین فکر کیا تو معلوم ہوا کہ اس سی پہلے کہ مین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کرون میرا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اطاعت کرنا سابق ہوچکا ہتا صرف ہماری اور شارح ابن میثم کے درمیان مین درباب اظہار تقدیر مفعول لفظ بیعتی اسقدر فرق ہے کہ شارح صاحب گول سول لفظ قوم کا فرماتے ہین اور صاف لفظ ابی بکر رضہ نہین کہتی اور ظاہر ہی کہ مراد شارح کی لفظ قوم سے ابو بکر ہی ہے چنانچہ جملہ آئندہ کے شرح مین بھی اگرچہ لفظ قوم کا فرمایا لیکن ابو بکر رضہ کا نام نامی بھی لیا جس سے بصراحت معلوم ہوتا ہی کہ قوم سے مراد ابو بکر ہین کیونکہ مطلق قوم کے بیعت کی کچھہ معنی نہین اگر تھی تو بیعت ابو بکر کی ہتی اور شارح بیچارہ معذور ہی ابو بکر کا نام کیونکر لے جانتا ہی کہ تمام مذہب کا استیصال ہوا جاتا ہے لیکن تاہم مجبور ہو کر ایسا لفظ لکھا جو منزلہ نام کہنی کے ہی لیکن لفظ طاعتی کے مفعول مین ہمارا اور شارح صاحب کا باہم فیمابین الجملہ اختلاف ہی شارح صاحب لفظ طاعتی کے مفعول کی تقدیر یہہ نکالتی ہین فاذا طاعتی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما امرنی به من ترك القتال اور ہم یہہ کہتی ہین فاذا طاعتی لابی بکر لاجل انعقاد خلافتہ ولکونہ اماما حقا انکی تقدیر ہے لیکن ہماری تقدیر صحیح ہی اور تقدیر شارح کی خلاف صواب ہی کیونکہ اولاً اس تقدیر سے جو شارح نے پیدا کی ہی اذا مفاجاتیہ انکار کرتا ہی اسلیی کہ اذا مفاجاتیہ کا مدلول تو یہہ ہی کہ وہ

جملہ جو مدخول اذا کا ہی اوسکی مضمون کا حصول بعد حصول مضمون جملہ سابقہ کے بغتۃً
اور فجاءۃً ہوا کرتا ہی اسیواسطی اوسکو مفاجاتیہ کہتی ہین شرح جامی مین ہی یقال فاجأ[1]
الامر مفاجاۃ من فوبہم فجئتہ فجاءہ بالضم والمد اذا القیتہ وانت لا تشعر بہ
خرجت فاذا السبع واقف اسکی مثال رسائل نحو مین مذکور ہی اوس سے بخوبی یہہ مدعا
فہم مین آسکتا ہی اب ہم ما نحن فیہ مین اسکو دیکھتی ہین تو بموجب تقدیر شارح کی حصول
مضمون جملہ کا جو مدخول اذا کا ہی فجاءۃً صادق نہین آتا کیونکہ نہایت بدیہی ہی
کہ جس امر کی نسبت خداوند تعالے کیطرفسے احکام بتاکید نازل ہوئی ہون اور رسول علیہ
الصلوٰۃ والسلام نے اوسکی بابت عہود موثقہ اور مواثیق موکدہ لیی ہون وصیت نامہ
یا مکان و شہادات لکہا گیا ہو کتاب مختوم بخواتیم خاص اسی مطلب کے لیی نازل
ہوئی ہو اور وہ پاس بطور حرز جان موجود ہو تو ایسی حالت مین کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی
عاقل اس امر کا قائل ہو کہ حصول مضمون ایسی جملہ کا جسکا مدلول ایسا موثق و موکد ہی
بغتۃً اور فجاءۃً ہو فہل ہذا الا کذب صراح و مین بواح ہان بموجب ہماری تقدیر
کلام کے البتہ حصول مضمون جملہ ہر فجاءۃً اور بغتۃً ہونا صحیح اور درست صادق
آتا ہی کیونکہ دفعۃً بیعت اہل حل و عقد سے خلافت صدیقیہ منعقد ہوگئی اور ایک
عالم خاص و عام پہ اوسکی اطاعت لازم ہوگئی تو جناب امیر نے اوسکی نسبت فرمایا کہ مینی
اپنی امر مین سوچا تو اچانک اطاعت ابوبکر کو جو ذرا پیشتر لازم نہین تہی اپنی بیعت کرنے سی
پہلی اپنی اوپر لازم پایا پس اس صورت مین یہہ تقدیر اذا مفاجاتیہ کو نہایت چسپان
اور اوسکی ساتہہ نہایت مربوط ہی اور بخوبی حصول مضمون جملہ بطور مفاجات کے
ہوتا ہی ـ علاوہ ازین جسکو فہم کلام کا ذوق صحیح ہے وہ سمجہہ سکتی ہین کہ اسجگہ دو مصدر

---

[1] بولتی ہین فاجاہ الامر مفاجاۃً ماخوذ قول عرب سی فجئتہ فجاءۃً بالضم والمد جب تو اوس سے ملے اور
اوسکو خبر نہو – ۱۲–

مضاف فاعل کیطرف جو بینہما متحد ہی اور وہ ضمیر متکلم کی ہی واقع ہین اور جب وہ متحد فی الحکم
ہین کہ دونو وجوب اطاعت کو مقتضی ہین اور متحد فی الفاعل ہین کہ دونو کا فاعل
متکلم ہے تو اوسکو مناسب اور چسپان یہہ ہی ہے کہ مفعول بھی دونو کا متحد ہو اور یہہ
امر ہماری تقدیر کی صورت مین ہے نہ شارح صاحب کے تقدیر کی تو اس سے ثابت ہوا
کہ تقدیر کلام یہہ ہی فاذا طاعتی لابی بکر قد سبقت بیعتی لہ اور ظاہر ہی کہ لزوم
وجوب اطاعت بدون صحت وحقیت خلافت متصور نہین تو اس سے ثابت ہوا کہ جناب
امیر کے نزدیک خلافت صدیقیہ حقہ اور خلافت راشدہ واجب الاطاعت ہی وہو المطلوب
قطع نظر اس سے اگر ہم صحت تقدیر شارح کو تسلیم بھی کر لین تاہم اوسکا مآل بھی وجوب لزوم
اطاعت ابی بکر ہی کیونکہ شارح کی تقدیر یہہ ہی فاذا طاعتی لرسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فی ترک المنازعة والقتال اور ظاہر ہے کہ اوسکے معنی یہہ ہی ہین فاذا طاعتی لرسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اطاعة ابی بکر[1] اور یہہ بہت بدیہی ہے کہ فاذا طاعتی
لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اطاعة ابی بکر اور فاذا طاعتی لابی بکر[2]
کا مدعا اور مآل ایک ہی ہے پس اس تقدیر مین بھی ہماری اور شارح کی تقدیر مین صرف لفظی فرق ہوا
اور باعتبار معنی کے اتحاد ہی باقی رہا اس امر کا ثبوت کہ اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی ابوبکر رض کی اطاعت کی بارہ مین محض بوجہ مصلحت عدم ثوران فتن تھی یا یہہ کہ یہہ اطاعت
بوجہ حقیت خلافت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تھی سو اسکو ہم بعون اللہ تعالے
ابھی جملہ سابقہ کی شرح مین بیان کر چکے ہین کہ جناب امیر کا خلافت کو تسلیم کرنا اور بیعت
کرنا صرف اسی وجہ سے تھا کہ خلافت کو حقہ اور راشدہ سمجھتے تھے بعد اسکے تیسرا جملہ جو آخر مین
مذکور ہی یہہ ہے واذا المیثاق فی عنقی لغیری یہہ جملہ ثبوت حقیت خلافت مین

---

[1] اچانک میری فرمان برداری رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے لیے ابوبکر کے فرمانبرداری مین [2] اچانک
میری فرمانبرداری ابوبکر کے لیے ۱۲

گویا نص صریح ہی اور شارح نے بھی اس جملہ کی شرح مین اسکو مثبت خلافت تسلیم فرمایا ہی شارح ابن میثم اسکی شرح مین فرماتے ہین قولہ واذا المیثاق فی عنقی لغیری[1] ای میثاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعہدہ الی لعدم المشاقۃ وقیل المیثاق ما لزمنی من بیعۃ ابی بکر بعد ایقاعہا ای فاذا میثاق القوم قد لزمنی فلم یمکننی المخالفۃ بعدہ شارح نے اس جملہ کی دو تقدیرین لکھی اور دو معنی بیان کیے ظاہر و بدیہی ہی کہ اس عبارت کے معنی ثانی جو شارح نے بیان کیے وہ سراسر ہماری مدعا کی مثبت ہین اور قالع اساس تشیع کیونکہ لزوم بیعت ابی بکر رضی اللہ عنہ بجز اسکی ممکن نہین کہ اونکی خلافت حقہ راشدہ ہو کیونکہ بحسب اصول تشیع کی کوئی شخص بجز امام برحق کے واجب الاطاعت نہین اور جو شخص غصبا و عدوانا متقمص خلافت ہو اوسکی اطاعت اوسکی اعانت اوسکی حمایت حرام ہے اور اوسکی اطاعت کرنے والے آثم اور مرتکب حرام کے اور اوسکا خذلان واجب ہی۔ پس جب ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت جناب امیر پر لازم ہو گئی اور یہہ لزوم بنص رسول تھا۔ اور بدون خلافت راشدہ ہونے کی لزوم ہو نہین سکتا تھا تو معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر رض کی خلافت خلافت حقہ اور امامت راشدہ تھی اور اس سے یہہ بھی ثابت ہوا کہ جناب امیر رض اوسوقت نہ خلیفہ تھی اور نہ امام تھی اور اس سے شرائط ثلثہ عصمت و نص و افضلیت بھی بالکل باطل ہو گئی اور خود آپکی علامہ ابن میثم بلکہ شریف رضی بلکہ خود جناب امیر رض نے ان دو جملو مین مذہب تشیع کا استیصال کر دیا علی الخصوص لفظ بعد ایقاعہا جو شارح نے بڑہایا ہی عجب قدرت الٰہی کا تماشا دکھلاتا ہی شارح نے توجیہ قید جس غرض سے لگائی ہی وہ ہر شخص سمجہہ سکتا ہی لیکن وہ بالکل لغو اور

[1] اور ناگاہ غیر کا میثاق میرے گردن مین تہا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد و میثاق عدم منازعۃ مین اور بعض کہتی ہین میثاق وہ ہی جو ابو بکر کی بیعت کا میثاق اوسکو واقع کرنے کی بعد آپ کو لازم ہو گیا یعنی قوم کا میثاق بجبر لازم ہو گیا اور بعد اوسکی مجہے مخالفت نہو سکی ۱۲۔

باطل ہے اگر ہماری محبت بسبب اوسکی در پی ہوئی تو ہم انشاء اللہ تعالیٰ ایسے بدلائل اوسکی ابطالکو
ثابت کر دکہا ئینگی حق یہہ ہے کہ یہہ جملہ ہماری نہایت مفید مدعا ہی اور ہماری نہایت
کار آمد ہی اور تقدیر اس جملہ کی یہہ ہی واذا میثاق بیعتہ ابی بکر بعد ایقاع القوم ۱۲
ایاھا فی عنقی اس سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ بیعت کے انعقاد کا دار مدار بیعت
اہل حل و عقد پر ہی اور شارح نے باعتبار تقدیر اول کے جو اول معنی بیان کئی ہین
وہ غلط ہین چنانچہ اس سے پہلے جملہ کے بحث سی اونکا بطلان بخوبی ثابت ہو چکا ہے علاوہ
اسکی جو پہلے گذارش ہوا کہ لفظ اذا مفاجاتیہ اس تقدیر سے ابا کرتا ہے بعد التماس یہ ہے
کہ اس جملہ کے لیے مقدر و محذوف کی کچھہ ضرورت نہین اور ظاہر ہے کہ حذف و تقدیر کا
ارتکاب اوسی جگہ کیا جاتا ہی جسجگہ بدون حذف و تقدیر کے تصحیح عبارت ممکن نہو علاوہ یہ کہ
حذف خلاف اصل ہے اور یہہ جملہ بجمیع اجزاء المذکورہ تام ہی محتاج کسی خبر کی حذف یا تقدیر
کا نہین ہی کیونکہ اس جملہ کے اصل عبارت اسطرح ہے فاذا میثاق الغیر فی عنقی
اور یہہ خود جملہ تام ہے جو اپنی تامی مین محتاج کسی جز کا نہین بجز اسکی کہ خبر ظرف مستقر ہے
جو محتاج متعلق کا ہی سو اوسکی تقدیر خارج از بحث ہی پس اس عبارت مین بجز تقدیم و تاخیر کے حذف
کا قائل ہونا بالکل بے ضرورت و خلاف اصل و ناجائز ہی تو اس صورت مین معنی صاف و واضح
ہین کہ مینی اپنی امر مین فکر کیا ناگاہ میثاق غیر کا میری گردن مین تہا اور پہلی شارح
کی تصریح سی معلوم ہو چکا ہے کہ لفظ غیر سے مراد قوم ہی جس سے مراد ابوبکر ہین اور بیان
حذف مضاف الیہ یعنی لفظ رسول کا بطلان ثابت کیا گیا تو اسکی معنی یہہ ہوئی فاذا میثاق
ابی بکر من لزوم بیعتہ بعد ایقاع القوم ایاھا فی عنقی فلم یمکننی المخالفۃ
بعدہ اور وہ تقدیر جو شارح نے بیان کی ہے غلط ہو گیی اور دونو جملی باہم خوب

سلہ ناگاہ ابوبکر کا میثاق اوسکی بیعت کے لزوم مین بعد واقع کرنے قوم کے اوسکو میری گردن
مین تو بعد اوسکی مجہسی مخالفت نہو سکی ۱۲—

مرتبط ہوگئی اور انفصا جاتید کے بھی مناسب ہوگیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد
وفات کو بیان حال کے ساتھ بھی نہایت چسپان ہوگیا اور حاصل عبارت یہہ ہوا
فنظرت فی امری فاذا طاعتی لابی بکر قد سبقت بیعتی له واذا المیثاق الغیر
وهو ابو بکر من لزوم بیعته ووجوب طاعته علینا بعد ایقاع القوم ایاها فی
عنقی فلا سبیل الی الامتناع منها ولا یمکننی مخالفتها۔ علاوہ ازین اگر شارح
کی اس تقدیر کو صحیح تسلیم کرلیا جاوی تو بھی ہماری مدعا کی مناقض نہین چنانچہ پہلے
جملہ کے تقدیر مین گذارش ہوچکا ہی بلکہ ہماری مدعا کے موید ہی کیونکہ میثاق رسول اللہ
وعہد ہالے بعد مر المشاقة کا حاصل اور میثاق رسول اللہ فی لزوم بیعة
ابی بکر ولطاعته کا حاصل ایک ہی ہی اور یہہ ہم معنی۔ میثاق ابی بکر فی لزوم بیعته واطاعته
کا ہی بلکہ ذکر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد و میثاق کا اور زیادہ موکد ہوگیا اور ہمارا
دعوی اسکی مبنیہ و برہان ہوا الحمد للہ کہ خود جناب امیر رض کی اعتراف اور آپکی جناب
رضی کے نقل اور جناب شارح ابن میثم کی شرح سے صحت و حقیت خلافت خلفاء ثلاثہ
ہوئی اور جھگڑا چکا۔ **بیت** کیا لطف جو غیر پردہ کھولے + جادو وہ جو سر پہ چڑھکے
بولے + **دلیل خامس**۔ شریف رضی نے نہج البلاغت مین ایک خطبہ نقل کیا ہی جسمین تمام
وہ مناقب و اوصاف بیان فرمائی ہین جنکا مصداق شیخین کے سوا ممکن نہین کہ کوئی دوسرا
شخص ہو خطبہ یہہ ہی ومن کلام علیہ السلام للہ بلاء فلان[۱] فلقد قوم الاود وداوی
العمد اقام السنة وخلف الفتنة وذہب نقی الثوب قلیل العیب اصاب خیرہا
وسبق شرہا ادی الی اللہ طاعته واتقاہ بحقه رحل وترکهم فی طرق متشعبة

[۱] فلان شخص کے آزمایش خدا کے ہی ہی خدا کی قسم لوسنی کجی کو سیدہا کیا اور بیماری کا علاج کیا اور سب کو
برپا کیا اور فتنہ پیچھے چھوڑا اور پاکدامن بے عیب گیا خلافت کی بھلائی کو پہنچا اور برائی سے گذر گیا خدا کی طاعت ادا کی
درتق تقوی ادا کیا لوگونکو ایسی پیچیدہ راہوں مین چھوڑکر کوچ کر گیا کہ اوسمین گمراہ رہ یاب بھٹکا اور ہدایت یافتہ نہ راہ پا سکے

لا یہتدی فیہا الضال ولا یتیقن المہتدی - انتہی بندہ کمترین عرض کرتا ہی کہ ممدوح ان اوصاف مدائح کی یا ابوبکر ہین یا عمر یا رجل ثالث لیکن جائز نہین کہ مراد رجل ثالث ہو کیونکہ جو رجل ثالث کہ مراد ہے یا ابوبکر و عمر سے پہلے ہی یا پیچھے ظاہر ہے کہ پیچھے بجز عثمان رضی اللہ عنہ کی اور کوئی نہین اور ظاہر ہی کہ حضرت عثمان مراد نہین اور نہ کوئی اسکا قائل ہوا تو لامحالہ یہہ ممدوح وہ رجل ہوگا جو ابوبکر و عمر سے پہلے زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین تہا اور اوسی زمانہ مین وفات پا گیا لیکن چند وجوہ سے ممکن نہین کہ یہہ توصیف ایسی شخص کے ہو جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زمانہ مین ہے وفات کر گیا ہو کیونکہ اولا جب تک باوجود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موجود ہی وحی نازل ہوتے ہی لہذا تمام امور وحی خداوندی سے سرانجام پاتے ہین اور خود جناب امیر بھی موجود ہین اور بفضلہ تعالی آپکو بوجہہ قرب و منزلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر امر کے رتق و فتق مین دست اندازی ہے اور بفضلہ تعالے اوسوقت آپ مخذول و متروک بھی نہین ہین تو ایسی حالت مین کیسی ایسی شخص کے جو نہ امام ہو اور نہ بالقوہ خلیفہ راشد ہو ایسی اوصاف کے ساتہہ موصوف کرنا جو خاص امام کے واسطے ہون سراسر کذب و خلاف واقع ہے علاوہ ازین ثانیاً اس خطبہ کی الفاظ خود اس سے ابا کرتے ہین کیونکہ اصحاب خیر و صبق شرہا کی ضمیرین خلافت کیطرف راجع ہین شارح ابن میثم فرماتے ہین والضمیر فی خیرہا و شرہا للخلافۃ وان لم یجر ذکرہا لکونہا معہودۃ او لتقدم ذکرہا - انتہی - اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص موصوف ان صفات کا ہی اوسنی خلافت کو پایا اور بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمات خلافت سر انجام کر کے تمام برائیون سے بچکر اور تمام خوبیون کو سمیٹ کر اپنی ساتہہ لیگیا پس یا شخص بجز حضرت ابوبکر یا عمر رضی اللہ عنہم کے اور کوئی نہین ہوا تو اسسے متعین ہوا کہ وہ رجل جو موصوف ان صفات کا ہی یا ابوبکر رضہ ہے یا عمر رضہ تیسرا شخص

کوئی نہین ہو سکتا - ثالثاً اگر سوای ان دونو کی کوئی تیسرا ہی تو آپکے قطب صاحب
خداوندی اور آپ شہزادین تو سمجھی وہ کون ہے اور اوسکا نام تو لین بہلا جو
ایسا نمودار شخص ہو اور جس کے ایسی اوصاف ہون عقل سلیم کب تسلیم کرتی ہے
کہ وہ ایسا مجہول الاسم و الجسم عنقا صفت ہو کہ جسکو کوئی بھی نہ پہچانے اور کون امر ہے
کہ حضرت امیر نے جو اوسکا نام نہین ذکر فرمایا تو اوسکی وجہ یہی ہوگی کہ بوجہ اوسکی شہرت
کی اوصاف کی ذکر کو نام کے ذکر سے مغنی سمجہا اور صرف اوصاف کی ذکر پر اکتفا
کیا اور جب کوئی آپکو اور آپکے خداوندی صاحب کو ایسا شخص جو موصوف ان اوصاف کا ہو
نہین معلوم ہوتا تو معلوم ہوا کہ یہہ تخیل و وسوسہ ہی اور آپکے قطب صاحب کے مکاشفہ کی غلطی ہی
اگر مصداق ان اوصاف کا حضرات کو دستیاب ہو جاتا تو زمین و آسمان کو باہم ملا دیتے
اور کیسا کچھہ غل شور نہ مچاتے تو معلوم ہوا کہ بجز ابو بکر و عمر رض کے تیسرا شخص موصوف
ان اوصاف کا نہین ہو سکتا ہی رابعاً یہ کچھہ اسی موقع پر منحصر نہین ہی بلکہ جناب
امیر نے بعض اور مواقع مین بھی حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کی قریب قریب ایسی
تعریف و توصیف فرمائی ہے جس سے ثابت ہوتا ہی کہ یہان بھی جناب امیر تعریف و توصیف
انہین کی فرما رہے ہین نہ شخص ثالث کی جیسا کہ آپکے قطب صاحب نے توہم فرمایا چنانچہ
بجواب خط امیر معویہ رضی اللہ عنہ کے تحریر فرماتے ہین جسکو علامہ ابن میثم نے اپنی شرح
کبیر مین نقل کیا ہے وذکرت ان اللہ اجتبی لہ من المسلمین اعوانا ایدہ بہم
فکانوا فی منازلہم عندہ علی قدر فضائلہم فی الاسلام وکان افضلہم فی الاسلام
کما زعمت وانصحہم للہ ولرسولہ الخلیفۃ الصدیق وخلیفۃ الخلیفۃ الفاروق

سلہ اسکا ترجمہ صفحہ ۱۳۰ پر گذر چکا ہی - ۱۲

ولعمری[1] ان مکانهما فی الاسلام لعظیم وان المصاب بهما فی الاسلام لجرح شدید یرحمہما اللہ وجزاہما باحسن ما عملا - انتہی بقدر الحاجت اور یہہ عبارت اوس خطبہ کے شرح مین مذکور ہی جسکا عنوان یہہ ہی ومن کتاب لہ الی معویہ

فاراد قومنا قتل نبینا الخ اس تعریف مین جو حضرت نے قسم کہا کر شیخین کے فرمائی جسکو حضرت رضی نے خطبین سے نکال ڈالا ہی - دو جملہ ایسی جامع ذکر فرمائی ہین جو اوصاف عشرہ مذکورہ سابقہ کو مع شی زاید جامع ہین پس اچہی ہی ہم ان دو نو جملونکی مضمون کو اوس خطبہ کے مضمون سی اور اس مدح و توصیف کو اوس مدح و توصیف سی مقابلہ کر کے دیکہتی ہین اور موازنہ کرتے ہین پس اس خط مین پہلا جملہ اس خط کا ان مکانہما فی الاسلام لعظیم ہی اور دوسرا جملہ - وان المصاب بہما فی الاسلام لجرح شدید ہی ظاہر ہی کہ ہر شخص مع علی الخصوص خلیفہ کے دو حالتین ہین ایک یہہ کہ اوسکا معاملہ خدا کے ساتہہ جو اپنی ذاتی امور مین ہو مثل تقوی و صلاح اعمال و ادای طاعات و عبادات بجا آوری حقوق اللہ مین ہوگا دوسرا یہہ کہ اوسکا معاملہ عباد کے ساتہہ اونکی حقوق کے بجا آوری کے متعلق ہوگا جناب امیر نے اپنی دو نو جملو مین دو نو امر دنکو جمع فرمایا اور دو نو حقوق کے ادا کرنے کی نسبت ایسی مدح و توصیف فرمائی جو اعلی درجہ کی ہے اور جو حق تعریف کا ہی پہلا جملہ ان مکانہما فی الاسلام لعظیم اگرچہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے بجا آوری کو شامل ہے لیکن ہم علی سبیل التنزل لکہتی ہین کہ اس سے مراد اونکی عظمت مکانی فی الاسلام صرف باعتبار بجا آوری حقوق اللہ اور کمال تقوی ہے چنانچہ ارشاد ہی - ان اکرمکم عند اللہ اتقکم اور دوسرا جملہ ان المصاب بہما فی الاسلام لجرح شدید بصراحت انکی مدح باعتبار کمال بجا آوری حقوق العباد کے بیان کر رہا ہی یہانتک کہ اون پر مصائب ہونا کا واقع

---

[1] اسکا ترجمہ صفحہ ۱۳۳ پر گذر چکا ہے ۱۲-

ہونا یعنی اونکا وفات پانا اسلام مین سخت زخم ہی یا یون کہی کہ ہر خلیفہ کے دو حالتین ہوتی
ہین ایک زمانہ حیات کے کہ جو اسکے زمانہ حیات مین خیرات وحسنات کا حقوق اللہ اور
حقوق العباد کو بجا لاکر ذخیرہ جمع کرے دوسری یہہ کہ بعد اوسکی وفات کے امت مین اوسکی
وفات کا کیا اثر پیدا ہوا اور اوسکی فقدان سے امت کو کیسا صدمہ پونہچا پس ظاہر ہی کہ پہلا
جملہ زمانہ حیات کے حسنات کو حقوق اللہ اور حقوق العباد سی واشگاف بیان کرتا ہی
جسکا حاصل یہہ ہی کہ اونسی ایسی اعمال حسنہ ظہور پذیر ہوئی جو اونکی باعث عظمت مرتبہ کے
عند اللہ تعالے ہوگئی اور دوسرا جملہ واقعات بعد وفات کو پکار کر کہہ رہا ہی کہ اونکی وفات
کی سبب سے اسلام کو سخت زخم پہونچ گیا ہی چنانچہ مشاہدہ ومحسوس ہی عیان را چہ بیان
کہ شیخین کے انتقال سے اسلام کو ایسا سخت زخم پونہچا جو پھر مندمل نہوا اب ہم ان
دو جملونکی مضمون کو باعتبار پہلے دو حالتونکی اوصاف عشرہ سابقہ سے مقابلہ ومواز نہ
کرکے دیکھتی ہین تا ثابت اوصاف معلوم ہوتا ہی کہ اوصاف عشرہ مین سے پہلا وصف خلق اللہ
کی ایکو حاج اور کجی کو سیدہا کرنا اور دوسرا وصف اپنی مواعظ بالغہ کے ساتھہ امراض
نفسانیہ عباد کا معالجہ اور علاج کرنا۔ تیسرا وصف سنت نبوی کا قائم کرنا جبکہ اوس سے
مراد ہو کہ خود موافق سنت کے عمل کرنا۔ چہٹا وصف دنیا سی قلیل العیب رخصت ہونا
یعنی معاصی قلیلہ کے ساتھہ جانا قلت کا لفظ اسی واسطے فرمایا ہی کہ معصوم نہتی آٹہوان
وصف خداوند تعالے کے پوری طور پر بندگی بجالانا نوان وصف اتقا کرنا خدا
تعالے کے حقوق کے ساتھہ اور اوسکی حقوق کو اوسکی عقوبت کے لحاظ سی بجالانا یہہ
چہہ اوصاف گویا اوس جملہ کے شرح اور تفصیل ہین جو اس خط مین اول مذکور ہوا یعنی
ان مکا بنکا مع الاسلام بعظیم جمیلاً ان سب صفونکا جامع ہے اور تیسرا وصف
اگر اوس سے مراد یہہ ہو کہ سنت نبوی کا لوگونمین جاری کرنا اور لوگونکو اوسکا پابند کرنا
اور عامل بالسنت بنانا اور چوتہا وصف فتنہ کو پیچہی چہوڑنا پانچوان وصف دنیا سی

پاک صاف لوگونکی مذمت لینے اپنی حقوق کی نسبت جانا ساتوان خلافت کے بھلائی عدل و انصاف و اقامت دین حاصل کرنا اوسکی شرور یعنی فتن اور خونریزی سے محفوظ رہنا دسوان ایسی حالت مین دنیا سے رخصت ہونا کہ بعد مین لوگ جہالتونکی پیچیدہ رستونمین گمراہ ہوگئی ہون کہ جن مین گمراہ کو راہ پانے دشوار ہو اور راہ یاب کو اپنی راہ یابی پر پورا اعتماد نہو یہ پانچون وصف متعلق حقوق العباد کے ہین اور گویا شرح جملہ ان المصائب لھما فی الاسلام لجرح شدید کی ہین بلکہ چوتھا اور دسوان وصف تو گویا اس جملہ کا ترجمہ اور مرادف ھی ہی چنانچہ ظاہر ہے ہمنی بخوف تطویل اجمالاً ذکر کردیا ہے اور تفصیلاً ہر ایک وصف کو جداگانہ اوسکی شرح کرکے جملہ کے الفاظ سے انطباق کرکے نہین بیان کیا اگر ایسا کیا جاتا تو زیادہ طوالت ہوتی اہل فہم خود سمجھ لینگے کہ اگر جملہ اوصاف عشرہ مذکورہ سابقہ کو دونو جملونکی ساتھہ باعتبار دو مدعی دونو احتمالونکی مقابلہ کرتے ہین تو واضح ہوتا ہے کہ جملہ اولی اس خطبہ کا ان مکانھما الخ ممدوح کے اون اعمال حسنہ کی جو اپنی زمانہ حیات مین بجا آوری حقوق اللہ یا حقوق العباد سے کی ہی گویا تصویر کھنچی ہوئی ہے اور جملہ ثانیہ ان المصائب لھما الخ اون حالات اور واقعات کو ظاہر کر رہا ہی جو ممدوح کے وفات کے بعد پیش آئی اور اون صدمونکی خبر دی رہا ہی جنکی سبب سے ممدوحین کے انتقال کے بعد اسلام زخمی اور مجروح ہوگیا اور یہہ ہی دونو امر ہین کہ جنکی شرح اور تفصیل اوصاف عشرہ مین مذکور ہی چنانچہ پہلا وصف اور دوسرا اور تیسرا اور پانچوان اور چھٹا اور ساتوان اور آٹھوان اور نوان جملہ اولی کی شرح ہے جنمین اون حسنات کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ ممدوح اپنی زمانہ حیات مین بجا آوری حقوق اللہ یا حقوق العباد سے کر کے عظمت مرتبہ خدا تعالی کی نزدیک پیدا کر کے لیگیا اور چوتھا اور دسوان وصف جملہ ثانیہ کی شرح ہے اور ان مین اون مصیبتونکا بیان ہی کہ جو وفات ممدوح کے سبب سے اسلام اور اہل اسلام کو ہوئی غرض یہہ تفصیل ہے یہہ اجمال اگرچہ پوری طور سے مطابق ہین تو اس تقریر سے ثابت ہوا

کر مدح و ثنا کسی تیسری شخص کے نہیں بلکہ یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہی یا جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی۔ خاصتاً علامہ ابن میثم نے بھی اسکو ترجیح دی ہی کہ موصوف ان اوصاف کا یا ابوبکرؓ ہے یا عمرؓ بلکہ اپنی رای مین حضرت ابوبکرؓ کو بہ نسبت جناب عمرؓ کی ترجیح دیتا ہی ہم علامہ کی کلام اوسکی شرح کبیر سے نقل کرتے ہین اہل عقل و انصاف ملاحظہ فرمائین والمنقول ان المراد بفلان عمر وعن القطب الراوندی انه انما اراد بعض الصحابة فی زمن الرسول صلی الله علیه وآله وسلم ممن مات قبل وقوع الفتن وانتشارها وقال ابن ابی الحدید ان ظاهر الاوصاف المذکورة فی الکلام یدل علی انه اراد رجلا ولی امر الخلافة قبله لقوله قوم الاود وداوی العمد ولم یرد عثمان لوقوعه فی الفتنة وتشعیبها بسببه ولا ابابکر لقصر مدة خلافته وبعد عهده عن الفتن وکان الاظهر انه اراد عمر واقول ان اراد به ابابکر تبغی اشبه مراداته لعملها ذکره فی خلافة عمر وذمها به فی خطبتها المعروفة بالشقشقیة کما سبقت الاشارة الیه انتهی بقدر الحاجة اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ شارح کے نزدیک لفظ فلان سے سوائی ابوبکرؓ و عمرؓ کے شخص ثالث کا مراد ہونا مرجوح ہے کیونکہ اول بطور نقل کے بیان کیا کہ مراد لفظ فلان سے عمر بن قطب راوندی

ف اور منقول یہی ہی کہ مراد لفظ فلان سے عمر بن خطاب ہی اور قطب راوندی سے منقول ہی کہ طرف بعض صحابہ زمانہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ جو فتنوں کی واقع ہونے اور پھیلنے کے پیشتر انتقال کر گیا مراد رکھا ہی اور ابن ابی الحدید نے کہا کہ ظاہر اوصاف اسپر دال ہین کہ وہ شخص مراد ہی جو آپ سے پہلے امر خلافت کا متولی ہوا بسبب اس قول کے کجی کو سیدھا کیا اور بیماری کا علاج کیا۔ اور عثمان تو مراد نہین ہے کیونکہ وہ فتنوں مین پڑا اور اسکے سبب سے فتنے پھیلے اور ابوبکر بھی بسبب کمی مدت خلافت اور بسبب دور ہونے زمانہ خلافت کے فتن سے مراد نہین ہے تو گویا اظہر یہ ہی کہ عمر بن خطاب کو مراد رکھا۔ اور مین کہتا ہون ابوبکر کو آپ کا مراد رکھنا بہ نسبت عمر کے زیادہ مشابہ ہی کیونکہ خطبہ شقشقیہ مین خلافت عمر کی مذمت کی ہی چنانچہ اوسکی طرف اشارہ گذر چکا۔ ۱۲

قول نقل کیا ہی اوسکے بعد ابن ابی الحدید کے قول سے جسمین عقلی طور پر بطلان قول راوندی کا
ثابت کیا گیا ہی اور بتلایا گیا ہے کہ قطب راوندی کا قول فحوای عبارت کے سراسر
مخالف ہی اور بیان کیا گیا ہے کہ اظہر یہہ ہی کہ مراد حضرت سے عمر ہین پہر شارح خود کہتا ہی
کہ اشبہ بحق یہہ ہی کہ مراد ابو بکر صدیق ہین پس شارح ابن میثم اور ابن ابی الحدید متفق ہین
کہ شخص ثالث مراد نہین اور تیسرا شخص مصداق ان اوصاف کا نہین ہو سکتا ہی مستحق ہو قطب
صاحب کے دینگا تا یا قصور مکاشفہ ہی کہ نہ عبارت کو دیکھتے ہین نہ اوسکی مضمون کو سمجھتے
ہین اور اپنی توجیہ کیے چلے جاتے ہین خواہ الفاظ سے پیدا ہو یا نہو خیر ہمکو اس سے کیا بحث
خدا تعالے انکو اس ایمانداری اور دیانت کے جزا دیوی اور ہمکی ع جزاہ ربہ عنی عدی
بن حاتم الخ - ہماری غرض یہہ تہی کہ موصوف ان اوصاف کا یا ابو بکر ہین یا عمر اور یہہ ثابت
ہوگیا اور یہہ بھی ہے کہ جو شخص موصوف ان اوصاف کا ہوگا وہ خلیفہ راشد اور امام برحق ہوگا
نہ ظالم و غاصب و فاسق و فاجر کیونکہ اعلم یا نبی او وقطعا یا بتفاق شرح مراد نہین یا ملوک و سلاطین اور انمین یہہ وصف
تو لامحالہ مقصود ہو کہ مین یا خلفا راشدین ہین اور یہہ محال انہ وصف کی ہین لیکن ائمہ اثنا عشرین سے کوئی مراد نہین ہی تو ابو بکر یا عمر مراد
ہونگی اور انکا خلیفہ راشد ہونا ثابت ہوا اب ہم اون حضرت عالیہ کو غرض عموم نفع شرح سے لکھتے ہین وقد وصفہ

بامور احدها تقویمہ للاود وھو کنایۃ عن تقویمہ لاعوجاج الخلق عن سبیل
اللہ الی الاستقامۃ فیھا الثانی مداواتہ للعمد واستعار لفظ العمد للامراض
النفسانیۃ باعتبار استلزامہ للاذی کالعمد، ووصف المداواۃ لمعالجۃ
تلک الامراض بالمواعظ البالغۃ والزواجر القارعۃ القولیۃ والفعلیۃ الثالث اقامتہ

سلہ اور تحقیق چند اوصاف کے ساتھہ اوسکو موصوف کیا اول اوسکا کجی کو سیدھا کرنا اور یہہ کنایہ ہی اوس سے کہ دینی خلق کی کجی کو
اللہ کی رستہ سے استقامت اور ہمواری کیطرف سیدھا کیا - دوسری اوسکا بیماری کا علاج کرنا اور لفظ عمد کو
امراض نفسانیہ کے لیے چونکہ وہ بہی مثل عمد کی تکلیف کو مستلزم ہی استعارہ کیا اور پوری نصیحتون اور جھڑکیون قولیہ اور
فعلیہ کے ساتھہ امراض کے معالجہ کو مداواہ کے ساتھہ وصف کیا - ۱۲ -

للسنة ولزومها الرابع تخليفه للفتنة اى موته قبلها ووجه كون ذلك مدحا له هو اعتبار عدم وقوعها بسببه وفي زمنه بحسن تدبيره الخامس ذهابه نقي الثوب واستعار لفظ الثوب لعرضه ونقاءه سلامته عن دنس المذام السادس قلة عيوبه السابع اصابته خيرها وسبق شرها والضمير في الموضعين يشبه ان يرجع الى المعهود مما هو فيه من الخلافة اى اصاب ما فيها من الخير المطلوب وهو العدل واقامة دين الله الذى به يكون الثواب الجزيل في الآخرة والشرف الجليل في الدنيا وسبق شرها اى مات قبل وقوع الفتن فيها وسفك الدماء لاجلها الثامن اداؤه الى الله طاعته التاسع اتقاءه له بحقه اى ادى حقه خوفا من عقوبته العاشر رحيله الى الآخرة تاركا للناس بعده في طرق متشعبة من الجهالات لا يهتدى فيها من ضل عن سبيل الله ولا يستيقن المهتدى في سبيل الله انه على سبيله لاختلاف طرق الضلال وكثرة المخالف له اليها والواو في قوله وتركهم للحال - عاقل منصف ان اوصاف عاليه میں غور کرے اور دیکھے کہ جو کچھ ابن ابی الحدید اور ابن میثم رحمہم اللہ نے کہی ہیں وہ صحیح ہے یا جو کچھ قطب راوندی فرماتی ہیں اور نیز یہہ بھی خیال کرے کہ یہہ اوصاف مجموعة بجز خلیفہ راشد کے

تیسرے اوسکا سنت کے قائم کرنا اور اوسپر قائم رہنا - چوتھی فتنونکا پیچھے چھوڑنا یعنے فتنونسے پہلے مرجانا اور یہہ اسوجہ سے اوسکی مدح ہے کہ اوسکی حسن تدبیر سے اوسکے زمانہ میں فتنے واقع نہوئی - پانچوین اوسکا پاکدامن جانا اور ثوب کو اوسکی آبرو کی لیے استعارہ کیا اور ثوب کی پاکیزگی کو اوسکی سلامت رہنے مذمت وملامت کی میل کچیل سے استعارہ کیا - چھٹی اوسکی عیوب کا کم ہونا - ساتوین خلافت کی بہلائیکا پانا اور اوسکی برائی سے محفوظ رہنا اور ضمیر خیرہا وشرہا کی مشابہ بحق یہہ ہے کہ خلافت کیطرف راجع ہے جو معہود ہے یعنی خلافت سے جو چیز مطلوب ہے اور وہ عدل کرنا اور اللہ کا دین قائم کرنا جس سے عمدہ بدلا آخرت مین اور بڑی بزرگی دنیا مین حاصل ہوتی ہے وہ اوسنے پالیا اور خلافت کی شر سے بچا یعنی فتنونکی واقع ہونے سے پہلے اور خلافت پر خون ریزی سے پیشتر وفات پاگیا آٹھوین اوسکا اللہ تعالے کی طاعت وبندگی کو ادا کرنا نوین اوسکا تقوی کرنا جو کہ حق تقوی کا ہے یعنی اوسکی عذاب کے خوف سے اوسکا حق ادا کیا دسوین اوسکا لوگونکو اپنی پیچھے جہالت کی پراگندہ رستون میں چھوڑنا کہ ان میں گمراہ سے گمراہ راہ نہ پاسکی اور نہ راہ یاب اپنی راہ

کسی مین پائی جا سکتی ہین حاشا وکلا اور خلفا مین سے جب ایک کی بہی خلافت راشدہ ثابت ہوگیی تو سب کی
ثابت ہوگیی تو اس سے ثابت ہوا کہ خلفا خلیفہ راشد تھے اور یہہ ہی مدعا تہا اور یہہ تغلیط قول قطب الدین
راوندی کے جو کی گیی ہی بشرط تسلیم اس امر کی ہی کہ راوندی کا مدعا یہہ ہی ہو کہ مراد رجل سے وہ رجل
ہی کہ جو زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین تہا اور اسی زمانہ مین قبل از وقوع فتن وفات
پا گیا ورنہ علامہ ابن میثم نے جو عبارت متضمن مضمون بہ راوندی نقل کی ہی اوس سے صرف
اسیقدر ثابت ہوتا ہی کہ رجل سے مراد ایک صحابی ہی جو وقوع اور انتشار فتن سے پہلے فوت
ہوگیا اور ظاہر ہی کہ یہہ عبارت ہرگز اس امر پر دلالت نہین کرتے کہ مراد رجل سے کوئی شخص
ثالث سوای ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی ہو بلکہ یہہ عبارت صاف دلالت کرتے ہی
کہ مراد یا ابوبکر رض ہے یا عمر رض کیونکہ اولا وہ شخص جو موصوف ان صفات کا ہو یہہ ممکن نہین
کہ زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین مصدر ان اوصاف کا ہو سکی - اور ثانیا
ممن مات قبل وقوع الفتن وانتشارہا ہرگز اس امر پر دلالت نہین کرتا کہ زمانہ حیات
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین اوسنے وفات پائی ہو بلکہ اس سے صاف مفہوم
ہوتا ہی کہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہی زندہ رہا - ہان وقوع
اور انتشار فتن سے پہلے رحلت کر گیا اور ایسا شخص بجز ابوبکر یا عمر رضی اللہ عنہما کے
اور کوئی دوسرا نہین - ابن ابی الحدید سے علامہ ابن میثم نے صاف طور پر نقل کیا ہی
کہ جس سے معلوم ہوتا ہی کہ زمانہ خلافت شیخین رض شوائب فتن سے بالکل پاک اور صاف
ہی زمانہ فتن بعد وفات جناب فاروق رض شروع ہوا ہی پس حضرات شیخین پر مضمون
عبارت راوندی - انہ انما اراد بعض الصحابۃ فی زمن رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ممن مات قبل وقوع الفتنۃ وانتشارہا بخوبی صادق آتا ہی اور
اس عبارت سے معلوم ہوتا ہی کہ راوندی کے نزدیک بہی مراد رجل سے یا ابوبکر رض ہین
یا عمر رض لیکن صاف صاف نام نہین لیا اور نام لیتے تو کیونکر لیتے اوسکو اپنے مذہب کے

تیغ رخصت نہین دیتی کہ خود اپنی ہاتھون سے اپنی مذہب کا استیصال کری پس بحمد اللہ
بقول قطب الاقطاب شیعہ وعلامہ ابن میثم و ابن ابی الحدید ثابت ہوا کہ مرتبہ ابوبکر و
عمر الحمد للہ علی وضوح الحق وفضوح الباطل اب وہ جواب بھی
ضروری چاہئین جو حضرات شیعہ نے اس کلام کے جواب مین فرمائے ہین۔ جواب
اول یہہ ہی کہ ممکن ہے کہ یہہ مدح اون لوگونکی دلجوئی واصلاح کے لیے فرمائے ہو کہ جو
صحت حقیت خلافت شیخین کے معتقد تہی اور بدیہی ہے کہ یہہ جواب نہایت واہی
ہی کیونکہ ہم تسلیم کرلیتے ہین کہ آپنے یہہ مدح دلجوئی کے طور پر فرمائی تہی لیکن ہم یہہ پوچہتے
ہین کہ یہہ مدح مطابق واقع ونفس الامر کے تہی یا نہ تہی اگر مطابق واقع کی نہ تہی۔ تو
معاذ اللہ اپنی لوگونکی دلجوئی کے واسطی قسم کہا کر دس جہوٹ بولی اور جہوٹ
و فریب کے ساتہہ لوگونکا راضی کرنا چاہا اور خدا تعالے کی ناراضی کے ساتہہ لوگونکی رضا
چاہی اور اس جہوٹ کا نتیجہ صرف یہہ ہوا کہ لوگ شیخین کے مدح وثنا حضرت کے
زبانی خلافت کے بارہ مین سنکر اونکی حقیت خلافت کے معتقد ہون اور زیادہ گمراہی
مین پڑین پہر اگر بقول ابن میثم کے اگر آپکو ایسا ہی جہوٹ بولکر کام نکالنا تہا تو
بمقابلہ امیر معویہ کے اسیطرح کیون جہوٹ بولکر کام نہ نکالا۔ وہان تو امیر معویہ ملعون کی مذمت
اور اپنی مدح مین فرماتے ہین کہ وہ فریب کرتا ہی اور ہم دغا اور فریب نہین کرتے
پس آفرین ہی حضرات شیعہ کے دلاور تمسک پر کہ اسکی پردہ مین کیا کیا خوبیان حضرات
ائمہ کیطرف منسوب فرماتے ہین اور اگر یہہ مدح مطابق واقع کے ہی تو ہمارا مدعا ثابت
اور یہہ جواب لغو اور باطل ہے۔ دوسرا جواب اسکا یہہ فرماتے ہین کہ یہہ مدح بطور
طنز و تعریض بعض حکایات اور اونکی توبیخ کے تہی یا بہ معنی کہ بعد اوس شخص کے جوان صفات
کے ساتہہ متصف تہا جو شخص خلیفہ ہوا وہ ان صفات کی اضداد کے ساتہہ متصف تہا
اسلیے کہ خلافت عثمانی مین فتنہ اوٹہی اور اونہونے بیت المال کو بیجا صرف کیا جسکی

سبب سے ادن پر بلوا ہوا ہیہ جواب بھی ویسا ہی ضعیف اور واہی ہے جیسا کہ پہلا جواب تہا
کیونکہ اسمین بہی وہی کلام ہے کہ جو اوس جواب مین کی گئی ہے علاوہ اسکے اہل انصاف
نظر انصاف سے دیکھین کہ اس کلام مین کوئی ایسا لفظ مذکور ہے جو طعن و تعریض یا
توبیخ پر دلالت کرتا ہو۔ سچ تو ایہہ سب ڈہکوسلہ گھڑا ہوا ہے کیونکہ جناب امیر نے خدا کی قسم
کہا کر فرمایا تہا کہ واللہ لاسلمن ما سلمت امور المسلمین ولم یکن فیہا جور الا علی خاصۃ
ظاہر ہے کہ آپنے باوجود اس جور و ظلم کے سکوت فرمایا تو بقول شیعہ اپنی یمین مین حانث
ہوئے حانث ہوئی اور عاصی۔ علاوہ ازین یہہ جواب خود ہماری موید ہے اور صاف دلالت
کرتا ہے کہ ادہر جل سے قطعًا یا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہین یا عمر رضی اللہ عنہ کیونکہ طعن و تعریض
جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی گئی تو یہہ بنسبت کسی خلیفہ سابق کے کی گئی گویا یہہ کہا
گیا کہ فلان خلیفہ تو ان محامد و اوصاف کے ساتھہ متصف تہا اور یہہ خلیفہ ادن اوصاف
سے متصف نہین اور ظاہر ہے کہ پہلے کوئی خلیفہ بجز ابوبکرؓ و عمرؓ کے نہین ہوا کہ وہ ان اوصاف
کے ساتھہ متصف ہو اور اگر واقع مین وہ خلیفہ جسکی بنسبت عثمان رض کو تعریض کی گئی ہو
ایسا نہو تو طعن و تعریض کے غلط ہونے کی علاوہ عثمان رضؓ اور انکی اولیا کہہ سکتی مین
کہ آپنے غلط فرمایا پہلے ایسا کون ہوا ہے جو موصوف باین صفات ہو آپ خود معتقد
نہین ہین کہ پہلے ایسا کوئی ہوا ہو تو جہوٹ سے الزام نہین ہو سکتا۔ پس ثابت ہوا کہ یہہ
طرح وصفت وثنا و منقبت ابوبکر رضؓ کی ہے یا عمر رضؓ کی اور واقعی اور نفس الامری ہے اور جب یہہ
ثابت ہوا تو حقیت خلافت کا ثبوت اسکی گویا فرع ہے وہ بہی ثابت ہوئی باقی اسکی
بحث اوسجگہ کیجائیگی جسجگہ ہماری فاضل مجیب نے بہت کچھہ جوش و خروش فرمایا ہے۔

دلیل سادس۔ انکی امام الائمہ امام کلینی نے فروع کلینی مین باب من یجب علیہ الجہاد و من لا
یجب مین ایک طویل حدیث نقل کے ہے۔ جسکو خاتم المتکلمین مولانا مولوی حیدر علی
رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ الغین مین نقل کیا ہے چونکہ وہ حدیث مثبت خلافت خلفائ

تلمۂ رضا اسلمی ہم بھی اوس حدیث کو ائمہ طاہرین سے نقل کرتے ہین علی بن ابراھیم
عن ابیہ عن بکر بن صالح عن القاسم بن یزید عن ابی عمیر[1] الزبیری عن
ابی عبد اللہ قال قلت اخبرنی عن الدعاء الی اللہ والجہاد فی سبیلہ اھو بقوم
لا یحل الا لھم ولا یقوم الا من کان منھم ام ھو مباح لکل من وحد اللہ
عزوجل وامن برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ومن کان کذا فلہ ان یدعو
الی اللہ عزوجل والی طاعتہ وان یجاھد فی سبیلہ فقال ذلک بقوم لا یحل
الا لھم ولا یقوم ذلک الا من کان منھم قلت من اولئک قال من قام بشرائط
اللہ عزوجل فی القتال والجہاد علی المجاھدین فھو الماذون لہ فی الدعاء الی اللہ عزوجل
ومن لم یکن قائما بشرائط اللہ عزوجل فی الجہاد علی المجاھدین فلیس بماذون لہ
فی الجہاد ولا الدعاء الی اللہ حتی یحکم اللہ فی نفسہ ما اخذ اللہ علیہ من شرائط الجہاد
قلت فبین لی یرحمک اللہ تعالی قال ان اللہ تبارک وتعالی اخبر فی کتابہ الدعاء الیہ ووصف الدعاء الیہ فجعل
ذلک لھم درجات یعرف بعضھا بعضًا ویستدل ببعضھا علی بعض تا آخرہ

---

[1] ابو عمیر زبیری امام ابو عبد اللہ سے روایت کرتا ہی کہا مینے عرض کیا یا حضرت مجکو اللہ کیطرف بلانے اور اوسکی راہ مین جہاد کرنے کی خبر دیجیے کیا وہ کسی قوم کے ساتھ مخصوص ہے کہ بجز اونکی کسی دوسرے کو حلال نہین ہے اور اوسکو بجز اونکی کوئی دوسرا برپا نہین کرسکتا یا وہ ہر ایک شخص کو جو وحدانیت آلہی کا قائل اور رسالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معترف ہو مباح ہی کہ اللہ کے اور اوسکی بندگی کیطرف بلائی اور اوسکی راہ مین جہاد کرے فرمایا یہہ ایک قوم کے ساتھ مخصوص ہے بجز اونکی کسیکو حلال نہین اور سوای اونکی اوسکو اور کوئی برپا نہین کرسکتا مینے عرض کیا وہ کون لوگ ہین فرمایا جو شخص اللہ کے شرائط کے ساتھ قتال و جہاد مین مجاہدین پر قائم ہو۔ وہ اللہ عزوجل کیطرف دعوت کا مجاز ہی۔ اور جو اون شرائط کی ساتھ جو مجاہدین پر جہاد مین ہین قائم نہو۔ تو وہ جہاد کا اور خدا کی طرف دعوت کا مجاز نہین ہے تا وقتیکہ اللہ اوسکی نفس مین شرائط جہاد کا جو اوسپر مقرر کی ہین حکم کری۔ مینے عرض کیا۔ تو بیان فرمائیے خدا آپ پر رحمت کری فرمایا اللہ تبارک و تعالے نے اپنی کتاب مین اپنی طرف دعوت کی خبر دی اور اوسکو بیان کیا۔ اور اونکی لیے اوسکی درجہ مقرر کیے جنمین بعض کو بعض سے جانیں اور بعض پر بعض سے استدلال کرین پس خبر دی ۱۲۔

تبارک وتعالی اول من دعا الی نفسه فدعا الی طاعته واتباع امره فبدأ
بنفسه فقال والله یدعوا الی دار السلام ویهدی من یشآء الی صراط المستقیم
ثم ثنی برسوله فقال ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم
بالتی هی احسن یعنی بالقرآن ولم یکن داعیا الی الله عز وجل من خالف امر الله و
یدعو الیه بغیر ما امر فی کتابه والذی امر ان لا یدعی الا به وقال فی نبیه صلی الله علیه واله
وانک لتهدی الی صراط مستقیم یقول تدعو ثم ثلث بالدعاء الیه بکتابه ایضا فقال
ان هذا القرآن یهدی للتی هی اقوم ای یدعو ویبشر المؤمنین ثم ذکر من اذن فی الدعا بعده
وبعد رسوله فی کتابه فقال ولتکن منکم طائفه یدعون الی الخیر یامرون بالمعروف وینهون
عن المنکر واولئک هم المفلحون ثم اخبر عن هذه الامة وممن هی وانها
من ذریة ابراهیم ومن ذریة اسمعیل من سکان الحرم ممن لم یعبد وا غیر الله قط الذین وجبت
لهم الدعوة دعوة ابراهیم واسمعیل من اهل المسجد الذین اخبر عنهم فی کتابه انه اذهب عنهم الرجس
وطهرهم تطهیرا الذین وصفناهم قبل هذا فی صفة امة ابراهیم الذین عناهم الله تبارک وتعالی فی قوله ادعو

یعنی کہ اللہ تبارک وتعالے نے سب سے پہلے اپنی دعوت کی اور اپنی بندگی اور فرمانبرداری کیطرف بلایا پہلے اپنی
آپ کو رکہا اور فرمایا (اللہ جنت کیطرف بلاتا ہی اور جسکو چاہتا ہے سیدہی راہ دکہاتا ہی) دوسری اپنی رسول کو
مقرر کیا اور فرمایا (اپنی پروردگار کی رستہ کیطرف دانائی اور اچہی نصیحت کے ساتہہ بلا اور ان سی جہگڑا اچہی
طریقہ سے) یعنی قرآن کے ساتہہ اور جو اللہ کے حکم کا مخالف ہو اور قرآنی حکموں کے سوا اوسکی طرف بلائی تو وہ اللہ کیطرف داعی نہیں
اور دین ایسا امر ہو کہ بجز اوسکی دعوت نہیں کیجاتی اور اپنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کے باب مین فرمایا (اور بیشک سیدہی راہ دکہاتا ہی)
یعنی بلاتا ہی پہر تیسری اپنی کتاب کی دعوت کو بیان کیا اور فرمایا (یہہ قرآن محکم طریقہ کی طرف راہ دکہلاتا ہی) یعنی بلاتا ہی اور مژدہ
سناتا ہی پہر اونکا ذکر کیا جنکو اپنی اور اپنی رسول اور اپنی کتاب کے بعد دعوت کی اجازت دی ہی اور فرمایا (تم مین سے ایک ایسی جماعت ہونی
چاہیے جو بہلائی کیطرف بلائین اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرین اور یہہ لوگ فلاح یاب ہین پہر اس امت کی خبر دی کہ یہہ کون ہی اور کس سے ہے
اور یہہ ابراہیم واسمعیل کے اولاد حرم کے رہنی والی ہے جنہون نے خدا کی سوا کبہی کسیکی عبادت نہیں کی اور جنکی بابت ابراہیم واسمعیل
کی دعا واجب ہوئی اور مسجد والون مین سی جنکی خبر اپنی کتاب مین دی ہی کہ اون سی پلیدی دور کرکے اونکو خوب پاک کردیا اور جنکا ہم نی
اس سی پہلی وصف بیان کیا امت ابراہیم کے صفت مین اور جنکو اللہ تبارک وتعالی نے اپنی اس قول مین ادعوا الے اللہ ۲ ا ۔

الی اللّٰہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی یعنے اول من اتبعہ علی الایمان بہ والتصدیق لہ وبما جاء بہ من عند اللہ عزوجل من الامۃ التی بعث فیہا ومنہا والیہا قبل الحق ممن لم یشرک باللہ قط ولم یلبس ایمانہ بظلم وہو الشرک ثم ذکر اتباع نبیہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم واتباع ہذہ الامۃ التی وصفہا فی کتابہ بالامر بالمعروف والنہی عن المنکر وجعلہا داعیۃ الیہ واذن لہ فی الدعاء الیہ فقال یا ایہا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المؤمنین ثم وصف اتباع نبیہ من المؤمنین فقال عزوجل محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم تراہم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا سیماہم فی وجوہہم من اثر السجود ذلک مثلہم فی التوراۃ ومثلہم فی الانجیل وقال یوم لا یخزی اللہ النبی والذین امنوا معہ نورہم یسعی بین ایدیہم وبایمانہم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا واغفر لنا انک علی کل شیء قدیر یعنے اولٰئک

لہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی۔ مراد رکہا ہی یعنی سب سی پہلی جنہون نے حضرت کی پیروی کی آپ پر ایمان لانے اور آپکی تصدیق کرنی مین اوسکی جو آپ خدا تعالی کے پاس سی لائی اوس امت سی جسکی طرف مبعوث ہوئی حق کو قبول کیا اور کبہی اللہ کی ساتھ شرک نکیا اور نہ اپنی ایمان کے ساتھ ظلم کو جو شرک ہی ملایا پہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا ذکر کیا اور اس امت کی اتباع جنکا اپنی کتاب مین امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ساتھہ وصف فرمایا اونکو اپنی طرف بلانیوالا قرار دیا اور اونکو دعوت کا اذن فرمایا اور کہا (ای نبی تجکو اللہ اور تیری پیروی کرنیوالے مومنین کافی ہین) پہر مومنین اپنی نبی کے پیروی کرنیوالونکا وصف بیان کیا اور فرمایا (محمد اللہ کا رسول ہی جو اوسکی مصاحب ہین کافرون پر سخت اور آپسمین ترم ہین تو اونکو رکوع سجدہ کرتے ہوئی دیکھتا ہی کہ طلب کرتے اللہ سے فضل اور رضوان کو اونکی علامتین اونکی چہرون پر سجدہ کے نشان ہین یہہ اونکی مثل ہی توراۃ مین اور مثل ہے انجیل مین) اور فرمایا (جسدن نہ رسوا کریگا اللہ نبی کو اور اونکو جو اوسکی ساتھہ ایمان لائی اونکا نور اونکی داہنی بائین دوڑتا ہوگا کہینگی ای رب ہماری پورا کر ہماری لیے ہمارا نور اور بخش ہمکو تو ہر شی پر قدرت والا ہی ۱۲۔

المؤمنين[1] فقال قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ثم حلاهم ووصفهم كيلا يطمع
في اللحاق بهم الا من كان منهم فقال فيما حلاهم ووصفهم الَّذِينَ هُمْ
فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ - وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ - الى قوله
تعالى أُولَئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ
ثم حلاهم ووصفهم كيلا يطمع في اللحاق بهم الا من كان منهم فقال
فيما حلاهم به ووصفهم وقال في وصفهم وحليتهم ايضا الَّذِينَ لَا يَدْعُونَ
مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ الاية ثم اخبر انه اشترى من هؤلاء المؤمنين ومن كان
على مثل صفتهم أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ
اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ
ثم ذكر وفائهم له بعهده ومبايعته فقال وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ
فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ فلما نزل
هذه الاية إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ

---

[1] یعنی یہہ مومنین اور فرمایا (بیشک کامیاب ہوئی ایمان والے) پہر اونکو زینت بخشی اور اونکا وصف کیا تاکہ بجز اوسکی جو اونمین سے ہو اونمین ملنے کی طمع نکرے تو اونکی زینت اور وصف مین فرمایا (جو اپنی نمازمین خشوع کرتے ہاین اور جو بیہودہ گے سے معرض ہین - الی قولہ تعالے - یہہ ہی وارث ہین جو جنت فردوس کے وارث ہونگے ہمیشہ اسمین رہینگے) پہر اونکو زینت بخشی اور وصف کیا تاکہ بجز اوسکی جو انمین سے ہو انمین ملنے کی طمع نکرے تو انکی صفت و حلیہ مین فرمایا (جو نہین پکارتے ہین اللہ کے ساتہہ دوسری معبود کو الآیۃ) پہر خبردی کہ اوسنی ان مومنونسی اور جو انکی صفت پر ہین اونکے جانونکو اور مالون کو اسکی عوض مین کہ اونکی لیے جنت ہوگی اللہ کے راہ مین لڑین پس مارین اور مرین اللہ کا سچا وعدہ ہے - توراۃ اور انجیل اور قرآن مین پہر اونکی عہد کے پورا کرنیکا - اور بیعت کا ذکر کیا (اور جو پورا کرے اپنی عہد کو اللہ سے تو خوش ہو تمہاری بیعت کا جو تمنی کی ہے اور یہہ بڑی کامیابی ہے) جب یہہ آیت - ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ - ۱۲ -

الجنة فقام رجل الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال یا نبی اللہ ارأیتک الرجل یاخذ سیفه فیقاتل حتے یقتل الا انه یقترف من هذه المحارم اشهید هو فانزل اللہ عز وجل التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ الْآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ فقسر النبی صلے اللہ علیہ وسلم المجاهدین من المومنین الذین هذه صفتهم وحلیتهم بالشهادة والجنة وقال التائبون من الذنوب العابدون الذین لا یعبدون الا اللہ ولا یشرکون به شیأ الحامدون الذین یحمدون اللہ علے کل حال فی الشدة والرخاء السائحون وهم الصائمون الراکعون الساجدون الذین یواظبون علے الصلوات الخمس المحافظون بها والمحافظون علیها برکوعها وسجودها فی الخشوع فیها وفی اوقاتها الامرون بالمعروف بعد ذلك والعاملون به والناهون عن المنکر والمنتهون عنه قال فبشر من قتل وهو قائم بهذه الشروط بالشهادة

ملاٍ نازل ہوئی تو ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف اوٹھا اور عرض کیا یا نبی اللہ بتلایئے ایک شخص ہے کہ اپنی تلوار لیکر لڑتا ہے اور مقتول ہوتا ہے لیکن یہہ حرام کاموں کا مرتکب ہوتا ہے کیا وہ شہید ہی تو اللہ نے نازل فرمایا (توبہ کرنیوالے بندگی کرنیوالے شکر کرنیوالے روزہ رکھنیوالے رکوع کرنیوالے سجدہ کرنیوالے بھلائی کا حکم کرنیوالے برائی سے روکنے والے اللہ کی حدود کے نگہبانی کرنیوالے اور خوشخبری دے ایمان والونکو) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کی اون ایمان والونمیں جنکی یہہ صفت اور یہہ زیور ہے شہادت اور جنت کے ساتھ تفسیر فرمائی اور فرمایا گناہوں سے توبہ کرنیوالے جو سوائی خدا کے کسیکی عبادت نہیں کرتے اور کسیکو اوسکا شریک نہیں کرتے شکر کرنیوالے جو ہر حال سختی و نرمی مین شکر کرتے ہین روزہ رکھنیوالے رکوع سجدہ کرنیوالے جو پانچون نمازونپر مداومت کرتے ہین اور اونکے رکوع سجود کے اور اونکی خشوع اور اوقات کو نگہداشت کرنیوالے ہین بعد اسکی بھلے باتونکا حکم کرنیوالے اور خود اوسپر عمل کرنیوالے اور برائی سے روکنی والے اور خود باز رہنی والے فرمایا پس خوشخبری سنا جو ان شرطونکی ساتھہ قائم ہوکر مقتول ہو شہادت ۱۲

والجنة ثم اخبر تبارك وتعالى انه لم يأمر بالقتال الا اصحاب هذه الزهد

فقال عز وجل أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ

لقدير الذين اخرجوا من ديارهم بغير حق الا ان يقولوا ربنا الله وذلك

ان جميع ما بين السماء والارض لله عز وجل ولرسوله ولاتباعه من

المومنين من اهل هذه الصفة فما كان من الدنيا في ايدي المشركين و

الكفار والظلمة والفجار من اهل الخلاف لرسول الله صلى الله عليه

وسلم والمولى عن طاعتهما مما كان في ايديهم ظلموا فيه المومنين من

اهل هذه الصفات وغلبوهم عليه مما افاء الله على رسوله فهو حقهم

افاء الله عليهم ورده اليهم وانما معنى الفيء كلما صار الى المشركين ثم رجع

مما قد كان عليه او فيه فما رجع الى مكانه من قول او فعل فقد فاء مثل

قول الله عز وجل فان فاؤا فان الله غفور رحيم اي رجعوا ثم قال وَإِنْ

عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَإِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ وقال وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ

---

۵ اور جنت پر خدا تعالیٰ نے خبر دی کہ اوسنے بجز ان شرطون والونکے کسیکو قتال کا حکم نہین فرمایا پھر خدای عز وجل نے فرمایا۔ (اذن دیا گیا اونکے لیے جنسے لوگ لڑتے ہین اس سبب سے کہ اونپر ظلم ہوا ہی اور اللہ اونکی اوپر قادر ہے جو لوگ نکالے گیے اپنے گھرونسے ناحق لیکن یہہ کہ کہتے ہین کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے) اور یہہ اسلیے کہ تمام جوکچھ آسمان اور زمین مین ہی اللہ تعالےٰ اور اوسکے رسول اور اوسکی پیروی کرنے والے مومنونکا ہی جنکی یہہ صفت ہی تو جوکچھ دنیا مین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفون اور اوسکی نافرمانون مشرکین اور کافرون اور ظالم اور فاجرونکے قبضہ مین ہے اوسمین اس صفت کے ایمان والونپر ظلم کیا ہی اور اونپر غلبہ کرکے لیلیا۔ جو کچھ اللہ نے اپنے رسولکو بطور فے کے دیا وہ اونکا حق ہی کہ اللہ نے اونپر لوٹایا اور کھرت فے کے معنی ہر وہ شی جو مشرکون کی طرف چلی جاے پھر لوٹ آئی جس حال پر تہی۔ تو جو چیز اپنے مکان پر لوٹ آئی تو اوسکو بھی لفظ فاء ہے چنانچہ اللہ عز وجل کا قول فان فاء افان اللہ غفور رحیم۔ یعنے اگر لوٹین پھر فرمایا۔ فان عزموا الطلاق فان اللہ سمیع علیم اور فرمایا۔ وان طائفتان من المومنین ۱۲۔

اقتتلوا فاصلحوا بینھما فان بغت احدیھما علی الاخری فقاتلوا التی تبغی
حتی تفئ الی امر اللہ ای ترجع فان فاءت ای رجعت فاصلحوا بینھما بالعدل
واقسطوا ان اللہ یحب المقسطین یعنی بقولہ تفئ ترجع فذلک الدلیل علی
ان الفئ کل راجع الی مکان قد کان علیہ او فیہ ویقال للشمس اذا زالت قد فاءت
الشمس حین تفئ الفئ عند رجوع الشمس الی زوالھا وکذلک ما افاء اللہ علی المؤمنین
من الکفار فانما ھی حقوق المؤمنین رجعت الیھم بعد ظلمھم ایاھم
وذلک قولہ اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا ما کان المؤمنین احق بہ
منھم وانما اذن للمؤمنین الذین قاموا بشرائط الایمان التی وصفناھا وذلک
انہ لا یکون ماذونا لہ فی القتال حتی یکون مظلوما ولا یکون مظلوما حتی یکون
مؤمنا ولا یکون مؤمنا حتی یکون قائما بشرائط الایمان التی شرط
اللہ عز وجل علی المؤمنین والمجاھدین فاذا تکاملت فیہ شرائط اللہ عز وجل
کان مؤمنا واذا کان مؤمنا کان مظلوما واذا کان مظلوما کان ماذونا فی الجہاد

سلہ اقتتلوا فاصلحوا بینھما فان بغت احدیھما علی الاخری فقاتلوا التی تبغی حتی تفئ الی امر اللہ۔ یعنی لوٹے فان فاءت۔ یعنی لوٹے فاصلحوا بینھما بالعدل واقسطوا ان اللہ یحب المقسطین۔ تو مراد تفئ سے یہ ہی کہ لوٹے تو یہ دلیل ہے کہ فئ ہر وہ شی ہے جو اپنی پہلے حال مین لوٹ آوے دھوپ کو کہتے ہین جب ڈھل جاتی ہے قد فاءت الشمس جبکہ آفتاب کے زوال کیطرف لوٹتی کے وقت سایہ پھر آتی اور ایسیہی جو کچھہ مومنوں کو اللہ نے کفار سے بطور فئ کی دلوایا ہی وہ صرف مومنونکا حق ہے جو انکی طرف بعد کفار کے ظلم کے انپر واپس آگیا۔ اور یہہ اللہ کا قول ہے (اذن دیا گیا انکو جنسی کفار لڑتے ہین بسبب اسکی انپر ظلم ہوا ہے) مومن بہ نسبت انکی زیادہ حق دار نہین ہتی اور صرف ان مومنونکو اذن دیا گیا ہے جو ایمان کے شرائط کے ساتھہ متصف جنکا ہم بیان کر چکی اور یہہ ایسیلیے کہ ماذون لہ فی القتال نہین ہوتا یہانتک کہ مظلوم ہوا اور مظلوم نہین ہوتا۔ یہانتک کہ مومن ہوا اور مومن نہین ہوتا یہانتک کہ ایمان کے ان شرائط کے ساتھہ قائم ہو جو اللہ نے مومنون اور مجاہدینکے ساتھہ شرط کی ہی پس جب اوسمین اللہ تعالے کے شرطین پوری ہونگی تو مومن ہوگا اور جب مومن ہوگا مظلوم ہوگا اور جب مظلوم ہوگا ماذون فی الجہاد ہوگا۔ ۱۲۔

[1] بقوله عز وجل اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا وان الله على نصرهم لقدير الاية وان لم يكن مستكملا بشرائط الايمان فهو ظالم لمن ينبغي ويجب جهاده حتى يتوب وليس مثله ماذونا في الجهاد والدعاء الى الله عز وجل لانه ليس من المؤمنين المظلومين الذين اذن لهم في القتال فلما نزلت هذه الاية اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا في المهاجرين الذين اخرجهم اهل مكة من ديارهم واموالهم احل لهم جهادهم بظلمهم اياهم واذن لهم في القتال فقلت فهذه الاية نزلت في المهاجرين بظلم مشركي اهل مكة لهم فما بالهم في قتال كسرى وقيصر ومن دونهم من مشركي قبائل العرب فقال لو كان انما اذن لهم في قتال من ظلمهم من اهل مكة لم يكن لهم في قتال جموع كسرى وقيصر وغير اهل مكة من قبائل العرب سبيل لان الذين ظلموهم غيرهم وانما اذن لهم في قتال من ظلمهم من اهل مكة لاخراجهم اياهم من ديارهم واموالهم بغير حق ولو كانت الاية انما

---

[1] بسبب قول عز وجل کے ۔ اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا وان اللہ علی نصرہم لقدیر الایۃ ۔ اور اگر مستکمل ایمان کی شرائط کو مستکمل نہو تو وہ ظالم ہے اوسپر جہاد کرنا واجب ہے یہانتک کہ توبہ کرے اور ایسا شخص جہاد کرنے اور اللہ کی طرف بلانے میں ماذون نہیں کیونکہ وہ اون مومن مظلومین سے نہیں ہے جنکو جہاد کا اذن ہوا ہے جب آیت اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا ۔ اون مہاجرین کے باب میں جنکو اہل مکہ نے اونکے شہروں اور مالونسے نکال دیا تھا اوتری تو بسبب ظلم کفار کے اونکو جہاد حلال ہوا اور قتال کی اجازت ہوئی میں نے عرض کیا یہ تو مہاجرین میں بسبب ظلم مشرکین مکہ کے نازل ہوئی پھر کسری وقیصر وغیرہ مشرکین قبائل عرب سے لڑائی کا کیا حال ہے فرمایا اگر صرف اہل مکہ کی لڑائی کا اذن ہوتا تو پھر کسری اور قیصر کے لشکر اور قبائل عرب غیر اہل مکہ سے لڑائی کی کوئی راہ نہیں کیونکہ ظلم کرنیوالے اونکے غیر ہیں اور اونکو صرف اہل مکہ کے قتال کا اذن تھا جنہوں نے اونپر ناحق اونکی گھروںسے اور مالونسے نکالنے کا ظلم کیا تھا اور اگر اس آیت سے ۔ ۱۲ ۔

عنت المهاجرين الذين ظلمهم اهل مكة كانت الاية مرتفعة الفرض عمن
بعدهم اذا لم يبق من الظالمين والمظلومين احد وكان فرضها مرتفعا
عن الناس بعدهم اذا لم يبق من الظالمين والمظلومين احد وليس
كما ظننت ولا كما ذكرت ولكن المهاجرين ظلموا من جهتين ظلمهم اهل
مكة باخراجهم من ديارهم واموالهم فقاتلوهم باذن الله تعالى لهم
في ذلك وظلمهم كسرى وقيصر ومن كان دونهم من قبائل العرب والعجم
بما كان في ايديهم مما كان المومنون احق به منهم فقد قاتلوهم باذن
الله عز وجل لهم في ذلك وبحجة هذه الاية يقاتل مومنوا كل زمان وانما اذن
الله عز وجل للمومنين الذين قاموا بما وصف الله عز وجل من الشرائط التي
شرطها الله على المومنين في الايمان والجهاد ومن كان قائما بتلك الشرائط
فهو مومن وهو مظلوم ومأذون له في الجهاد بذلك المعنى ومن كان
على خلاف ذلك فهو ظالم وليس من المظلومين وليس بمأذون له في القتال

صرف مہاجرین ہی مراد ہوں جنپر اہل مکہ نے ظلم کیا تو پہلو سے اس آیت کا مدعا ہی مرتفع ہو جاے جبکہ
اون ظالموں اور مظلومین سے کوئی باقی نرہی اور اونکی بعد یہہ فرض ہی اوٹھہ جائے جبکہ ظالم اور مظلوم کوئی
باقی نرہی اور ایسا نہیں ہی جو تونے گمان کیا اور بیان کیا لیکن مہاجرین دو طرح سے مظلوم ہین اہل مکہ نے
تو اونکو گہرون اور مالونسی نکالنی مین ظلم کیا تو اونسی خدا کی اذن کے ساتھہ لڑے اور کسریٰ وقیصر وغیرہ قبائل عرب نے
اسپر قبضہ کرنے مین ظلم کیا جو مومنونکا حق تہا اونسی بہی خدائے عز وجل کے اجازت سے لڑے اور اس آیت کے
حجت کی ساتھہ ہر زمانہ کے مومن لڑین گے اور اللہ نے صرف اون مومنونکو اجازت دی ہی جو اللہ کے اون شرائط
کے ساتھہ قائم ہون جو اللہ نے مومنونسے ایمان اور جہاد مین کہے ہین اور جو اون شرائط کے ساتھہ قائم ہو وہ مومن اور مظلوم
اور ماذون فی الجہاد ہی اسی سبب سے اور جو اسکی خلاف ہو وہ مظلوم نہین ظالم ہی اور نہ اوسکو قتال کا اذن ہی

ولا بالنهي عن المنكر والامر بالمعروف لانه ليس من اهل ذلك ولا ماذون[1]
له في الدعاء الى الله عز وجل لانه ليس مجاهد امثله وامر بدعائه ولا يكون مجاهدا
من قد امر المومنون بجهاده وحظر الجهاد عليه ومنعه منه ولا يكون داعيا
الى الله عز وجل من امر بدعاء مثله الى التوبة والحق والامر بالمعروف والنهي عن
المنكر ولا يأمر بالمعروف من قد امر ان يومر به ولا ينهى عن المنكر من قد
امر ان ينهى عنه فمن كانت قد تمت فيه شرائط الله عز وجل التي وصف
بها اهلها من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وهو مظلوم فهو ماذون
في الجهاد كما اذن لهم لان حكم الله عز وجل في الاولين والاخرين وفرائضه
عليهم سواء الا من علة او حادث يكون والاولون والاخرون ايضا في
منع الحوادث شركاء والفرائض عليهم واحدة يسال الاخرون من اداء الفرائض
عما يسال عنه الاولون ويحاسبون عما يحاسبون ومن لم يكن على صفة
من اذن له في الجهاد من المومنين وليس من اهل الجهاد ليس بماذون له فيه

[1] اور نہ بھلائی کے حکم اور برائی سے روکنے کے واسطے اسکا اجازت ہے کیونکہ وہ اسکا اہل نہیں ہے اور نہ خدائے
عز وجل کیطرف بلانے کا مجاز ہے کیونکہ وہ ان جیسے لوگوں میں ہے جن سے جہاد کرنے اور جنکو خدا کے طرف
بلانے کا حکم ہے اور وہ شخص مجاہد نہیں ہو سکتا جسکے جہاد کا مومنونکو حکم ہوا یا اوسکو جہاد ممنوع ہوا اور وہ
شخص خدا کی طرف داعی نہیں ہو سکتا جسکو توبہ اور حق اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرف بلانے کا
حکم ہو اور وہ شخص بھلائی کا حکم نہیں کر سکتا جسکی بھلائی کے حکم کیے جانے کا حکم ہو اور نہی عن المنکر نہیں
کر سکتا جسکو خود بازرہنے کا حکم ہو اگر جس شخص میں اللہ کے شرائط پوری ہوں جنکو اہل کا اصحاب نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے وصف فرمایا اور وہ مظلوم ہو تو وہ ماذون فی الجہاد ہے جیسے اونکو اذن تھا کیونکہ اللہ کا حکم اور انکی
فرائض میں پہلے اور پچھلے برابر ہیں مگر یہ کہ کوئی علت یا حادثہ پیش آوے اور پہلے اور پچھلے ہی حوادث کے منع
میں شریک ہیں اور فرائض میں متحد ہیں جن فرائض سے پہلے پوچھے جاتے ہیں پچھلے بھی سوال کیے جاینگے
اور جسکا پہلونسے حساب ہوگا پچھلونسے بھی ہوگا اور جو شخص انکی صفت پر نہو مومنونسے جنکو جہاد کی اجازت ہے تو وہ

اہل جہاد سے کون ماذون ہے

حتى يفي بما شرط الله عز وجل عليه فاذا تكاملت فيه شرائط الله عز وجل على المومنين والمجاهدين فهو من الماذونين لهم في الجهاد فليتق الله عز وجل عبد ولا يغتر بالاماني التي نهى الله عز وجل عنها من هذه الاحاديث الكاذبة على الله التي يكذبها القران ويتبرء منها ومن حملتها ورواتها ولا يقدم على الله عز وجل بشبهة لا يعذر بها فانه ليس وراء المتعرض للقتل في سبيل الله منزلة يوتى الله من قبلها وهي غاية الاعمال في عظم قدرها فليحكم امرء لنفسه وليريها كتاب الله عز وجل ويعرضها عليه فانه لا احد اعرف بالمرء من نفسه فان وجدها قائمة بما شرط الله عليه في الجهاد فليقدم على الجهاد وان علم تقصيرا فليصلحها وليقمها على ما فرض الله عليها من الجهاد ثم ليقدم بها وهي طاهرة مطهرة من كل دنس يحول بينها وبين جهادها نقول لمن اراد الجهاد وهو على خلاف ما وصفنا من شرائط الله عز وجل على المومنين والمجاهدين لا تجاهدوا ولكن نقول قد علمنا كم ما شرط الله عز وجل

له یہانتک کہ اللہ کے شرطون کو پورا کری پس جب اوسمین اللہ کی شرائط جو مومنون اور مجاہدون پر ہین پوری ہون تو وہ انہین سے ہی جنکو جہاد کا اذن ہے تو بندہ خدا سے ڈری اور ان جہوٹی باتونکی امید ون سے جنکو قرآن جہٹلاتا ہے اور جس سے اور جسکے اوٹہانے والون سے اور جسکی روایت سے بیزار ہوتا ہی فریب نہ کہاوی اور اللہ عز وجل پر شبہہ کے ساتھہ پیش قدمی نکری کیونکہ اللہ کے راہ مین تعرض کرنے کی سوائی کوئی مرتبہ نہین ہے کہ اوس سے پہلے اللہ دیوی اور وہ امیدونکی منتہا ہی اپنی قدر کی عظمت مین ـ پس چاہیی کہ کتاب اللہ کو اپنی نفس کے لیی حکم بناوی اور اوسپر پیش کرے کیونکہ اپنی آپکو اپنی نفس سے زیادہ کوئی پہچاننی والا نہین اگر اپنی نفس کو اللہ کی شرطونپر قائم پاوی تو جہاد پر پیش قدمی کری اور اگر کوتاہی سمجھی تو اوسکی اصلاح کری اور ان شرطونپر قائم کری جو اللہ نے جہاد مین مقرر کیے ہین پہر میل کچیل سے جو اوسمین اور جہاد مین حائل تہا پاک صاف ہوکر پیش قدمی کری ـ جو لوگ کہ جہاد کا ارادہ کرنیوالے اون اوصاف پر نہین ہین جو مومنین مجاہدین کے ہین ہم اونکو یہہ نہین کہتی کہ وہ جہاد نکرین لیکن ہم کہتی ہین کہ ہمنی تمکو سکہلادیا ہی جو اللہ نے ۱۲ ـ

له على اهل الجهاد الذين بايعهم واشترى منهم انفسهم واموالهم بالجنان فيصلح
امرءما علم من نفسه من تقصير عن ذلك وليعرضها على شرائط الله فان رأى انه
وفى بها وتكاملت فيه فانه ممن اذن الله عز وجل فى الجهاد وان ابى ان لا يكون
مجاهدا على ما فيه من الاصرار على المعاصى والمحارم بالاقدام على الجهاد بالتخبط والعمى
والقدوم على الله عز وجل بالجهل والروايات الكاذبة فلقد عمرى جاء الاثر
فيمن فعل هذا الفعل ان الله عز وجل ينصر هذا الدين باقوام لا خلاق لهم فليتق
الله عز وجل امرؤ وليحذر ان يكون منهم فقد بين لكم ولا عذر لكم بعد البيان
فى الجهل ولا قوة الا بالله حسبنا الله عليه توكلنا واليه المصير - انتهى چونکه
اس حدیث کی عبارت سہل ہے محتاج ترجمہ وبیان حاصل مطلب نہین اور نیز ہمنی بخوف طوالت
ترجمہ درحاصل مطلب بیان کرنا ترک کردیا ہے اسلیے ہم ترجمہ اور حاصل مطلب نہین لکھتے لیکن چند فوائد
جو بداہۃ اس حدیث سے صاف صاف ہمین بیان کرکے اپنے مدعا کی ثبوت پر جو اثبات خلافت ہے
استدلال کرتے ہین پس واضح ہو کہ راوی کہتا ہے کہ مینے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
سے سوال کیا کہ جہاد اور دعوت الی اللہ کسی خاص قوم کے ساتھہ مخصوص ہے یا ہر مومن موحد
کرسکتا ہے فرمایا کہ ایک قوم کے ساتھہ مخصوص ہے کہ بجز انکے کسیکو حلال نہین مینے عرض کیا

له اون اہل جہاد سے شرط کی ہے جنکی جانون اور مالون کو جنت کے بدلے خرید لیس آدمی اپنی نفس مین اس
جو کوتاہی پاوے اوسکی اصلاح کرے اور اوسکو اللہ کے شرائط پر پیش کرے پہر اگر دیکہے کہ وہ اوسمین پوری ہوگئی
ہین تو وہ ہمین ہے جنکو جہاد کا اذن ہے اور اگر باوجود معاصی اور حرامون پر اصرار کے او خبط اور اندہے پنا
کی ساتھہ جہاد پر اقدام کرے اور نادانی اور جہوٹے روایتونکی ساتھہ اللہ عزوجل پر پیش قدمی کی اس
نمائی کہ مجاہد ہو پس مجہکو اپنی زندگانی کی قسم جو یہہ کام کرے اوسکی بابمین حدیث وارد ہوئی ہے (تحقیق اللہ
عزوجل اس دین کی ایسی اقوام کے ساتھہ مدد کرتا ہے جنکو آخرت مین حصہ نہین ہے پس آدمی کو چاہیے کہ خدا
سے ڈرے اور خوف کرے کہ اینمین سے ہو۔ تمہارے واسطے بیان کردیا ہے اور بعد بیان کے جہل مین تمہارے لیے
کچہہ عذر نہین ولا قوة الا باللہ حسبنا اللہ علیہ توکلنا والیہ المصیر ۱۲ —

وہ کون لوگ ہین فرمایا کہ اسکی لیی شرائط ہین جو لوگ مستجمع شرائط ہون وہی ماذون فی الجہاد
ہونگی مینی عرض کیا بیان کیجیئی فرمایا کہ خدا تعالے نے اسکی درجات مقرر فرمائی ہین اور درجہ بدرجہ
بیان فرما کر آخر مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کو مومنین بیان فرمایا اور فرمایا کہ یہہ
لوگ مصداق آیت محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار
رحماء بینہم الآیہ کی ہین پہر اونکو اوصاف مندرجہ آیت قد افلح المومنین الذین
ہم فی صلوتہم خاشعون الآیہ کے ساتہہ متصف فرمایا کہ اونمین لحوق کی طمع نکریں
مگر جو اونمین سی ہو پہر اونکا وصف آیت والذین لا یدعون مع اللہ الٰہا آخر کے ساتہہ
بیان کیا پہر خبر دی کہ خدا تعالے نے اونکی مالون اور جانونکو جنت کے بدلی خرید لیا راہ
خدا مین مارین اور مرین جب یہہ آیت نازل ہوئی ان اللہ اشتری من المومنین
انفسہم الآیہ تو ایک شخص نے پوچہا یا رسول اللہ ایک شخص اپنی تلوار لیکر سقا بلہ کرتا ہی
یہانتک کہ مقتول ہوتا ہے کیا وہ شہید ہے تو یہہ آیت نازل ہوئی التائبون
العابدون الحامدون الآیہ حضرت نے اس آیت کی تفسیر فرمائی اور فرمایا مژدہ
شہادت اور جنت کا اوسکو ہی جو ان اوصاف کے ساتہہ متصف ہوکر مقتول ہو پہر خداوند
تعالے نے خبر دی کہ خدا نے کسیکو قتال کا امر نہین کیا مگر جو لوگ کہ ان شرائط کی ساتہہ
متصف ہون چنانچہ ارشاد ہی اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا الآیہ اور یہہ اسلیی
کہ تمام اشیاء مابین السماء والارض خدا و رسول کی اور اون مومنین کی ہین جو ان اوصاف کے ساتہہ
موصوف ہون پس جو کچہہ کفار کے قبضہ مین ہی وہ سب مومنین موصوفین بالصفات
کا ہی لیکن کفار نے مومنین پر ظلم کیا اور اونپر غالب ہوگیی اور جب مظلوم ہوئی
تو ماذون فی الجہاد ہوئی اور مظلوم نہین ہوتا جب تک کہ مومن نہو اور مومن
اوسوقت ہوگا جب شرائط مذکورہ کے ساتہہ متصف ہو۔ پس جو شخص شرائط
مذکورہ کے ساتہہ متصف ہوگا مومن ہوگا اور جو مومن ہوگا مظلوم ہوگا اور جو مظلوم ہوگا

ماذون فی الجہاد ہوگا بدلیل قولہ تعالے اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا الآیۃ
جب یہہ آیت مہاجرین کے لیے نازل ہوئی جنکو کفار مکہ نے اونکے گہر ولسے نکال دیا تہا
تو اونکے لیے بسبب اونکی مظلومی کے جہاد حلال ہوا۔ شیعی عرض کیا گر یہہ آیت مہاجرین
کے لیے تو اس وجہ سے نازل ہوئی کہ اونپر اہل مکہ نے ظلم کیا تہا پہر کیا وجہ ہے کہ کسری وقیصر
اور سوا اونکے مشرکین عرب سے کیون لڑے نہ اونہون نے ظلم کیا نہ گہر ولسے نکالا۔ فرمایا
کہ اگر اذن بالقتال خاص بسبب ظلم اہل مکہ کے ہو تو پہر واقعی کسری وغیرہ کی جواز قتال
کی کوئی سبیل نہین اور یہہ فرض قتال ہی لوگونسے اوٹہہ جائے لیکن اسطرح نہین جیسا
تو نے گمان کیا بلکہ کفار کا ظلم دو طرح ہے اہل مکہ کا ظلم تو یہہ ہے کہ مومنین کو اونکے
گہر ولسے نکالا اور کسری وغیرہ کا ظلم اسطور ہے کہ جو کچہہ اونکے قبض وتصرف مین ہے
وہ مومنین کا حق ہے جسپر کفار ظلماً غالب ہوگئے تو خدا کے حکم اور اجازت کے موافق
مومنین نے کسری وقیصر وغیرہ سے مقابلہ کیا اور اسیطرح ہر زمانہ کے مومن اس آیت کے
دلیل سے کفار کے ساتہہ مقابلہ کرینگے پس اس حدیث سے بدلالت واضح ثابت ومتحقق ہے
کہ جن لوگون نے کسرے وقیصر سے جہاد کیا وہ ماذون فی الجہاد تہے اور وہ خلفا ہین
رضوان اللہ علیہم اجمعین پس جب وہ ماذون فی الجہاد تہے تو معلوم ہوا کہ مظلوم
بہی اور مظلوم نہین ہوسکتا جب تک مومن کامل نہو تو ثابت ہوا کہ وہ مومن کامل تہے
اور جب مومن تہے تو ثابت ہوا کہ متصف بشرائط واوصاف مذکورہ تہے کہ رسول کی
رفقا اور مصاحبین کفار پر سخت مومنین کے ساتہہ نرم عبادت مین سرگرم بارگاہ خداوندی
مین اوسکے فضل ورضوان کے طالب اونکی جلوہی اراد ہتہ ذہن عبادت کی وجہ خداوند
تعالے نے کتب مقدسہ توراۃ وانجیل مین اونکی مدح وتوصیف کو بطور مثل کے بیان فرمایا
اور اونسے وعدہ مغفرت اور اجر عظیم کا دار آخرت مین فرمایا اور یہی دنیا مین رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے یار غار اور رفیق غمگسار رہے آخرت مین بہی اسکا نتیجہ اونکو یہہ ملیگا کہ

نور اونکے آگے آگے جلو مین ہوگا اور انبیاء کی ساتھہ جنت مین داخل ہونگے - اور نیز فلاح باب کامل الایمان خاشعون فی الصلوٰۃ بیہودگی سے مجتنب اور معرض - زکوٰۃ دینے والے عفیف امانتون کے ادا کرنے والے عہد کی پورا کرنے والے اپنی سچی شہادتون پر قائم اور ان حضرات نے بسبب ان اوصاف کے جنت الفردوس کو میراث پایا ہے گناہون سے توبہ کرنے والے خدای وحدہ لاشریک کی پرستش کرنے والے ہر ایک حال مین خدا تعالے کی حمد کرنیوالے روزہ رکھنے والے - نمازونکو اونکی اوقات پہ پوری طور پر ادا کرنے والے لوگونکو معروف کا حکم کرنے والے اور آپ بجا لانے والے منکر سے روکنے والے اور خود بازرہنے والے - اور خدا کی حدود کی محافظت کرنے والے پس یہہ صفات ہین جنکی وجہ سے حق تعالے نے مومنین کے جانون اور مالونکو جنت کے بدلے خرید لیا خدا کی راہ مین لڑتے مارتے ہین اور مرتے ہین خدا کا سچا وعدہ ہے توراۃ اور انجیل و قرآن مین جس نے خدا کے ساتھہ اپنا عہد پورا کیا خوش ہو اپنی بیع کے ساتھہ اور یہہ بڑی کامیابی ہے پس یہہ اوصاف ہین جنکی ساتھہ وہ مہاجرین متصف ہین جنکو کفار نے مکہ سے نکال دیا اور اون اوصاف کے ساتھہ وہ مہاجرین موصوف ہین جنہون نے باجازت نامہ خداوندی - اذن للذین یقاتلون الآیۃ کسریٰ وقیصر کے ساتھہ جہاد کیا اور اونسے اپنا حق واپس لیا پس اگر معاذ اللہ یہہ حضرات جنکی بشہادت امام جعفر صادق رضہ جو مامور باظہار ما ہو الحق تھے یہہ اوصاف ہین کافر و منافق ہون اور غاصب خلافت مرتضوی اور فدک فاطمی ہون یا محرف قرآن اور محرق بیت اہل بیت ہون یا اہلبیت کی تذلیل کرین یا معاذ اللہ بنات کو غصب کرین یا جناب فاطمی کو صدمہ ضرب پہونچادین جس سے اسقاط محسن ہوکر مرد و وفات پادین یا صحابہ مقبول کو زدو کوب اور تذلیل و توہین کرین الی غیر ذلک من الافترات تو لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ امام جعفر صادق رضہ نے جو کچہہ فرمایا وہ جھوٹ ہے اور اس باب مین آپ جھوٹے ہون اور یہہ محال ہے تو ثابت ہوا کہ شیخین مجاہد قیصر و کسریٰ اوصاف مذکورہ کے ساتھہ قطعا و یقینا

متصف تہی اور ثابت ہوا کہ خدا و رسول کے نزدیک صاحب مراتب رفیعہ اور مدارج عالیہ تھی
اور اونکی امامت حقہ اور خلافت راشدہ تھی والحمد للہ علی ذلک اور نیز اس سے بالبداہۃ اونکا
بھی بطلان صریح ہوگیا جو آپکی علامہ رضی نے نہج البلاغۃ مین جا بجا ہونے کیلئے معرفت
حجت یعنی امام کی شرط کی ہے - دلیل سابع جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ایام مرض الموت مین باوجودیکہ تمام اصحاب کبار مہاجرین و انصار اوسوقت حاضر و موجود تہے
مسجد نبوی مین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی جا بجا پیشوائی نماز مقرر فرمایا اور تمام
حاضرین پر امامت نماز مین مقدم کیا اور سب کا امام بنایا تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تمام حاضرین پر اوصاف استحقاق امامت مین
فضیلت اور تقدم رکھتی تھی چنانچہ حسب تصریح خاتم المتکلمین مولانا مولوی حیدر علی رفع اللہ
درجتہ فی العلیین انکی مولای مجلسی وغیرہ نے بحار وغیرہ مین اسکی روایات نقل فرماکر
جواب دیے ہین قطع نظر اس سے اگر مجیب لبیب کو اسکا انکار ہے تو فرمادین کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اشتداد مرض مین جو شب جمعہ سے لیکر فجر دوشنبہ تک ممتد رہا
جسمین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بجز ایک دو بار کے مسجد مین نہین تشریف لیجا سکے کون
امام ہوا اور کسنے نماز پڑہائی ظاہر ہے کہ بلا اجازت تو نماز نہین پڑہائی ہوگی اور ضرور آپنے
کسیکو امام مقرر فرمایا ہوگا اور ترک صلوٰۃ کو بھی نہین چھوڑا ہوگا تو آپنے کسکو نماز کیلیے
امام مقرر فرمایا اور یہہ واقعہ ایسا نہین ہے کہ یاد نرہا ہو - قرب وفات کا واقعہ ہے ہان اگر بعض
رواۃ شیعہ نے بنظر حفظ مذہب اس سے نسیان یا تناسی فرمائی ہو تو کچہہ تعجب نہین لیکن
اہل تاریخ کو دیکھنا چاہیے وہ اس قصہ کو کیونکر بیان کرتے ہین غیاث الدین بن ہمام الدین الحسینی
صاحب حبیب السیر اپنی کتاب مین لکھتا ہے نقلست کہ در ایام بیماری آن مقتدای انبیاء
و مرسلین در وقت ادای صلوٰۃ یک نوبت بمسجد تشریف بردہ شرائط امامت بجا آوردی
اما در آخر اوقات مرض سہ روز بیرون نتوانست آمد و دران ایام بموجب اشارت آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم امیر المومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ پیش نماز خلایق بود۔ اسیطرح اور مورخین نے
بھی تصریح کی ہی پس اس سے انکار گویا آفتاب کو مشت خاک سے پوشیدہ کرنا ہی اور محض عناد
و مکابرہ ہی پس باوجود اسکے کہ آپ پر واقعہ غصب خلافت منکشف تھا اور جانتے تھے کہ
بعد آپکے یہہ لوگ خلافت مرتضوی غصب کرینگے تو ایسی حالت مین کہ سب اکابر مہاجرین
و اعیان انصار موجود ہون اور آپکا بھی وقت رحلت قریب ہو ایسا فعل کرنا جو موید اونکی ثبوت
حقیت خلافت کو ہو بلکہ ناسخ نصوص خلافت مرتضوی ہو البتہ حسب روایات شیعہ موجب
کمال استعجاب اولوالالباب ہی اول تو خود ایسے شخص کو اکابر مہاجرین و انصار پر امام مقرر
فرمانا جو بمحض عشق و عاشقی کی وجہ سے مکہ چھوڑ کر نکلا ہو اور حرف ظاہر مین ہی کلمہ گو ہو حالانکہ
سورہ برات وغیرہ نازل ہو چکی تھی دین کی تکمیل ہو چکی تھی ماکان اللہ لیذر المومنین
علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب کا وعدہ پورا ہو چکا تھا اور حضرت کو
ہر ایک کا حال معلوم ہو چکا تھا البتہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو افضل الانبیاء و الرسل
ہاین حیرت خیز اور تعجب انگیز ہی پھر غصب خلافت کے کھٹکے نے اور زیادہ قابل حیرانی
و تعجب کر دیا تو اس سے صریح معلوم ہوتا ہی کہ جن اصول پر یہہ لزوم ہے فی الحقیقت وہ
اصول ہی موضوع و مفتری اور مخالف دین اسلام ہین اور فی الواقع حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو آخر وقت مین ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امام مقرر فرمانے سے یہہ ہی غرض
تھی کہ انکی خلافت کی طرف ایما جو قریب تنصیص کے ہی ہو جاوے چنانچہ سقیفہ بنی ساعدہ
مین منجملہ دلائل کے ایک دلیل یہہ بھی پیش کی گئی تھی جسکو انصار نے بسر و چشم قبول
کر لیا چنانچہ کتب اہل سنت مین مذکور ہی اور جب انصار نے اسکو قبول کر لیا اور کچھہ رد و
قدح و چون و چرا نہین کی تو اوسکو تائید و تقویت حاصل ہو گئی اور معلوم ہوا کہ یہہ بابت
امامت کبری کے لئے توطیہ و تمہید تھی ہم اسوقت اسی قدر قلیل پر اکتفا کرتے ہین
بعد اسکے اگر ہمارے فاضل مجیب نے کچھہ اسمین کلام و تسلیم فرمائی تو انشاء اللہ تعالی مفصل

گذارش کرینگی دلیل ثامن حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ جو مامور باظہار حق تھے اور تقیہ انکو جایز نہ تھا بلکہ حسب وصیت نامہ انکو یہ حکم تھا۔ حدث الناس وافتھم ولا تخافن الا اللہ وانشر علوم اہل بیتک وصدق اباءک الصالحین فانک فی حرز وامان اور ہرگز خلفا کی پاسداری نہ فرماتے تھے شیخین رضی اللہ عنہ کی حقیقت فرماتے ہین ہما امامان عادلان قاسطان کانا علی الحق وماتا علیہ فعلیہما رحمۃ اللہ یوم القیمۃ۔ نقلا عن کاشف۔ ارباب عقول اس عبارت کو ملاحظہ کرین اور کہین کہ یہہ کلام ثبوت حقیت خلافت شیخین رض کے لیے نص صریح ہے چونکہ جناب امام جعفر کو حکم تھا۔ وصدق اباءک الصالحین پس بموجب اس حکم کے آپنے یہ کلمات ارشاد فرمائی جو مصدق ہے کلام جناب امیر جناب امام حسن رضی اللہ عنہما مین چنانچہ ہم سابق مین سیقدر گذارش کرچکے ہین یہان بطور تذکر کے اسقدر گذارش ہے کہ پہلے معروض ہوچکا ہے کہ جناب امیر نے شیخین کی نسبت ارشاد فرمایا ولعمری ان مکانہما فی الاسلام لعظیم وان المصائب لہما فی الاسلام لجرح شدید یرحمہما اللہ جزاہما باحسن ما عملا اب ہم نص جعفری کو اس کلام سے مطابق کرتے ہین اور اسکی تصدیق اوس سے کرتے ہین ظاہر ہے کہ شیخین کے لیے امامت حقہ کا ثابت ہونا متضمن ثبوت عدل اور قسط کو ہے اور نیز مستلزم اسکو ہے کہ حق پر تھے اور یہہ گویا شرح ان مکانہما فی الاسلام لعظیم وان المصاب لہما فی الاسلام لجرح شدید کی ہے اور اس سے پوری تصدیق اون دونو جملونکی ہوتی ہے۔ بعد اسکی فعلیہما رحمۃ اللہ یوم القیمۃ اور جملہ یرحمہما وجزاہما باحسن ما عملا ظاہر ہے کہ بالکل ہم معنی ہین ہمین کچھہ حاجت بیان ہی نہین ہے علاوہ ازین خطبہ للہ بلاد فلان کو بہی مصدق ہے علی الخصوص فلقد قوم الاود وداوی العمد واصاب خیرہا

لے لوگون سے حدیث بیان کر اور انکو فتوی دے اور بجز خدا کے کسی سے نہ ڈر اور اپنی اہلبیت کے علوم کو پہیلا اور اپنی اباء صالحین کے تصدیق کر تو حفاظت اور امان مین ہے۔ ۱۲

[Margin note, partly legible:] حضرت امام جعفر صادق ... خلافت ... [illegible]

وسبقو شرھا۔ کی ھما اماماں عادلان قاسطان کانا علی الحق گویا ھمہ معنی
اور مرادف ہین اور گویا جناب امام صادق نے جناب امیر کی کلام کے شرح فرمادی اور جناب امیر کے
اس کلام مین گو حمد و دعائیہ نہین لیکن اوصاف مذکورہ قطعی مستلزم ترحم علیہما رحمۃ اللہ یوم القیمہ
کو ہین اسیطرح جناب امام صادق نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی کلام کے بھی تصدیق کر دی
کیونکہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے جب خلافت امیر معویہ رضی اللہ عنہ کو تسلیم فرمائی تھی اور باہم
صلح نامہ تحریر ہوا تھا تو اول شرط یہہ تحریر ہوئی تھی بسلم الیہ ولایۃ المسلمین
علی ان یعمل بینھم بکتاب اللہ وسنۃ رسولہ وسیرۃ الخلفاء
الراشدین۔ اور ظاہر ہی کہ حضرت امام حسنؓ سے پہلے خلفاء راشدین بجز خلفاء اربعہ کے اور کوئی
نہین جب اونکو راشد فرمایا اور اونکی پیروی کا حکم فرمایا تو وہ اگر فی الواقع امام برحق اور خلیفہ
راشد نہون تو امام معصوم کے کلام مین کذب لازم آوئی تو معلوم ہوا کہ وہ فی الواقع خلفاء راشدین
اور ائمہ برحق تھی اور جو کچھہ اونہون نے کیا وہ عدل و قسط تہا چنانچہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
نی اوسکی تصدیق فرمائی اور اپنی اس کلام مین حضرت امام حسن رض کے ارشاد کی گویا شرح کر دی تو اب
مطابق وصیت نامہ کی حضرت امام جعفر رضہ پر پوری طور سے صادق آیا۔ وصدق اباءك
الصالحین اور واقعی آپنے مطابق حکم وصیت نامہ کے اپنی آباء صالحین کی پوری تصدیق
فرمائی۔ اور علاوہ ازین چونکہ حضرت امام جعفر مامور باظہار الحق تھی اور تقیہ جائز نہ تھی
اسلیے جو کچھہ ظاہری طور پر آپنے ارشاد فرمایا وہ قابل قبول ہوگا اور جو کچھہ تنہائی مین خفیہ طور پر اوسکی
خلاف بیان کر جو باعتبار لفظ و معنی کے نہایت لغو اور پوچ ہے اوسکی نسبت یہہ متضمن کیا جاتا ہی
وہ حضرات کا ایجاد و اختراع بحت ہوگا چنانچہ بتصریح بعض علماء شیعہ کے بعض کی نسبت یہہ امر
ثابت ہی باقر مجلسی نے صدوق کی نسبت ایک حدیث مین یہہ امر فرمایا ہی وانما فعل
ذلك لیوافق اهل العدل۔ خود شریف رضی نے جناب امیر کے کلام مین کیا کیا کچھہ
ابتری کی ہی کہ وہ تحریفات یہود و نصاری سے بھی بڑھ گئی پس ایسی حالت مین ایسی

زیادتیونکو کیونکر غلط یقین نکیا جاوی جو باعتبار لفظ و معنی کے غلط ہوں باعتبار حالت قایل کے غلط ہوں باعتبار ناقل کے غلط اور کذب ہوں کوئی قرینہ اونکی صدق پر شاہد ہو ایسی زیادتیونکو صحیح تسلیم کرنا حضرات شیعہ کا ہی کام ہے اور وہ زیادتی اختراعی یہہ ہے راوی اس حدیث کا کہتا ہے۔ فلما انصرف الناس قال لہ رجل من خاصتہ یا ابن رسول اللہ لقد تعجبت مما قلت فی ابی بکر و عمر فقال نعم هما اماما اهل النار کما قال اللہ تعالی وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ واما العادلان فلعدولهم عن الحق کقولہ تعالی وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ واما القاسطان فقد قال اللہ تعالی وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا والمراد من الحق الذی کانا مستولیین علیه هو امیر المومنین حیث اذیاہ و غصبا حقہ والمراد من موتهما علیه انهما ماتا علی عداوتہ من غیر ندامة عن ذلک والمراد من رحمة اللہ رسول اللہ فانہ کان رحمة العالمین وسیکون خصما لهما ساخطا علیهما منتقما عنهما یوم الدین انتهی۔ اہل دانش بنصاف اس زیادتی کو جو روات شیعہ نے فرمائی ہے ملاحظہ فرماوین اور حضرات شیعہ کے علم و فضل و عقل و انصاف و دین و ایمان کی داد دین اس بحث میں ہم یہہ تو بیان کر چکے ہیں کہ اس نص صحیح عفری مین اگر اسکو ظاہر پر محمول کیا جاوے پوری طور پر تصدیق انکی ابا ر صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہوتی ہے لیکن اگر اس زیادتی

ا؎ جب لوگ چلے گئے تو ایک شخص نے آپکی خواص مین سے پوچھا کہ ای رسول اللہ کے فرزند مجھی اوس سے تعجب ہے جو آپنے ابوبکر و عمر کے حق مین فرمایا۔ فرمایا ہان۔ وہ دونو دوزخیونکے امام ہین۔ جیسا اللہ تعالی نے فرمایا (اور ہمنے انکو امام بنایا کہ آگ کیطرف بلاتے ہین) اور یہہ کہ وہ عادل ہین تو یہہ حق سے عدول کرتے اور پھرنے کی سبب سے مثل قولہ تعالی کے (جنہون نے کفر کیا اپنے پروردگار کے ساتھ برابر کرتے۔) اور یہہ کہ قاسط ہین پس تحقیق اللہ تعالی نے فرمایا کہ قاسط و ظالم دوزخ کا ایندھن ہین اور حق سے مراد جسپر وہ غالب تھے امیر المومنین ہین کہ اسکو ایذا دی اور اسکا حق غصب کیا اور اسپر مرنے سے مراد یہہ ہے کہ بدون ندامت کے اسکی عداوت پر مرے اور رحمة اللہ سے مراد رسول اللہ ہین کہ وہ رحمة للعالمین ہین اور انکا

رواۃ کو صحیح تسلیم کر لیا جاوی تو اس صورت مین ابا بصالحین کی تصدیق نہو گی بلکہ تکذیب ہو گی
اب ہم اس زیادتی کی تکذیب پر دلائل قائم کرتے ہین گو ہماری گذارش سابقہ سی اسکی تکذیب بخوبی
ہو چکی ہے اور علماء کی بالخصوص اس زیادتی اور اسکی روایت کو جھوٹا کرتی ہین جو نصیح ہو کر اولا جملہ
دعمری ان مکانہما فی الاسلام لعظیم الخ اور کلام - للہ بلاد فلان صریح اسکی اور اسکی رواۃ کی
تکذیب کرتے ہین - ثانیاً علامہ بحرانی نے جو جواب اس اعتراض کا دیا ہی کیف سلم بہما ام
یسلم لمعویۃ وطلحۃ والزبیر مع قیام الفتنۃ فی حربہم - اور وہ یہہ ہی - الثانی ان الفرق بین الخلفاء
الثلثۃ وبین معویۃ فی اقامۃ حدود اللہ والعمل بمقتضی اوامرہ ونواہیہ ظاہر - اس سی صریح
ثابت ہوتا ہی کہ راوی نے جو عادلان فاسطان کی معنی جابران ظالمان کی گھڑی ہین محض دروغ ہی
کیونکہ خلفاء ثلثہ کا حدود اللہ کو قائم کرنا اور بموجب اوامر ونواہی خداوندی کے عمل کرنا یہہ ایسا ظاہر ہی
کہ جسکا شیعہ کو بھی اعتراف ہی اور ظاہر ہی کہ عدل و انصاف اسیکا نام ہی کہ حدود اللہ کو قائم کیا جاوی
اور بموجب اوامر ونواہی خداوندی کے عمل کیا جاوی اور حق پر ہونا بھی اسی پر منحصر ہی اور استحقاق دعا
فعلیہما رحمۃ اللہ یوم القیمۃ کا بھی اسی پر گویا موقوف ہی اور جب یہہ وصف شیخین مین حسب
اعتراف علامہ بحرانی پائی جاتی ہین اور ہم جانتی ہین کہ شیعہ مین سی کسی کو بجز خاص
وقت کی اسکا انکار نہین اور بحرانی کو جھوٹا نہین سمجھتی تو معلوم ہوا کہ حضرت امام نے جو کچھہ
فرمایا وہ اپنی ظاہر پر محمول ہی اور راوی نے جو اسکی بعد مین تحریف فرمائی وہ کذب و دروغ ہی
ثالثاً ہم اس سی زیادہ صریح دلیل اور واضح تر عرض کرتے ہین جس سی پوری تکذیب اس
زیادت اور اسکی رواۃ کی ہو جاوی - نہج البلاغت مین ایک خطبہ مذکور ہی جسکا عنوان یہہ ہے
واللہ لا سلمن ما سلمت امور المسلمین ولم یکن فیہا جور الا علی خاصۃ الخ یہہ خطبہ
صریح دلالت کرتا ہی کہ جناب امیر نے تسلیم خلافت اس شرط پر فرمائی تہی کہ امور مسلمین بدستور درست
اور سلامت رہین کسی پر جور و جفا ظلم و زیادتی نہو چنانچہ آخر خلافت خلفاء تک جناب نے اوس
تسلیم کو قائم رکھا اور کوئی امر ایسا واقع نہین ہوا جس سی جناب امیر کو گنجائش مناقشہ ہو خاص کر

بلکہ چنانچہ شارح ابن میثم اسکی تصدیق فرماتے ہیں اور اسکی تائید میں لکھتے ہیں قولہ واللہ لاسلمن
ما سلمت امور المسلمین ای لاترکن المنافسۃ فی ھذا الامر ما سلمت امور
المسلمین من الفتن وفیہ اشارۃ الی ان غرضہ من المنافسۃ فی ھذا
الامر ھو صلاح حال المسلمین واستقامۃ امورھم وسلامتھم عن الفتن
وقد کان لھم ممن سلف من الخلفاء قبلہ اس سے بدلالت مطابقی ثابت ہے کہ خلافت خلفاء ثلثہ رضی اللہ
عنہم ظلم و جور کی بو سے بالکل پاک و صاف رہی در یہ شیخین رضی اللہ عنہما مصداق ھما امامان عادلان
قاسطان کانا علی الحق وماتا علیہ فعلیہما رحمۃ اللہ یوم القیمۃ کی ہیں اور واضح رہے
بعد اسکے جو کچھ مستلقات لنفس اضافہ کیا وہ سراسر کذب اور دروغ ہے اور جناب امیر علیہ السلام کی کلام
اور اجمالی کی تصریح سراسر اسکی تکذیب ہے ۔ رابعًا خاتم المتکلمین مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ فاضل
اخباری کی جواب ایضاح میں یہہ عبارت نقل فرماتے ہیں وگر با انصاف تامل فرمایند واضح است کہ بنا بر
مزعومہ امامیہ از خلفاء ثلثہ نسبت بہ امیر المؤمنین علیہ السلام و فاطمہ سلام اللہ علیہا نقض عہد و نکث
بیعت غدیر و غصب فدک و دیگر چند اعمال دال بر عناد سر زدہ اما باینہمہ بار در خلافت بر طریقہ معاشرت ایشان
با اہل بیت ہمین اعزاز و اکرام باتفاق فریقین بود و اجرای شعائر اسلام بجز افعال معدود کہ در کتب کلامیہ و سیر
موجود و منشار طعن و قدح در شان ایشان ست بالمرہ نزد امامیہ نیز از میان برنداشتہ بودند و پاس شرع متین را
نصب العین خاطر خود ساختہ ۔ دیکہئے فاضل اخباری کس تصریح کیساتھہ فرماتے ہیں کہ خلفاء ثلثہ کا طریقہ
معاشرت اہل بیت کی ساتھہ ہمین اعزاز و اکرام باتفاق فریقین شیعہ و اہل سنت کی تھا اور اجرای شعائر اسلام
کو امامیہ کے نزدیک بھی اوٹھا نہیں دیا تھا اور پاس شرع متین کو برفت اپنی دلکی آنکھوں کی سامنے رکھتے تھے
پس جنکی بقول فاضل اخباری یہہ صفت ہوں انکی نسبت صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہہ زیادتی کذب
و دروغ ہے اور یہہ جو فاضل اخباری نے بعض اعمال معدودہ کی نسبت ذکر کیا یہہ بھی جناب امیر کی
تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرات کا کذب و افترا ہے چنانچہ ہم بارہا گذارش کر چکے اور ابھی
گذارش کیا ہے کہ جناب امیر کا تسلیم خلافت کو مشروط کرنا صلاح امور اہل اسلام کے ساتھہ

پہر وہ سب الست بسیم پر آخر تک قائم رہنا اور چون و چرا نکرنا اون افعال کو جو کتب کلامیہ اور سیر مین موجود ہین مثل
تاخیر بیعت و نقض عہد و غصب فدک وغیرہ سب کو ثابت کرتا ہی کہ موضوعہ و مخترعہ ہین کیونکہ پہلی شیعہ پر
کوئی فعل ایسا سرزد نہین ہوا جسکا اثر خاص جناب امیر کے ذات بابرکات تک محدود ہو بلکہ جو فعل صادر
ہوا جسکو حضرات شیعہ معرض طعن و قدح مین بیان کرتے ہین وہ علاوہ جناب امیر کے دوسرونکے
حقوق پر بہی موثر ہی مثلاً غصب خلافت ایہ ایسا فعل ہی کہ اس سے زیادہ دینوی اور دنیاوی حقوق
اہل اسلام کو کوئی چیز ضرر رسان نہین ہی چنانچہ خود ظاہر و بدیہی ہے غصب فدک خاص حق
جناب سیدہ معصومہ کا بلکہ آئندہ تمام بنی فاطمہ کا تہا جو تلف ہوا اور اس سے آئندہ ایک حصہ کا
نقصان چندروزہ جناب امیر کا بہی سمجہو علی ہذا القیاس پس اگر انکا وقوع صحیح ہوتا تو معاذ اللہ
جناب امیر نے جو کچہہ - واللہ لاسلمن ما سلمت امور المسلمین الخ - فرمایا وہ جہوٹ تہا اور اگر
وہ سچ تہا تو ان امورکا وقوع کذب ہی لیکن ہم کہتی ہین جناب امیر کا ارشاد سچا تہا وہ ہرگز کذب
نہین لیکن یہ امور محض اون جیسی لوگونکی تراشی ہوئی ہین جو لاعن و ملعون ائمہ تہی جنکی مونہہ
پر کتّی پیشاب کرتی تہی جنکی صراحۃً ائمہ تکذیب فرماتے تہی جو ائمہ پر افترا و بہتان باندہتی
تہی پس انکی تکذیب کردینا البتہ قرین قیاس ہی - غرض بہت دلائل اس زیادتی مختصرہ کی بخوبی تکذیب
کرتی ہین اور علاوہ انکی اور بہی دلائل عقلیہ ہین جو اس زیادتی اور اوسکی راوات کی تکذیب کرتی ہین
مگر ہمنی بخیال تطویل اور نیز اس خیال سی کہ ہر شخص جسکو ذرا بہی عقل و فہم اور کچہہ علم و انصاف سے
حصہ ملا ہوگا وہ بمجرد دیکہنی اس زیادتی کی بداہۃً یقین کرسکتا ہی کہ یہہ محض بناوٹ اور جہوٹ
ہی انکی استیعاب کو ترک کردیا ہی **دلیل تاسع** جناب امام حسن رضی اللہ عنہ نے جب
صلح خلافت فرمایا اور امیر معویہ سی مصالحت کرکے اونکو تسلیم فرمائی اور صلحنامہ لکہا گیا جو علمائے
تاریخ نے نقل کیا ہی اور ہم سابق مین اوسکی نقل کرچکی ہین کہ اوسمین چند شرائط قرار پائی تہی
چنانچہ اول شرط یہہ تہی کہ کتاب و سنت و سیرت خلفاء راشدین پر عمل کری دوسری
شرط یہہ تہی کہ معویہ کو یہہ استحقاق نہین ہی کہ اپنی بعد کسیکو خلیفہ مقرر کری بلکہ بعد اوسکی

خلافت شوریٰ کی طور پر بین المسلمین ہوگی چنانچہ عبارت صلحنامہ کی یہہ ہی بسم اللہ الرحمن الرحیم ھذا ما صالح علیہ الحسن بن علی بن ابی طالب و معویہ بن ابی سفیان صالحہ علی ان یسلم الیہ ولایۃ امر المسلمین علی ان یعمل فیھم بکتاب اللہ تعالیٰ و سنۃ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم و سیرۃ الخلفاء الصالحین ولیس لمعویۃ بن ابی سفیان ان یعہد الی احد من بعدہ بل یکون الامر من بعدہ شوریٰ بین المسلمین انتہی بقدر الحاجۃ

یہہ دونو شرطین بداہتہ ایسی ہین جو ہماری مدعا کی مثبت ہین اور اصول شیعہ کی مبطل کیونکہ خلاصہ پہلی شرط مین بدلالت مطابقی ہماری دعوی کا ثبوت موجود ہی امیر معویہ شقی سے معاہدہ فرمایا کہ سیرت خلفاء صالحین پر عمل کریگی اب فرمایئی کہ خلفاء صالحین کون ہین جنکو جناب امام صالحین یا راشدین سے تعبیر فرماتے ہین اس سے پہلے بجز خلفاء اربعہ کے اور کوئی خلیفہ نہین ہوتا تو بجز اسکے کہ خلفاء صالحین سے خلفاء اربعہ مراد ہو اور کوئی صورت نہین اور خلفاء صالحین اوسیوقت ہوسکتے ہین جبکہ اونکی امامت حقہ اور خلافت راشدہ ہو نہ امارت فاجرہ تو یہہ شرط چند وجوہ سے مثبت مدعا ہی اول یہہ کہ جناب امام علیہ السلام نے اونکو خلفاء صالحین فرمایا اگر فی الواقع وہ خلفاء صالحین ہین تو ہمارا مدعا ثابت ہی اور اگر باعتبار فرض وہ خلفاء صالحین نہین ہین تو معاذ اللہ امام معصوم نے جہوٹ بولا دوسری یہہ کہ کتاب و سنت کی ساتہہ اونکی سیرت کوبہی معمول بہا شرط قرار دیا جس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ اونکی سیرت اتباع سنت مین یہانتک راسخ ہی کہ جو اوسکا اتباع کریگا — فی الحقیقت شریعت کا ہی اتباع ہوگا اور اونہون نے یہانتک اجرای شعائر شرع کیا اور پاس شرع کو اپنی افعال و اقوال مین یہانتک ملحوظ خاطر رکہا کہ جو شخص اونکا اتباع کریگا وہ اتباع کتاب و سنت و سبیل شریعت سے جدا نہوگا اور یہہ مستلزم اسکو ہی کہ وہ خلفاء راشدین تہی اور اونکی خلافت خلافت راشدہ تہی — تیسری یہہ کہ جناب امام حسنؓ نے وسیرت الخلفاء الصالحین الی لفظ فرمایا

جو خلفاء اربعہ کو شامل ہی جسمین جناب امیر اور جناب خلفاء ثلثہ برابر شریک ہین اور ہرگز خصوصیت کے
ساتھہ اسکا اطلاق جناب امیر پر نہین ہو سکتا اور بدون امتیاز و فرق کے سب کی سیرت کی اتباع کو شرط
گردانا جس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ رشد و صلاح مین جیسی انکی نزدیک جناب امیر تہی ویسی ہی
خلفاء ثلثہ تہی اور جیسی اتباع سیرت جناب امیر کا پسندیدہ تہا ویسی ہی اتباع سیرت خلفاء
ثلثہ بہی محمود و پسندیدہ تہا اور یہہ عین مدعا اہلسنت کا ہی اور ظاہر ہی کہ یہہ وقت تقیہ کا نہین اور
تقیہ کی یہان گنجایش ہی اور کتاب و سنت کا ہی ذکر فرمانا کافی تہا یہہ جو آپنے بڑہایا اس سے
صراحۃً معلوم ہو سکتا ہی کہ یہہ آپکا عقیدہ قلبی تہا اور دوسری شرط بہی ہماری مدعا کو
ثابت کرتی ہی دوسری آپنے یہہ شرط کی کہ معویہ ابن ابی سفیان کو اختیار نہین ہی کہ اپنی بعد
کسیکو خلیفہ بنادی بلکہ امر خلافت کا بین المسلمین بطور مشورہ کے ہوگا اس شرط مین غور
کرنا چاہیی کہ کس صاف طور پر یہہ شرط شوری مسلمین کی تصویب اور تصحیح کرتی ہے اور اس سی
ثابت ہوتا ہی کہ جو خلافت بطور شوری کے واقع ہو وہ صحیح ہی اور جسپر اہل حل و عقد متفق
ہو جاوین وہ امام حق ہی پس اس سے صریح حقیقت خلافت خلفاء ثلثہ ثابت ہوئی اور نیز ثابت
ہوا کہ جو حضرات شیعہ نے نص کو شرط امامت قرار دے رکہا ہی یہہ باطل ہے **دلیل**
عاشر شریف رضی نے نہج البلاغت مین ایک خطبہ نقل کیا ہی جو صراحۃً مثبت مذہب اہلحق
و مبطل مدعای شیعہ ہی ہم اوسکو شرح نہج البلاغت سے نقل کرتے ہین اور جو کچہہ شارح اوسکی شرح
مین تحریر فرمایا ہی وہ بہی مدعا کی ثبوت مین اوسکو بہی نقل کرتے ہین ومن کلام لہ لما
اراده الناس علی البیعۃ بعد قتل عثمان دعونی والتمسوا غیری فانا
مستقبلون امرا لہ وجوہ والوان لا تقوم لہ القلوب ولا تثبت علیہ العقول
وان الآفاق قد اغامت والمحجۃ قد تنکرت واعلموا انی ان اجبتکم رکبت
بکم ما اعلم ولم اصغ الی قول القائل وعتب العاتب وان ترکتمونی
فانا کاحدکم ولعلی اسمعکم واطوعکم لمن ولیتموہ امرکم وانا لکم وزیرا خیر لکم

منے امیرا - انتہی۔ عاقل منصف اس کلام کو ملاحظہ کرے اور اسکا مطلب سمجھے خصوصاً جو کچھہ جناب امیر نے
آخر مین قولہ ان ترکتمونی سے ارشاد فرمایا ہے کہ یہہ تین جملے ہین اور ہر ایک جملہ انکا گویا گنج شائگان

ہے - پہلا جملہ جو جناب امیر نے ارشاد فرمایا ہے یہہ ہے - فان ترکتمونی فانا کاحدکم
یعنی اگر تم مجکو چہوڑ دو اور مجسے بیعت نکرو تو مین تم مین کا ایک جیسا ہون جیسے تم پر
اطاعت امام واجب ہے اوسیطرح مجپر بہی واجب ہے یعنی اگر تم مجسے بیعت کرو تو مین امام واجب
الاطاعت ہون اور اگر تم بیعت نکرو تو پہر مین تم جیسا مطیع ہونگا یہہ معنی اسکے ایسے صاف
وصریح ہین جو خود الفاظ وسیاق سے مستنبط ہوتے ہین اور شارح ابن میثم اس معنی کے شہادت
دیتا ہے اور غالباً حضرت فاضل مجیب اسکی تحریف فرمائینگے اور فرمائینگے کہ حضرت امیر نے
اس کلام سے کوئی حکم شرعی نہین بیان فرمایا بلکہ ظاہر یہہ حالت جو واقع ہونے والی تہی بیان
فرمائی پس اسکے جواب مین قبل اسکے کہ ہم اسکی تکذیب ابن میثم کے قول سے کرین
یہہ گذارش کرتے ہین کہ یہہ تو حضرات کو بہی مسلم ہے کہ ترک کیحالت مین حضرت کا مثل
عوام کے ہونا صرف اسوجہ سے ہے کہ امت مین فتنہ نہ کہڑے ہون - علت اس سکوت
کی محض خوف ثوران فتن ہی ہے یہی وجہ ہے کہ جب ابو سفیان نے اور حضرت عباس نے
درخواست بیعت کی تو آپنے نامنظور فرمائی اور باوجود اس قوت وشجاعت مفرطہ
کے ہوگئے ایسے مطیع ومنقاد خلفاء بنی حالانکہ خلفاء نے جو کچھہ جایز وناجایز چاہا کیا پس جب آپکا
سکوت وعدم مناقشہ بوجہ خوف فتنہ ہمیشہ رہا ہے اور یہان بہی فتنہ کے خوف سے
یہہ ارشاد فرماتے ہین کہ اگر تم مجہکو ترک کرو تو مین تمہارے ہی مثل ایک کی ہونگا
اور ظاہراً تمہاری شریک حال ہونگا پہر کیا وجہ ہے کہ امیر معویہ سے مناقشہ کیا اور جہگڑا
کیا باوجودیکہ فتنہ یقینی تہا جناب امام ثانی کی طرح مصالحت کر لیتے اور خلافت تسلیم
کرکے مطیع بن جاتے نہ تو کوئی جہگڑا ہوتا اور نہ کوئی فتنہ اوٹہتا اسپر اگر آپ
مثل ابن میثم سیرت کا جہگڑا چہیڑینگے تو پہلے یہہ خیال فرمائین کہ افسوس جناب امام

ثانی کو یہہ نہ سوجہی جو لاکہون مسلمانونکی دین و دنیا کی بربادی اپنی ہاتہہ سے فرمائی اور اگر یہہ
فرمائین کہ بمقابلہ خوف فتنہ کی سیرت کا لحاظ ضروری نہ تہا تو ہم گذارش کرینگے کہ نہایت
افسوس ہے کہ جناب امیر نے ایک غیر ضروری امر کیلیے ہزارہا مسلمانونکی جانین ضائع
کرائین تو معلوم ہوا کہ محض ظاہری حالت ہی کو نہین بیان کیا بلکہ حکم شرعی بہی بیان
فرمایا علاوہ ازین اس صورت مین جملہ لاحقہ اوسکی ترقی صحیح ہوگی پہر ابن میثم کی
شرح جسکو ہم جملہ آیندہ کی شرح مین نقل کرینگے - بالتصریح اسکی تکذیب ہے اور نیز ترک
بیعت اور عدم ترک کے حالت کا امتیاز سب سے زیادہ اصول شیعہ پر لغو اور باطل ہے پس
ہمارے فاضل مجیب کا یہہ زعم اس جملہ کی تاویل مین محض لغو اور لاطائل ہوگا دوسرا جملہ
جناب امیر نے یہہ فرمایا - ولعلی اسمعکم واطوعکم لمن ولیتموہ امرکم گویا جملہ سابقہ سے
بطور ترقی فرماتے ہین اور شاید مین تم سے زیادہ اوسکی حکم کا سننے والا اور اوسکے حکم کا
مطیع ہون جسکو تم اپنے امر کا والی بناؤ اور اپنا امام قرار دو - اب ہم پوچہتے ہین کہ جناب
امیر کی زیادتی سمع اور زیادتی اطاعت کی وجہ کیا ہے - جو لوگ ایسے ہین کہ جنہون نے
اون خلفا کو کہ جنکو اہل حل و عقد نے خلفا بنایا ہے امام برحق سمجہہ رکہا ہے - تو وہ
تو اپنی غلطی کی وجہ سے کسیقدر معذور ہونگے لیکن جناب امیر نے بہی اگر اونکو امام برحق
اور خلیفہ راشد اعتقاد کر رکہا ہے تو ہو المراد اور اگر آپ نے ظالم و غاصب اور خائن و ناکث
سمجہہ رکہا ہے تو پہر کیا وجہ ہے کہ اپنی سمع و اطاعت کو بہ نسبت عوام کے زیادہ فرماتے
ہین حالانکہ یہہ انکی سمع اور اطاعت محض ضروری ہین جو بنظر مصلحت وقت ہیجان فتن
کی خوف سے اختیار کی گئی و الضرورات یتقدر بقدرہا اور قدر ضرورت سے متجاوز نہین ہوتے
پس اگر ضرورۃ اختیار کی گئی تہی تو وہ اسیقدر ہوتے جس سے ضرورۃ وقت رفع ہو جاتے
یہہ فرمانا آپکا کہ جسکو تم اپنا والی امر بناؤگے مین اوسکا تمہاری بہ نسبت زیادہ مطیع
ہونگا تو یہہ زیادتی سمع و اطاعت کی بجز اسکے ممکن نہین کہ آپنے اوس شخص کو

جسکو اہل حل و عقد نے امام بنایا ہی شرعاً واجب الاطاعت سمجھکر کہا ہو اور جب آپ بروی حکم شرع واجب الاطاعت اعتقاد کرینگی تو بے شک بہ نسبت دوسرونکی آپ زیادہ اتیان ماموربہ مین سرگرم ہونگی اور بدیہی ہے کہ کسی شخص کا شرعاً واجب الاطاعت ہونا اور جناب امیر کا اوسکی مطیع ہونا بدون اسکی ممکن نہین ہے کہ بروی شرع اوسکی امامت و خلافت صحیح منعقد ہو چنانچہ ہم اس مدعا کی ثبوت مین علامہ بحرانی کی عبارت کو اوسکی شرح سی نقل کرتے ہین اہل فہم و انصاف ملاحظہ فرماوین قوله و ان ترکتمونی الخ ای کنت کاحدکم فی الطاعة لامیرکم بل لعلی اکون اسمعکم واطوعکم له ای لقوة علمی بوجوب طاعة الامام و انما قال لعلی لانه علی تقدیر ان یولوا احداً یخالف امر الله لایکون اطوعهم له بل اعصاهم واحتمال تولیتهم لمن کذلک قائم فاحتمال طاعته له قائم فحسن ایراد لعل انتہی بقدر الحاجة بحرانی علیہ الرحمہ کی عبارت اور اوسکی تصریح قابل ملاحظہ اولو الابصار ہی وہ فرماتے ہین کہ جناب امیر کا اسمع و اطوع ہونا اسوجہ سے ہی کہ آپ حکم شرعی وجوب طاعت امام کے اعلم ہین اور آپ جانتی ہین کہ امام کے طاعت بروی حکم شرع واجب ہی اور ظاہر ہی کہ امامت تاوقتیکہ شرعاً منعقد نہو اور امام بروی شریعت امام صحیح نہو واجب الاطاعت نہین ہو سکتا تو اس سی صاف ثابت ہوا کہ اہل حل و عقد جسکو امام بناوین وہ شخص عند اللہ امام اور واجب الاطاعت ہی اور جناب امیر بھی اوسکو واجب الاطاعت اعتقاد فرماتے ہین اور جب شرعاً امام اور واجب الاطاعت ہوا تو آپ کیون نہین اوسکو امام سمجھینگی لیکن شارح بحرانی نے اسقدر قید اور لگائی کہ یہ حکم عام نہین ہے بلکہ لفظ لعل سی یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ احتمال ہے اہل حل و عقد ایسی شخص کو امام بناوین کہ جو مخالف امر اللہ کے ہو تو اوس وقت آپ اطوع نہونگی بلکہ زیادہ مخالف اور نافرمان ہونگی اگرچہ بحرانی کا یہ فرمانا غلط ہی کیونکہ اس احتمال کی وقوع کے تکذیب و تغلیط خود جناب امیر بجواب امیر معویہ کے فرما چکی امیر معویہ نے لکھا تھا اوس خط کے جواب مین جسمین آپنے امیر معویہ سے

بیعت طلب کی تھی اور یہہ تحریر فرمایا تھا کہ میری ہاتہہ پر ان لوگون نے بیعت کی ہے جنہون نے ابوبکر و عمر و عثمان کے ہاتہہ پر بیعت کی تھی تو تم بھی اسکو قبول کرو۔ لکہا تہا۔ کہ اگر آپ بھی مثل ابوبکر و عمر کے ہوتے تو آپکی خلافت بیعت اہل حل و عقد سے صحیح ہوتی اور مین آپ سے ہرگز نہ لڑتا لیکن جب آپ مثل ابوبکر و عمر کے نہین بلکہ حدود و قصاص جاری نہین کرسکتے یا قاتلین عثمان کے حامی ہین تو اس حالت مین بیعت اہل حل و عقد سے آپکی خلافت منعقد نہین ہوسکتی اور اہل حل و عقد نے خطا کی جو آپ ایسے شخص سے بیعت خلافت کے جو مہمات خلافت کو سرانجام نہین کرسکتا اوسکی جواب مین جناب امیر نے تحریر فرمایا کہ وزعمت انا اقسد علی بیعتک خطیئتک فی عثمان و لست امرا من المہاجرین اوردت کما اوردوا واصدرت کما اصدروا و ماکان الله لیجمعہم علی ضلال ولیضربہم بعمی حاصل جواب یہہ ہے کہ تو جو مجہپر الزام خذلان و قتل عثمان کا لگاتا ہے اور اسوجہ سے مجہکو صالح للخلافت نہین سمجہتا اور گمان کرتا ہے کہ اہل حل و عقد نے خطا کی جو غیر اہل کے ہاتہہ پر بیعت خلافت کی گویا بالکل غلط اور لغو ہے کیونکہ مین بھی ایک رجل مہاجرین مین سے ہون جو اونکا حال تہا وہی میرا حال ہے اگر میری ذمہ الزام ہے تو سبکے ذمہ الزام ہے اس معاملہ مین مینے کوئی خاص کام کہ جو سب مہاجرین سے علیحدہ ہو نہین کیا پس اگر اہل حل و عقد نے مجہسے بیعت کی اور مین غیر صالح للخلافت تہا تو لازم آتا ہے کہ وہ سب گمراہی پر مجتمع ہون اور سبکے سب حق سے اندہے ہون اور یہہ محال ہے تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ بیعت اہل حل و عقد کی غیر صالح للخلافت کے ساتہہ نہین ہوسکتی ہے اور علامہ بحرانی نے جو یہہ احتمال قائم کیا کہ اہل حل و عقد ایسے شخص کو امام بناوین جو مخالف امر الله کے ہو یہہ غلط ہے اور جناب امیر کا جواب سراسر اسکا مکذب ہے لیکن بالفعل ہم اسکو علی سبیل التنزل تسلیم کرتے ہین اور کہتے ہین کہ اچہا اوسی امام کو واجب الطاعت اعتقاد کرو جسکو اہل حل و عقد امام بناوین اور وہ اجرای شعائر اور ترویج شرائع مین مخالف امر الله کی نہو اور نہ خاص اسی نوع مین جناب امیر کے ارشاد کو مانو اور اپنے علامہ بحرانی کو سچا سمجہو اور ظاہر ہے کہ

جناب امیر زمانہ خلافت خلفاء ثلثہ مین ایسے سمع و اطوع رہے کبھی کسی قسم کی چون و چرا نہین کی
باوجودیکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنکی شان مین من اغضبہا کی ہے کچہہ نا خوش نہ رہین اور حضرت ۔
ہوئین اور کلمات قبیح مستہجن مثل جنین پردہ نشین شدہ و خائنین در خانہ گریختہ الخ الی آخر
الکفریات فرمائی بلکہ جمیع مہاجرین و انصار مین جاکر داویلا اور فریاد و فغان کیے
مگر آپکو جوش نہ آیا ۔ بروایت صدوق الشیعہ جالیس آدمیون نے کبار مہاجرین و انصار
سے آپسے ابتداء خلافت صدیقی مین درخواست کی کہ ہم ابوبکر کو مسند خلافت سے
اوتار دین آپنے منظور نہ فرمایا ۔ حضرت عباس اور ابو سفیان کے درخواست بیعت کو
قبول نفرمایا ۔ قسم قسم کی اذیتین اور صعوبتین جہیلین اور طرح طرح کی تذلیل و توہین سہی
لیکن سمع و طاعت کی عروۃ الوثقی کو ہاتہہ سے نہ دیا پس جب باوجود ان باتونکے بہی
آپنے کبہی چون و چرا نفرمائی تو آپ سے زیادہ کون اسمع و اطوع ہوسکتا ہے کیونکہ امام کے واجب الاطاعت
ہونیکا آپکو بشہادت بخاری قوی علم تہا اور جب امام بہی خدا تعالے کے حکم سے کسی کو واجب الاطاعت
ہے تو اوسکی اطاعت سے انحراف گویا خدا کے حکم سے انحراف ہے جو معصیت ہے قطع نظر
اس سے ہم پہلے بروایات شیعہ ثابت کرچکے ہین کہ سیرت خلفاء ثلثہ کی مثل سیرۃ ملوک
و سلاطین جائرہ کے نہین ہے بلکہ ترویج معالم دین اور احیاء شعائر اسلام مین سرگرم تہی
اور ہمیشہ پاس شرع شریف نصب العین اور مد نظر خاطر رکہتی تہی ۔ تو جب ایسی خلفاء
کی وہ اطاعت اسمع و اطوع نہونگی تو پہر کسکی ہونگی ۔ پہر کیسے خلفاء ثلثہ کے زمانہ مین انکی حکم
کی مطیع و منقاد رہے اور آیندہ کسیکی بہی بعد شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے
فرمایا کہ تم جسکو امام بناؤ گے مین اوسکا مطیع و منقاد ہونگا اور مجہہ سے ثابت ہوچکا کہ ہم آپکی
زیادتی اطاعت و انقیاد اسوجہ سے تہی کہ آپکو وجوب اطاعت امام کا علم زیادہ تر بعلوم
و یقین تہا پس جب کوئی دوسرا شخص امام حق اور واجب الاطاعت ہوا اور آپ اوسکی
بدوی حسب حکم شرع مطیع ہوئی ۔ تو آپکی امامت منصوصہ باطل ہوئی اور اوس شخص کے

امامت ثابت ہوئی اور اس سے یہہ بھی ثابت ہوا کہ امام برحق وہی ہی جسکی امامت کو اہل حل و عقد تسلیم
کرلیں اور متفق ہو کر اہل حل و عقد جسکو امام بنالیں اور خلفاء ثلثہ کو اہل حل و عقد نے امام برحق
تسلیم کرلیا تھا اور اونکو امام بنالیا تھا تو وہ واجب الاطاعت اور امام برحق اور خلیفہ
راشد ہوئی - تیسرا جملہ جناب امیر نے ارشاد فرمایا - وانا لکم وزیرا خیر لکم منی امیرا - یعنی تمہاری
لیے مین وزیر ہون یہہ بہتر ہی اس سے کہ مین تمہارا امیر ہون حاصل یہہ ہی کہ میری امارت سے
تمہاری لیے میری وزارت بہتر اور خیر ہے اور ظاہر ہی کہ جس امارت کے آپ وزیر و مشیر اور جن
امراء کی آپ معین و ظہیر ہونگے وہ امارت بھی خیر ہوگی اور یہہ بھی ہے کہ خلفاء ثلثہ سابقہ
مین جناب امیر وزیر و مشیر تھی ہمیشہ مہمات مین آپ سی مشورہ لیا جاتا تھا اور آپ کے
مشورہ پر عمل کیا جاتا تھا تو وہ خلافتین جنکی آپ وزیر تھی وہ حق اور خیر ہوئی باقی رہا
یہہ امر کہ یہہ خیریت کس امر کے طرف راجع ہے آیا صرف ظاہری دنیاوی سہولت حال
کیطرف راجع ہی یا مطلق باعتبار دینی و دنیاوی امور کے سب کے طرف عائد ہی لیکن ہم
کہتی ہین کہ احتمال اول بعید ہی اور قابل اعتبار نہین اور احتمال ثانی بروی دلائل صحیح و مستفیض ہی
کیونکہ ظاہر ہے وہ ظاہری سہولت حال کہ جسمین دین و دنیا کا نقصان ہو اوسپر خیریت کا
اطلاق کسیطرح صحیح نہین ہوسکتا امامت دین و دنیا کی امامت عامہ ہی جسکی ساتھہ دین اور
دنیا کی اصلاح حال منوط و مربوط ہی اور امام بمنزلہ نبی کے ہی کہ امت کے احوال دینی اور
دنیاوی کی اصلاح کرتا ہی لیکن تیسیر و سہولت خود شارع علیہ الصلواۃ والسلام کو
مد نظر ہے اسیواسطے اوسکی شان مین - عزیز علیہ ما عنتم - ارشاد ہی خود خداوند تعالی ارشاد
فرماتا ہے - یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر - اور فرماتا ہی وما جعل علیکم فی
الدین من حرج - پس جب شارع کو یسر و سہولت مد نظر ہی تو اوسکو کون انکار کرسکتا ہی
ان امام امت کا مطیع ہو جاوی کہ جو کچھہ اونکی مرضی ہو وہ کری یہہ البتہ اگر بعلی کسی
امام نے کیا ہوتا تو اوسوقت جناب کو اسکا فرمانا شایان تھا اور جب کسی امام نے

ایسا نہین کیا اور نہ لوگ اسکی عادی تھی ہمیشہ امام اپنی رای و مشورہ سے سرانجام مہمات
کرتے رہے تو ایسی حالت مین آپکا یہ ارشاد صرف سہولت حال کیطرف راجع نہین ہو سکتا
علاوہ ازین مطلق خیر سے بلا قرینہ فرد ناقص بلکہ انقص مراد لینا یہ خود خلاف قاعدہ عرفیہ اور غلط
ہے تعجب یہی کہ امام منصوص من اللہ و منصوب من الرسول بالفعل ہو اور وہ کبھی اپنی حق کا
نام نہ لی اور اگر لوگ اوسکو چاہین تو مذمت اور تعلل فرماوی اور فرماوی کہ میری وزارت
تمہاری لیے بہتر ہے امارت سے قدر بہتر نہین - خیر - دعونی والتمسوا غیری سے تک مقصد
نہ تھا لیکن یہ عبارت منصوصیت خلافت کو باطل کر رہا ہے اور ثابت کرتا ہے کہ انعقاد خلافت
بیعت اہل حل و عقد پر موقوف ہے چنانچہ ان جملوں سے پہلا جملہ صریح دلیل ہے واعلموا انی ان اجبتکم
رکبت بکم ما اعلم ولم اصغ الی قول القائل وعتب العاتب اسمین آپنے اجابت کو
ضمیر متکلم کیطرف منسوب فرمایا ہے یعنی اگر تمہاری ملتمس کی اجابت کرلونگا تو پھر تمکو اپنی رائی پر چلاؤنگا
اور تم سے اپنی علم کے موافق کام لونگا تو آپنے اپنی عمل و تصرف کو اپنی اجابت پر منحصر فرمایا ہے تا
تو معلوم ہوا کہ جب آپ اہل حل و عقد کی التماس کو قبول فرمادینگی خلیفہ بالفعل اوسی وقت
ہونگی کیونکہ انعقاد طرفین کے ایجاب و قبول و رضا و تسلیم سے ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ آپ
بالفعل امام و خلیفہ نہ تھی ورنہ خلیفہ کو جو خدا تعالے کیطرف سے مقرر ہوا اجابت کے سوا چارہ
نہین ہے - ان اجبتکم کچھ معنی نہین رکھتا اگر اہمال امر خلافت اسوجہ سے تھا کہ امت کے
طرف سے اجابت و تسلیم مین کوتاہی ہے تو پھر ان اجبتکم نے فرمانا سبب تھا یعنی
تمہاری طرف سے تقصیر ہے اگر تم اجابت و تسلیم کروگے - الخ - پس اس سے صراحۃً یہ ثابت
کردیا کہ دارمدار انعقاد خلافت کا بیعت اہل حل و عقد پر ہی اور جناب امیر ہرگز خلیفہ
منصوص نہ تھی جیسا کہ حضرات شیعہ کا ادعا ہی پس حاصل مطلب تحقیقی طور پر اس عبارت کا
یہ ہی کہ آپکو معلوم تھا کہ ابتدا زمانہ خلافت نبوت مین کار ہای نمایان اور مساعی ترقیات
بلی پایان ہونے والی ہین تو عجب نہین کہ کبھی آپکی خواہش ہوئی ہو کہ یہ کام میری

ہاتھ سے رکھی جاے تمام شوان اور یہ حسنات میرے نامہ اعمال مین درج ہون لیکن چونکہ یہہ امر مقدر نہ تھا اور اسکے کام کے لیے کارپردازان قضا و قدر نے اور لوگ مقرر کر رکھے تھے تو آپکا دست خواہش اوسکے وصول سے کوتاہ رہا بعد شہادت عثمان رضی اللہ عنہ آپکو معلوم ہوا کہ زمانہ خلافت نبوت قریب الاختتام پہونچا اور ترقیات اسلام کا شباب بڑہاپے کے ساتھہ مبدل ہو گیا - اب باہم خانہ جنگیونکی گرم بازاری ہوگی تو اسلیے آپنے بیعت کے قبول کرنے مین تعلل و تسویف فرمائی اور یہہ الفاظ صاف صریح طور پر اس مدعا کو ثابت کرتے ہین فانا مستقبلون امرا لہ وجوہ والوان لا یقوم لہ القلوب ولا تثبت لہ العقول وان الافاق قد اغامت والمحجۃ قد تنکرت چنانچہ آپکے زمانہ خلافت مین ایسا ہی واقع ہوا اور شوائب فتن سے پاک نہوا یہانتک کہ زمانہ خلافت نبوت منقرض ہوگیا اور ملک عضوض کی نوبت آئی اسیواسطے حسرت کے ساتھہ جناب امیر نے فرمایا - ابتلیت لقتال اہل القبلۃ - غرض ہمکو اسکی مطلب سے کیا غرض اور اسکی غرض سے کیا مطلب ہمارا مدعا جسکے ہم اثبات کے درپے ہاین یعنی ثبوت حقیقت خلافت خلفاء ثلثہ وہ بحول اللہ وقوتہ اس کلام سے بخوبی ثابت ہے

حادی عشر دلیل - امام ابو الفرج اصفہانی نے اپنی کتاب اغانی مین روایت درج کی ہے عن ابی الابجر الاکبر قال جاء ابو سفیان الی علی بن ابیطالب فقال یا ابا الحسن ما بال ھذا الامر فی اضعف قریش واقلھا فواللہ ان شئت لاملانہا علیہم خیلا ورجلا فقال علی بن ابیطالب طال ما عادیت اللہ ورسولہ والمسلمین فما ضرہم ذلک شیئا انا وجدنا ابا بکر لہا اھلا - اس روایت سے ثبوت حقیقت خلافت حقیقی

اے ابو الابجر اکبر سے مروی ہے کہا ابو سفیان علی بن ابے طالب کے پاس آیا اور کہا اے ابو الحسن امر خلافت کا کیا حال ہے کہ قریش مین سے ضعیف اور قلیل ترین مین ہے - خدا کی قسم اگر تو چاہے تو مین میدان کو سوار پیدل سے بہر دون علی بن ابی طالب نے فرمایا تو ہمیشہ اللہ کا اور رسول کا اور مومنونکا دشمن رہا اور اسنے اونکو کچھہ نقصان نہ پہونچایا ہمنے ابو بکر کو خلافت کے لیے لائق پایا - ۱۲

بدلالت مطابقی ثابت ہوتا ہی اور دوسری خلافتین بہی جوکہ اسپر متفرع ہین تو جب اسکی
حقیت ثابت ہوئی تو اونکی بہی صحت و حقیت ثابت ہوگئی اور کچھہ شک و شبہ نرہا
مگر ہان - اسقدر گذارش ہے کہ جناب اگر صاحب اغانی ابو الفرج علی بن حسین اصفہانی
کی عدم اعتبار کا قضیہ پیش کرینگے تو ہم آپکو اونکی روایات و درایات کی حالات اور آپکی علما کے
تحقیقات عرض کر کے متنبہ کرینگے کہ اس صورت مین آپکی صحاح کی خیر نہین
اور غالب روایات قابل اخراج ہونگی جنکو معمول بہا اور معتمد علیہا اعتبار فرما رکہا ہی چونکہ
اس بحث مین کسیقدر اطناب ہوگیا ہی اسلیے اسکو اسجگہ ختم کر دیتے ہین اور اقوال آتیہ کا
جواب لکہتے ہین - **قولہ** جبکہ ہمنے اپنی شرائط ثلثہ گو آپکے کتب معتبرہ سے
مدلل ثابت کر دیا اور ضمناً اسکا اہم الہمات ہونا بہی ثابت ہوگیا اور کچھہ اونکی قول آیندہ مین
ثابت کیا جائیگا تو آپ فرمایئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسکو خلیفہ مقرر فرمایا - یا
اس باب مین کیا ارشاد فرمایا - **اقول** دعوی اثبات شرائط ثلثہ بدلائل
محض سبیل از تخیل سے ناشی ہی بزعم خود تخیل کر لیتے ہین کہ ہم شرائط ثلثہ دلائل سے ثابت کر چکے ورنہ
فی الحقیقت اونکا ثبوت محال ہی کیونکہ جو امور کتاب اللہ و سنت کی خلاف ہون اونکا
ثبوت کتاب و سنت سے کیونکر ممکن ہی چنانچہ آپکی دلائل کے جواب مین گذارش ہوچکا اور اہم
الہمات ہونا جو بار بار آپکی زبان پہ ہی معلوم ہوتا ہی کہ آپکو اپنی عادت قدیمہ کی
موافق یہہ بہی یاد نہین کہ اس مسئلہ مین امر مقتضا نزاع فیہ کیا ہی چنانچہ ہم آیندہ قولہ مین
جسمین آپنے اسکی بحث کی ہی گذارش خدمت کرینگے اور جب شرائط ثلثہ کا آپسے اثبات نہین
ہوسکا تو یہہ سوال آپکا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسکو خلیفہ مقرر فرمایا یا اس باب مین
کیا ارشاد فرمایا بے موقع ہے ہان یہہ موقع ہماری سوال کا ہی کہ جب شرائط ثلثہ باطل ہین
تو فرمایئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسکو خلیفہ مقرر فرمایا یا اس باب مین کیا ارشاد فرمایا
قولہ رہا آپکا یہہ قول کہ اگر اس کلام کے موافق ہے تو وہ حیا بالوفاق الخ جب اس

کلام کے اصلی معنی بیان کیے گئے اور ثابت کیا گیا کہ جو آپ سمجھے تھے وہ ہرگز اسکا مطلب نہیں ہے تو آپکا شبہہ رفع ہو گیا جو کچھ جناب رسالت مآب نے اس باب میں فرمایا ہوگا ظاہر ہے کہ ہمین اوسمین اور اس کلام مین کچھ فرق نہوگا اور ہرگز مخالفت نہوگی اور ہر دو ارشاد بجائے خود حق و درست ہونگے **اقول** بحول اللہ وقوتہ ہم ثابت کرائے ہین کہ جو معنی آپنے اس کلام کے اصلی سمجھے تھے وہ محض غلط تھے اور تمام بنا ہی معنی دوسری کلام مین کسیقدر ہمارے موید تھے پس اس تحقیق سے محقق ہو چکا ہے کہ اسکے اصلی معنی اور واقعی مطلب وہی تھا کہ جو ہم سمجھے تھے پس ہمارا اعتراض کسیطرح آپکے اصول سے رفع شدنی نہین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس باب مین جو کچھ فرمایا وہ اسکی ہرگز موافق نہین ہوگا **قولہ** تعجب ہے کہ باب تاویل آپنے کس دلیل سے مسدود کر دیا ہے حالانکہ یہہ معنی وہ عرض ہوئے ہین جو اصلی و واقعی ہین ورنہ اگر تاویل کیجاتی تو تاویل کی بہت گنجایش تھی کیونکہ باب تاویل نہایت وسیع ہے **اقول** جن دلائل سے ہمنے باب تاویل کو بجگہ بند کیا ہے وہ دلائل وہ ہین کہ جن سے ہمنے آپکی معانی کو باطل کیا ہے اور ماسبق مین مذکور ہو چکے ہین اور ہمین یہہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ یہہ معنی جو آپنے بیان فرمائے ہین محض خیالی ہین اور واقعی ایسی معانی کو تاویل نہین کہا جاتا بلکہ یہہ تحریف معنوی ہے پس جس جگہ عبارت بجز ایک معنی کے کسی دوسری معنی کو محتمل ہی نہو اور نہ بجز ایک معنی موضوع لہ کے کسی دوسری معنی کے ثبوت پر کوئی قرینہ قائم ہو بلکہ نفی احتمالات پر قرائن دلالت کرتی ہون تو ایسی حالت مین باب تاویل مسدود ہوا کرتا ہے پس اس قاعدہ سے کہ باب تاویل واسع ہے یہہ استخراج کرنا کہ ہر جگہ جاری ہو سکتا ہے یہہ جعفر کیسے ہی علم و فضل سے زیبا ہے بھلا اگر ایسا ہی باب تاویل واسع ہے تو نصوص صریحہ مین مثل اللہ الہنا ومحمد نبینا وغیرہ مین تو تاویل کیجیے تعجب ہے کہ باوجود اسکے خطبہ غدیر من کنت مولاہ کو نص صریح استخلاف مین سمجھتے ہین اور قابل تاویل نہین سمجھتے معلوم نہین وہ کس دلیل سے باب تاویل مسدود فرمایا پس باب تاویل کے وسعت اسکو مقتضی نہین کہ ہر جگہ جاری ہو سکے۔ **قال الفاضل المجیب** - قولہ - باقی رہا - اہلسنت سے یہہ سوال کہ خلافت انکے نزدیک امر دین مین - الخ سو اوّلاً اسکی کچھ ضرورت نہین

کیونکہ جب آپ امر امامت کو مع اوسکی شرائط کے بدلائل ثابت فرمائینگے تو اوسکا اہم المہمات ہونا بھی ثابت
ہوجائیگا اہلسنت کچھہ ہی کہا کرین بمقابلہ دلائل معتبرہ کے اونکا قول کیونکہ معتبر ہوگا۔ اقول جبکہ
بہت بڑا اختلاف اور مابہ النزاع اہل سنت و شیعہ مین امر خلافت ہی ٹہرا جیسا کہ ثابت کیا گیا
اور آپکے نزدیک بھی جو امر مبنی معظم اختلاف کا ہی وہ بھی بالآخر منجر بہ بحث امامت ہی ہوتا ہی تو اس
سوال کی اشد ضرورت تہی کیونکہ جبتک وہ امر اہم المہمات اور مسائل شرعیہ مین سے عمدہ مسئلہ ثابت نہوگا
تب تک یہہ اختلاف موجب بدعت و ضلالت و گمراہی وغیرہ نہوگا جو طرفین ایک دوسری کو کہتے
ہین یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی اہل انصاف دیکھین کہ
ہمنے کیا عرض کیا تہا اور ہماری مجیب لبیب اوسکی جواب مین کیا فرما رہے ہین پہر جو کچھہ فرمایا ہی اوسکی
دلیل مدعاسے کچھہ مساس رکہتی ہی یا نہین یہہ محض حضرت کی سخن فہمی ہی آپنے سوال کیا تہا کہ امامت
امر دین سے ہے یا نہین اگر ہی تو اصول سے ہے یا فروع سے اسپر ہمنے عرض کیا تہا
کہ اس سوال کی کچھہ ضرورت نہین ہے کیونکہ جب مسئلہ امامت مع اوسکی شرائط کے بدلائل آپ
ثابت فرمائینگے تو اوس مسئلہ کا امر دین مین سے ہونا بھی ثابت ہوجائیگا اور اصول سے ہونا بھی
ثابت ہوجائیگا اسکی جواب مین آپ ارشاد فرماتے ہین کہ جب فیما بین اہلسنت و شیعہ بہت بڑہ اختلاف
امر امامت مین ہی اور آپکی نزدیک بہی معظم خلافیات راجع بہ بحث امامت ہی تو اس سوال کی اشد
ضرورت تہی اور اسکی دلیل یہہ ارشاد ہوئے ہے کیونکہ جب تک وہ امر اہم المہمات او مسائل
شرعیہ سے عمدہ مسئلہ ثابت نہوگا تب تک یہہ اختلاف موجب بدعت و ضلالت نہوگا پس اس
تقریر سے ہماری اعتراض کا کیا جواب ہوا اور اس دلیل کو اپنی مدعا سے کیونکہ ربط ہوا ظاہر ہے کہ جب
یہہ مسئلہ بہت بڑا مابہ النزاع ہی اور جب تک اسکا اہم المہمات ہونا ثابت نہوگا تب تک
یہہ اختلاف موجب ضلالت نہوگا تو اس سے صرف یہہ بات ثابت ہوئی کہ اوسکی اور اوسکی شرائط
کی اثبات کی ضرورت ہی جب وہ مع اپنی شرائط کی دلائل سے ثابت ہوگا تو اوسوقت یہہ
اختلاف موجب ضلالت بہی ثابت ہوجائیگا پس اوسکی مع اوسکی شرائط کی اثبات کی ضرورت ہی

سوال کی اور بندہ نے یہی عرض کیا تھا کہ اس سوال کی کچھ ضرورت نہیں آپنے اسجگہ
محض دعوی بلا دلیل فرمایا ہے دلائل سے اونکو ثابت فرماتے دین مین اور اصول مین ہی ہونا
خود ثابت ہو جائیگا تو اس عبارت سے ہماری اعتراض کے تقویت ہوئی نہ ہماری اعتراض کا
جواب اور اس سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ مدعا تو اشد ضروری ہونا سوال کا تھا اور دلیل سے اشد
ضروری ہونا اثبات امر خلافت کا مع اوسکی شرائط کے ثابت ہوا - رہا اثبات امر خلافت
مع اوسکی شرائط کے سو اوسکی بحث گذر چکی رسائل انصاف ملاحظہ فرمایئے - اور انصاف سے
بول اوٹھیں اور بحث اہم المہمات ہونے کی عنقریب آتی ہے اوسکی منتظر رہیں **قولہ**
الحمد للہ کہ ہمنے امر امامت کو مع اوسکی شرائط کے مدلل ثابت کردیا **اقول** جن دلائل سے
آپنے امر امامت کو مع اوسکی شرائط بزعم خود مدلل ثابت فرمایا ہے اون دلائل کی کیفیت وحالت
بندہ بخوبی واضح کرچکا ہے اور بحول اللہ ثابت کرچکا ہے کہ یہہ دلائل ایسی واہی اور ضعیف
ہیں کہ انسے ہرگز ممکن نہیں کہ قیامت تک بھی ثبوت مدعا ہوسکے **قولہ** جو عبارت ازالۃ الخفا
سے نقل ہے اوس میں اول تو یہی لفظ یعنی اہم المہمات بلکہ اس سے بڑھکر مثل اسکی کہ اگر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم تقریب عبادت فریضہ تجویز نکنند ادائے واجب نکردہ باشد حاشا من ذلک الخ
تقریبا اس آیت وافی ہدایت کا ترجمہ ہے کہ وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ موجود ہے
آپ ان عبارت کو نظر غور سے انصاف سے مطالعہ فرماویں - **اقول** آپ کی اس تقریر سے
اور نیز تقریرات سابقہ ولاحقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو فیما بین اہلسنت وشیعہ مسئلہ امامت کے
اہم المہمات ہونیکے بارہ میں نزاع ہے اوسکو غیر مدار اور آپکی اس مسئلہ میں اختلاف ظاہر ہوچکا ہے اسمین
آپ یہی نہیں سمجھے کہ اصل مابہ النزاع کیا ہے اور کس چیز مین نزاع وخلاف ہے - آپکی فحوائی کلام سے
مترشح ہوتا ہے کہ آپ خلافت کے اہم المہمات ہونے اور ہونیکو مابہ النزاع سمجھے ہوئی
ہیں اور یہہ سمجھ رکھا ہے کہ نزاع اوسکی ضرورت اور اہمیت مین ہے اسلیے اہل سنت کی کتابوں مین
جسجگہ لفظ اہمیت یا اوسکی ہم معنی مل گیا وہی ثبوت مدعا کیلیے بزعم خود نص ہے حالانکہ یہہ

خیال بالکل غلط اور سراسر لغو ہی کیونکہ جس شخص نے احکام و نصوص شرعیہ کا تتبع کیا ہی وہ سمجھ سکتا ہی کہ اہم
اور ضروری ہونا کسی حکم کا اس امر کو مستلزم نہین ہی کہ وہ اصول مین سے ہو۔ ممکن بلکہ بہت احکام ایسی
ہین جو فروعی عملی ہین اور نہایت اہم اور ضروری ہین کیا آپکے نزدیک صوم و صلوٰۃ اہم اور ضروری
نہین کیا آپ انکو اور نیز باقی ارکان اسلام کو اہم اور ضروری نہین سمجھتے۔ پس اہمیت شی کے
کچھہ اسی پر منحصر نہین ہی کہ وہ اصول ہی مین سے ہو بلکہ ہو سکتا ہی کہ اوسکی اہمیتہ بوجہ وجوب قطعی اور قطعی
الثبوت ہونی کے ہو چنانچہ اتیان بالفرایض اور اجتناب عن المحرمات اسکی بین شاہد عدل
کافی ہین اور نیز ممکن ہے کہ اہمیۃ حکم کی بالواسطہ اور بالتبع کسی دوسری ضروری امر کی ہو مثلاً اگر
وسائل کو حکم مقاصد کا دیا جاتا ہے اور یہی وجہ ہی کہ مقدمۃ الواجب واجب قاعدہ قرار پایا
چنانچہ ہمنی جو لفظ اہم المہمات کا لکھا ہی وہ اسی اعتبار سے لکھا ہی اور یہہ امر سیاق عبارت سے بخوبی
ظاہر ہے اور ہر شخص اسکو سمجھ سکتا ہی بشرطیکہ فہم سے کام لے پس یہہ ضرور نہین کہ جو بروئی
شرع اہم ہو وہ اصول مین ہی داخل ہو ہان یہہ ضرور ہی کہ جو امر اصول دین مین سے ہوگا وہ ضرور
اہم اور ضروری ہوگا پس ہم مسئلہ امامت کو اہم اور ضروری کہتی ہین لیکن اصول مین سے نہین سمجھتے
اور حضرات شیعہ اسکو اصول دین مین داخل کرتے ہین تو منشاء نزاع فیما بین اہل سنت و شیعہ
امر خلافت کا اہم اور ضروری ہونا نہین ہے بلکہ اصول مین ہونا ہی اسلیے ہماری مقابلہ مین
وہ دلائل پیش کرنا جنکا مدلول صرف اہمیۃ خلافت ہو بالکل واہیات اور پوچ ہین جنکا منشاء
یہہ ہی کہ مستدل نے محل النزاع کو ہی نہین سمجھا اور نہ تعیین محل نزاع کا اوسکو معلوم ہوا۔ نہ وہ دلائل اس
قابل ہین کہ ہم انکو نظر التفات سے دیکھین اور اصل وجہ اس نزاع و خلاف کے فیما بین اہلسنت
و شیعہ مسئلہ خلافت مین یہہ ہی کہ اہل سنت کہتی ہین کہ عباد پر واجب ہی کہ کسیکو اپنا خلیفہ بناوین اور امام
مقرر کرین اور شیعہ کے نزدیک اسمین عباد کو کچھہ دخل نہین ہی بلکہ کہتی ہین کہ خدا پر واجب ہی
کہ وہ خلیفہ و امام کو مقرر فرماوی اہلسنت کے نزدیک جب استخلاف عباد پر واجب ہی تو اسکا
وجوب متعلق انکے عمل کے ہوا اسلیے فرعی عملی ہوا۔ پس بمذہب اہلسنت کے اسکو ابطال کے لیے وہ

دلیل قابل جواب ہوگی جو اس مسئلہ کے فروعی ہونے کو باطل کریں اور اصولی ہونا ثابت کریں اور ظاہر ہے
کہ جو دلیل ازالۃ الخفا سے نقل کی ہے وہ ہرگز مفید مدعا مجیب نہیں ہے کیونکہ اوس سے اگر ثابت ہوتا ہے تو یہہ ثابت ہوتا ہے
کہ خلافت فریضہ محتومہ ہے وبس اور یہہ مستلزم اسکی اصولی ہونے کو ہرگز نہیں بلکہ کلام سے ثابت ہے
کہ فریضہ محتومہ بھی عباد پر ہی اور اونکی عمل کے متعلق ہے تو اوس سے بھی اسکا فرعی عملی ہونا ثابت
ہوا نہ اصول میں سے ہونا۔ رہا آیت وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ سے استدلال اس مدعا پر
اوس سے بھی زیادہ لغو ہے کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو احکام وجوب و حرمت
و ندب و اباحت و کراہت اور علیٰ ہذا القیاس قصص و امثال و متشابہات وغیرہ سے نازل ہوئے
اور جنکی نسبت حکم ہے کہ عباد کو پہنچاو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب ہے کہ اون سب کے
تبلیغ فرماویں اور کسی میں اخلال و کوتاہی نہ فرماویں خواہ وہ اہم اور ضروری مثل خلافت کے ہوں یا نہوں
پھر اگر بفرض محال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امین سے کسی امر کی تبلیغ میں اخلال فرماویں
خواہ وہ امر ضروریات دین سے ہو یا نہو تو بھی تبلیغ رسالت میں کوتاہی ہوگی اور مضمون آیت
وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ صادق آویگا۔ پس اس آیت شریفہ سے اثبات اہمیۃ کیا استشہاد
للناس لا طائل ہے پس ان عبارات کو ہماری فاضل مجیب بغور ملاحظہ فرماویں اور عقل و انصاف سے کام لیں
علاوہ ازین بہ احتیاط اور بھی ثبوت لیجیے۔ جن صحابہ کرام کے آپ افضلیت کی معتقد ہیں اور جنکی
معظم اختلاف کا اونکی فضائل کو ہی اعتقاد کرتے ہیں وہ بھی اسکو ایسا اہم المہمات سمجھتے تھے کہ سید
کائنات فخر موجودات کی نعش اطہر بدون تجہیز و تکفین کی ہی رہی اور اوسکی طرف آپکی
صحابہ کرام متوجہ بھی نہوئی اور سقیفہ بنی ساعدہ میں ثانی نے اول کو خلیفہ بنا ہی دیا اب فرمائیے
کہ اسمیں یہہ جلدی عجلت کہ سر صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال اور اہلبیت اطہار
کی ہمدردی و مروت پر دال ہے یا امر خلافت کے اہم المہمات ہونے کی غرض سے تھی یا کسی اور غرض سے
مفصل ارشاد ہو اور یہہ حال کل کتب احادیث و تاریخ و سیر میں درج ہے اور نہیں تو
مدارج النبوت کو ہی ملاحظہ فرماویں اسمیں بعینہ یہہ ہی لفظ یعنی اہم المہمات تحریر ہے

اقول اس استدلال مین بھی وہی خرابی موجود ہی کہ ہماری فاضل مجیب نے امر تنازع فیہ کو جسکا
اثبات مطلوب ہی اپنی عادت قدیمہ کے موافق پس پشت ڈال دیا اور اوسکو بھول گیی اور صرف
لفظ اہم المہمات کی پیچھی ہولیی اور یہہ نہ سمجھا کہ مابہ النزاع کیا ہی اور اگر یہہ ثابت بھی ہوگیا تو اس سے
خصم کا کیا نقصان ہوگا آفرین ہے اس علم وفہم پر اور شاباش اس حیا وشرم کو سقیفہ بنی ساعدہ
کی قصہ سے جو آپنے استدلال فرمایا ہی بالکل لاطائل و پوچ ہے کیونکہ غایۃ ما فی الباب اگر اس سے
لازم آتا ہی تو یہہ لازم آتا ہی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے امرین ضروریین مین سے جو باہم
متعارض پیش آئی ایک امر کو جو زیادہ اہم تھا دوسری پر مقدم فرمایا۔ پس اس سے بجز اسکی
کہ یہہ ثابت ہو کہ امر خلافت اہم اور ضروری اور واجب ہی اور کیا ثابت ہوتا ہی سو اسکا کوئی منکر
نہین ہی جسقدر فرائض وواجبات عملی ہین وہ سب اپنی اپنی مرتبہ مین اہم اور ضروری ہین لیکن مابہ
النزاع اسمین ہی کہ امر خلافت اصول مین سے ہے یا فروع مین سے پس اس دلیل سے صاف ثابت ہی
کہ امر خلافت اصول مین سے نہین ہی بلکہ فروع مین سے ہے کیونکہ جو لوگ شریک بیعت سقیفہ
بنی ساعدہ تھی وہ سب علی الخصوص خلیفہ اول وخلیفہ ثانی رضی اللہ عنہما وجوب امر خلافت کو
منوط بعمل امت اعتقاد کرتے تھی تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ یہہ واجب اونکی نزدیک
داخل فروعات تھا۔ رہا یہہ امر کہ امر خلافت کا سر انجام تجہیز وتکفین نعش اطہر واقدس صلی اللہ
علیہ وسلم سے اہم اور اقدم تھا یہہ خود ظاہر ہی کہ امر خلافت ایسا مقدمہ ہی کہ اسپر استحکام
بناء دین اسلام اور انتظام امر دین موقوف تھا اگر اس مین تزلزل آتا تو خدانخواستہ تمام دین
ہی درہم برہم ہوجاتا اور تجہیز وتکفین کی تاخیر سے کوئی خرابی لازم نہ آتی تھی اور ہمیشہ قاعدہ ہی
کہ اہم الامرین کو دوسری پر مقدم کیا جاتا ہی مگر تعجب تو یہہ ہی کہ جناب امیر رضی اللہ عنہ نے زمانہ خلافت
خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم مین اس خوف سے کہ اگر مین امر خلافت کا مطالبہ کردن اور اوسمین مناقشہ
کردن تو یہہ تمام لوگ جو بظاہر کلمہ گو اور بباطن کافر ہین ظاہری اسلام سے بھی پھر جاوینگی
اور فتنی اوٹھہ کہڑی ہونگی امر خلافت کا مطالبہ فرمایا اور اوسکو ترک کیا اور [illegible]

توحید و نبوت کی اصول دین میں سے تھا اوسکو پیچھے ڈال دیا تو گویا جناب امیر رضی اللہ عنہ نے موافق
اصول شیعہ کے کفر و نفاق کو اصل اصول ایمان سے مقدم فرمایا اور کفر و نفاق کو بہ نسبت اصول دین کے اہم المہمات
سمجھا تو اس سے معلوم ہوا کہ معاذ اللہ آپکے نزدیک کفر و نفاق اصل اصول دین سے اہم اور ضروری تھا
نعوذ باللہ من ذلک - اور یہہ طعن کہ صحابہ نعش اطہر کی تجہیز و تکفین کی طرف متوجہ نہوئے
اسکا جواب ہم ابحاث سابقہ میں مفصل گذارش کر چکے ہیں حاجت اعادہ نہیں - پس اگر مدارج
النبوۃ وغیرہ میں خلافت کی نسبت لفظ اہم المہمات درج ہو تو وہ ہماری ہرگز مخالف نہیں ہے
اور نہ ہماری مجیب کے مفید مدعا بلکہ وہ اوسی معنی کے اعتبار سے ہے کہ جو ہم گذارش کر چکے ہیں

قولہ شرح عقاید نسفی میں یہہ عبارت موجود ہے کہ ولان الامۃ قد جعلوا
اہم المہمات بعد وفات النبی عم نصب الامام حتی قدموہ علی الدفن
وکذا بعد موت کل امام ولان کثیرا من الواجبات الشرعیۃ یتوقف علیہ ا ھ
شرح عقاید نسفی تو شاید اہل سنت میں کتب درسیہ میں سے ہے اور حضرت مجیب کا ہم فاضل ہیں غالب ہے
کہ یہہ کتاب تو سبقاً پڑہی ہوگی پہر تعجب ہے کہ حضرت امامت کو اہم المہمات نہیں سمجھتے - **اقول**
عبارت منقولہ شرح عقاید نسفی سے استدلال کا منشا بہی وہی خطا ہے جو ہماری فاضل مجیب کو
واقع ہو گئی ہے کہ مابہ النزاع کو فراموش فرما دیا ہے اور لفظ اہم المہمات کے دیکھتے ہی [illegible]
یہہ لفظ ملگیا فرط خوشی سے جامہ سے باہر ہو گئی اور آنکھیں بند کرکے آنکھیں بوجھ کر نقل
کر دیا اور سمجھے کہ میدان مار لیا پہر اس فہم پر کسقدر دعوی اور کیا کچھہ ناز و افتخار اس عبارت
میں بجز اسکے کہ لفظ اہم المہمات مذکور ہے کو مفید مدعا نہیں اور کونسا لفظ ہے جس سے ثابت
ہوتا ہے کہ امامت اصول دین میں سے ہے - اور پہلے گذارش ہو چکا ہے کہ لفظ اہم المہمات
سے ثبوت اس امر کا ممنوع ہے کہ یہہ حکم اصول میں سے ہے اور فروع میں سے نہیں
شرح عقاید بیشک درسی کتاب ہے لیکن آپکو کچھہ مفید نہیں بلکہ اس ناشائستہ استدلال کے سطحی تو اگر آیت قرآنی
ہی ہو تو بہی ثبوت مدعا محال ہے - پس اگر آپ ہماری امر امامت کو اہم المہمات

نہ سمجھنے سے تعجب فرماوین تو کچھہ تعجب نہین لیکن تعجب یہہ ہی کہ خود ہی سوال فرمادین (آپکی
نزدیک خلافت امور دین مین سے ہی یا نہین شق اول ہین اصول مین سے ہی یا فروع
سے) اور خود ہی بہول جاوین یا بہولا دیوین **قولہ** جو امر واقعہ مین اہم ہی وہ کسی کے
ماننی نہ ماننی پر منحصر نہین اہم اہم ہی ہے مگر حضرات اہل سنت کا عجیب حال ہی کہ خود ہی ایک
امر کو اہم المہمات کہتے ہین بلکہ اوسکا ایسا ہونا بدلائل ثابت کرتے ہین اور باوجود اینہمہ خصم کے
معتقد ہین اوسکو نہایت ہی اخف سمجھتے ہین **اقول** بیشبہ جو امر واقع مین اہم
ہی اوسکو کوئی مانے یا نہ مانے وہ ہر طرح اہم ہے لیکن اگر اس سے یہہ مراد ہی کہ امر خلافت
باعتبار داخل اصول ہونے کے اہم ہی تو یہہ سراسر غلط ہوا سوقت تک آپنے اسکے ثبوت
کیلئے نہ کوئی دلیل پیش کی نہ کوئی حجت بیان فرمائی تو اسکو واقعیۃ بلا دلیل کیونکر تسلیم
کیجاوے - اور اگر اہمیت خلافت اسطرح ملحوظ ہی جسطرح فرعیات بالواسطہ اہم ہوتی ہین
تو اسکا کوئی منکر نہین پس یہہ اہل سنت کا حال نہین ہی ہے جسپر آپکو تعجب ہی
یہہ صرف حضرت کے علم وفہم وفضل وکمال کی خوبی ہی کہ اہم ہونے اور اصول مین
ہونے مین امتیاز نہین فرمائی اور باہم تفرقہ نہین سمجھتے اہلسنت کے نزدیک اہمیت
وغیر اہمیت باعتبارات مختلفہ ہی لیکن البتہ حضرات شیعہ کی حالت عجیبہ قابل دیکھنے کے
ہی کہ خود ہی اسکو اہم المہمات اور اصول دین مین سے کہتے ہین اور خود ہی فرماتے ہین کہ ائمہ نے
کبھی خلافت کا نام ہی نہین لیا بلکہ بعض نے تو خلعت خلافت جو تالی نبوت ہی
ایک کافر ومنافق کو علی رغمہم بخشدیا ان ہذا لشئ عجاب **قولہ** جب ہمنے اسکو
اہم المہمات بدلائل ثابت کردیا تو اب آپکی ہی قول کے موافق اہلسنت کچھہ ہی کہا کرین یہہ امر
اہم المہمات ہی ہی بمقابلہ دلائل معتبرہ مذکورہ بالا انکا قول معتبر نہین **اقول** بیشک اگر آپ
دلائل معتبرہ شرعیہ سے امر خلافت کا اصول مین ہونا ثابت کردیتے تو اہلسنت کا قول
بمقابلہ دلائل شرعیہ کے کیونکر معتبر ہوتا لیکن دلائل شرعیہ سے اسکا ثبوت کہ امر خلافت

اصول دین مین سے ہونا محال ہی آجتک آپکی اسلاف بزرگوار سنی تو یہہ ثابت ہوئی نہین سکا تو آپ
کیا ثابت کرینگی اور جسکو آپ نے اپنی زعم مین اثبات سمجہا تہا اوسکو ہم نے منہدم کر ہی چکی ہین کہ یہہ
آپکی خوش فہمی کا ثمرہ تہا ۔ قال الفاضل المجیب قولہ ۔ معہذا خلافت اہل سنت کے
نزدیک فروع دین سے ہے چنانچہ خاتم المتکلمین مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے
ازالۃ الغین مین تصریح کی ہی ۔ اقول ۔ اگر واقعی امر خلافت فروع دین سے ہے تو منکر ترتیب
خلافت ضال و گمراہ کیون ہے حالانکہ مسائل فروعیہ مین ائمہ اربعہ اہلسنت مین اختلاف
کثیر ہے اور باایہنمہ چارون برحق ہین کوئی ایک دوسری کو مبتدع و ضال نہین کہتا
یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی ہمکو اپنی مجیب کی خوش فہمی پر
کمال افسوس ہی کہ حضرت کو یہہ بہی معلوم نہین کہ کونسی مسائل و احکام ہین جنکی انکار سے
مستحق تکفیر و تضلیل ہوتا ہی اور یہہ سمجہی ہوئی ہین کہ منکر فروع کو مطلقاً ضال نہین
کہاجاسکتا بلکہ صرف اوسیوقت تکفیر و تضلیل کیجائیگی جب انکار اصول دین کا ہوگا ۔
حالانکہ یہہ انحصار بالکل غلط اور باطل ہے کیا یہہ بات آپکو معلوم نہین ہی کہ اونی اونی فروعات کی
انکار سے مثل وضو و تیمم کے مستحق تکفیر و تضلیل کا ہو سکتا ہی حاصل یہہ ہی کہ ضروریات دین کا انکار
خواہ فروع ہی کیون نہون مستوجب تکفیر منکر ہوگا چنانچہ خود بدیہی ہی اور مسئلہ ترتیب خلافت
باوجودیکہ فروع مین سے ہے لیکن چونکہ ضروریات دین سے ہے اور قطعی الثبوت ہی اسلیے اوسکا
منکر بہی مستوجب تضلیل ہی پس استحقاق تضلیل منکر مسئلہ کی اصول دین مین سے ہونے پر
دلالت نہین کرتا علاوہ اسکی وہ مسائل جنمین اجتہاد کو مساغ ہی اور ایک نوع کا خفا یا اشکال
یا اجمال اونکی نصوص و دلائل مین پایا جاتا ہی اور محتملات ناشیہ عن دلیل کی اونمین گنجایش
ہی تو ایسی اختلافات موجب رحمت ہین اور یہہ اختلافات مستوجب تکفیر یا تضلیل کے نہین ہین
چنانچہ ائمہ اربعہ اہل سنت مین جسقدر اختلافات ہین وہ اسی قسم کے ہین اور جب یہہ اختلافات
موجب توسعہ در رحمت ہین چنانچہ ارشاد ہی اختلاف امتی رحمۃ تو یہہ اختلافات

مستحق تفضیل کے نہین ہوسکتے اب ہم اپنی اس مدعا کی ثبوت پر آپکی معتبر کتاب معالم الاصول شہید ثانی کی
دلیل لاتے ہین وہ بحث اجتہاد مین صفحہ ۱۳۷ پر تحریر فرماتے ہین اتفق الجمہور من المسلمین
علی ان المصیب من المجتہدین المختلفین فی العقلیات التی وقع التکلیف بہا
واحد وان الاخر مخطی آثم لان اللہ تعالی کلف فیہا بالعلم ونصب علیہ دلیلا فالمخطی
لمقصر فیبقی فی العہدۃ وخالف فی ذلک شذوذ من اہل الخلاف وہو بمکان من
الضعف واما الاحکام الشرعیۃ فان کان علیہا دلیل قاطع فالمصیب فیہا ایضا
واحد والمخطی غیر معذور وان کانت مما یفتقر الی النظر والاجتہاد فالواجب
علی المجتہد استفراغ الوسع فیہا ولا اثم علیہ حینئذ قطعا بغیر
خلاف یعبأ بہ ـ پس آپ ہی شہید ثانی کی شہادت کو ملاحظہ فرمائیں اور اپنے
استدلال کو بہکیگا کچہہ توشرمائیں لیکن اسقدر گذارش کرنا باقی رہگیا کہ تمام فرق شیعہ کہ جنہین
جوکچہہ اصول دین مین تکاذب وتجاحد ہے مخفی نہوگا فرق شیعہ امامیہ مین جوکچہہ دربارہ امامت
اختلاف ہے اوسکی نسبت ہم پوچہتے ہین ہماری فاضل مجیب فرمائین تو سہی ـ قطع نظر اس سے
آپکی اکابر واسلاف مثل ہشام الجوالیقی اور مومن الطاق ہشام الحکم نے انکی رفعۃ الشان آیت

(۱) جمہور اہل اسلام سب متفق ہین کہ مجتہدین مین سے جو باہم اون عقلیات مین مختلف ہین جنپر تکلیف
واقع ہوئی ہے ایک مصیب بصواب ہے اور دوسرا خطا پر ہے اور گنہگار کیونکہ اللہ تعالی نے اوسمین علم کی تکلیف
دی ہے اور دلیل قائم کی ہے ـ پس مخطی اوسکی کوتاہی کرنے والا ہے تو اوسکی ذمہ پر باقی رہیگا اور اسمین
اہل خلاف مین کے چند لوگون نے خلاف کیا ہے اور وہ ضعف کی نہایت مرتبہ مین ہے اور لیکن
احکام شرعیہ اگر اون پر کوئی قطعی دلیل ہو تو اوسمین بہی ایک ہی مصیب ہے ـ اور مخطی
معذور نہین اور اگر وہ اون احکام مین سے ہے جو نظر و اجتہاد کی طرف محتاج ہین تو مجتہد پر انہین
کوشش کا خرچ کرنا ہے اور بدون خلاف کے جو قابل اعتبار ہو اسوقت اوسپر یقیناً گناہ نہین ہے ۱۲ـ

کتابمین لکھی ہین جو صریح ضروریات دین کے منکر ہتی اور اصول دین مین جمہور فرق اسلامیہ کے مخالف ہتی اور خدا وند تعالے شانہ عما یقولون علوا کبیرا کی جسم کے قائل ہتے اونکی نسبت مفصل ارشاد فرمائین ۔ اچھا فرق شیعہ اور فرق امامیہ کو اور اونکی اختلافات کو رہنی دو جناب امین حضرت عثمان ثانی وثالث درباب تسلیم خلافت امیر معویہ جو اختلاف ہوا اگر یہہ مسئلہ اصول دین مین سی ہے اور اصولی اختلاف مستوجب تضلیل ہے تو معاذ اللہ اپنی اصول پر کسکی تکفیر و تضلیل کیجیگا اور نیز امام رابع شیعہ اور محمد بن حنفیہ مین باہم امامت مین اختلاف ہوا کہ ہر ایک شخص انمین سے اپنی امامت کا مدعی اور دوسری کی امامت کا منکر ہوا تو فرمائیے کہ اپنی قاعدہ کے موجب کسکی تکفیر و تضلیل کیجیگا اور کسکو مبتدع اور ضال کہیگا اور جو کچھہ اختلاف کہ فروعات مین ہی اوسکا تو کیا ذکر کرون **قول** اس فروعی مسئلہ کے لیے آپکی خلیفہ ثانی نے خلیفہ اول کے بیعت سے تخلف کرنیوالونکو اونمین جناب امیر علیہ السلام و بنی ہاشم اور آپکی عشرہ مبشرہ مین زبیر ہی ہتی گہر جلانے کی دہمکی کیون دی اور ان حضرات کا کچھہ پاس لحاظ کیون نکیا غرض فروعی اختلاف مین اس تشدد کے کیا معنی **اقول** اگر فروعی اختلاف آپکی نزدیک مستوجب تشدد نہین ہی تو جناب امیر جناب امام حسین رضؓ پر اونکی عسل بیت المال سے بقدر ایک رطل کے لیلینی پر کیون اسقدر تشدد اور غضب فرمایا اور کیون اونکی مارنے کا قصد کیا اور اونکا پاس لحاظ کیون نکیا آپ ہی فرمائیے کہ فروعی اختلاف مین اسقدر تشدد کے کیا معنی ۔ اور نیز جسکو شیر خدا بزعم شیعہ مخالفین کے ڈر سے گہر مین دبک کر بیٹہ گیے اور اپنی حقوق و فدک وغیرہ کا نام تک نہ لیا اور جناب معصومہ حضرت فاطمہ بغضب لیے حضرت کی (بروایات قوم والعہدۃ علیہم فیہا) کیا کچھہ تذلیل و توہین کی اور کیسی کیسی کلمات نا ملائم مستنکر فرمائی پس اگر فروعات مستوجب تشدد نہین ہوتے تو آپکے جناب امیر کی ایسی کیون تذلیل و توہین صرف فروعات کیلیے فرمائی اور کیون حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت اور حضرت کی خویشی اور اونکی امامت و عصمت اور افضل الناس ہونے کا کچھہ لحاظ و پاس نہ فرمایا فروعات مین

فروعی اختلافات مین [illegible]

اسقدر تشدد کیا یعنی - اسی ہی ایک طرف رکھو جناب ابن عم النبی و افقہ الناس ابن عباس
جنکا لشہادت روایات قوم بیت المال بصرہ سے کچھہ مال لیکر مکہ آ بیٹھے اور جناب امیر کو اس امر کی
اطلاع ہوئی اور آپنے ایک سخت تشدد کا خط لکھا جو نہج البلاغۃ مین درج ہی اور ہم ابحاث
سابقہ مین اوسکو نقل کر آئی ہین اوسمین یہانتک لکھا۔ فان لم تفعل ثم امکنني الله
لاعذرن الله فیک ولاضربنک بسیفی پس اگر فروعی اختلاف مستوجب
تشدد نہین تو جناب امیر نے فروعات ہین کیون اسقدر تشدد کیا اور کیون پاس ولحاظ کچھہ
نکیا اور یہانتک فرمایا کہ اگر حسن و حسین ایسا کام کرتے تو مین اونسے بھی مصالحہ نکرتا اور باطل
کو اونکی مظلمہ بھی دور کرتا پس اگر فروعی اختلاف مستوجب تشدد نہین ہوتا تو آنکی اس تشدد کی
کیا معنی اور ہاں علاوہ جناب امیر نے اپنی عمال پر فروعات مین تشدد و اسنے فرمائی وہ بھی آنکی
نزدیک ظلم اور ناحق ہونگی۔ قطع نظر اس القصہ یہ ہی یہہ بھی آنکی نزدیک پایا گیا کہ حدود و قصاص
کا اجرا اور سیاست و تعزیر کا عمل سب ظلم ہی اور ناجائز کیونکہ یہہ امور بالاتفاق فروعات مین اور فروعات
مین ایسا تشدد جائز نہین ہی تو یہہ بھی جائز نہونگی پس آنکی اس قاعدہ نے شریعت کا ایک بہت
بڑا حصہ بھی منہدم کردیا اور بنا اسلام کو بھی گرا دیا - آپ کے اس علم و فہم پر نہایت افسوس ہے
اور بڑا افسوس اس وجہ سے ہے کہ آپنے تمام عمر مناظرہ دانی اور موافق و مخالف کی کتابوں کی
اوراق گردانی مین گذاری ہے علی الخصوص تحفہ اثنا عشریہ تو ازبر ہوگا پھر اسپر یہہ حال ہے
اب مختصر گذارش ہی کہ تحفہ مین جواب قصہ احراق بیت سیدۃ النساء فاطمہ کی ضمن مین لکھا ہی
کہ جناب فاروق کا یہہ قصد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے مستنبط ہی کہ حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے متخلفین عن الجماعۃ کی حق مین وعید التحریق فرمایا تھا الا انکہ عترت
[illegible]
[illegible]
[illegible]

اَبْنَاءَ هُمْ اور باوجود اس کمال معرفت کے اونکی حق مین تحقق ایمان کے لیے کافی اور معتبر نہین ہی تو
امام کے حق مین یہہ معرفت کیونکر معتبر ہو سکتی ہی پس اس معرفت سے یا وجوب ایمان مراد ہی
یا وجوب طاعت اول باطل ہی کیونکہ خداوند کریم نے اپنی کتاب مجید مین جسجگہ ایمان مذکور
فرمایا ہی یا ایمان باللہ ہے یا ایمان بالرسل یا ایمان بالکتب ہی یا ایمان بالمعاد کسیجگہ ایمان بالائمہ
نہین فرمایا اگر امامت بہی داخل اعتقادیات ہوتی تو کہین تو خداوند کریم تعالے شانہ اپنی
کتاب مین مذکور فرماتا اور جب کسیجگہ اوسکی نسبت ایمان کا ذکر نہین کیا تو معلوم ہوا کہ یہہ مسئلہ
اصلی واعتقادی نہین ہی تو فرعی عملی ہوا چنانچہ کتاب اللہ مین دوسری الشق یعنی اطاعت کا
ذکر فرمایا اور وہ بہی اسطرح پر کہ عمال و قضات و نواب علما کو شامل ہے اور ظاہر کہ حکم وجوب اطاعت
اسیر کا خود فرعیات سے ہی اور متعلق بافعال عباد ہی تو معلوم ہوا کہ معرفت سے مراد ایمان
تو نہین ہی اگر ہی تو اطاعت ہی کیونکہ خداوند تعالے نے ایمان کی بالائمہ کی تکلیف نہین کی
بلکہ اونکی اطاعت کو مامور بہ فرمایا تو اس حدیث کے اس صورت مین یہہ معنی ہونگے من لم یطع
امام زمانہ فقد مات میتة جاهلیة اور یہہ معلوم ہی ہو چکا ہی کہ حکم وجوب اطاعت
فروع مین سے ہی تو یہہ بمنزلہ اون فروعات کی ہوگا جنکی بابت تاکیدات فریقین کے روایات
مین مذکور ہین مثلاً ترک صلوٰۃ سے کفر کے ساتھہ تخویف مذکور ہو ترک حج سے موت یہودیت
ونصرانیت سے ڈرایا گیا ہی ترک تقیہ کو خروج دین سے تعبیر کیا گیا ترک متعہ کو خروج اپنی جماعت سے
بیان کیا گیا ہی حالانکہ اونمین سے کوئی مسئلہ اصلی اعتقادی نہین سب فرعیات مین ہین اسیطرح
اس مسئلہ فرعی مین بہی تغلیظ و تشدید کے طور پر آپنے یہہ ارشاد فرمایا۔ اسوجہ سے کہ بہت سی
فرائض و واجبات کا موقوف علیہ ہی بلکہ اجرائی شرائع اسلام و شعائر دین اس پر منحصر ہین
اگر اسمین اخلال ہو تو تمام دین مین برہمی پیدا ہوگی اسیواسطے بزعم شیعہ جناب امیر نے بہی
سکوت فرمایا تہا تو ایسا مسئلہ فرعی جو موقوف علیہ تمام دین کا ہو بہت زیادہ مستحق
ہی کہ اوسکی ترک و اخلال سے بوعید شدیدہ و زواجر غلیظہ کے ساتھہ عباد کو ڈرایا جاوے کہ

کرتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک صلوٰۃ کو کفر سے تعبیر فرمایا نعیرحق کی رسی کو یہودیت و نصرانیت سے تعبیر فرمایا۔ جس قبطی کی نسبت اتہام تھا کہ اسنے آپکی لونڈی سے عشق کے ساتھ زنا کیا ہی حضرت علی رض کو اوسکے قتل کا حکم فرمایا۔ آپنے فرمایا لو ان فاطمہ بنت محمد سرقت (اعاذہا اللہ من ذلک) لقطعت یدہا علی ہذا القیاس بلا مبالغہ صدہا ایسی واقعات فریقین کی کتابوں میں نکلینگی جو اس امر پر واضح دلیل ہونگی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور جناب امیر نے فروعات میں تہدیدات و تشدیدات فرمائے ہیں۔ پس اونکو یا اصول دین میں داخل سمجہیے یا اپنی قول سے رجوع کیجیے اور قائل ہو جیے کہ یہہ الزام غلط تھا اور بہت فروعات میں تشدیدات شرعیہ وارد ہوئی ہیں ہمنے اسوقت بخوف تطویل چند اشارہ پر ہی اکتفا کیا ورنہ اگر پہر بہی ہماری جناب مخاطب کو شک رہیگا تو ہم انشاء اللہ تعالیٰ اسکی بہت جزئیات فریقین کی کتابوں سے نکالکر دکہلا دینگی **قولہ** فروعی مسائل سے جاہل موت جاہلیہ سے نہیں مرتا ہے حالانکہ یہہ حدیث ومن لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاہلیۃ متفق علیہ ہے جاہل امام زمانہ موت جاہلیہ سے مرتا ہے اگر یہہ بات ہو کہ جاہل مسائل فرعیہ کا یہہ حال ہو تو آپکی خلفاء رضی اللہ عنہ بعض مسائل نہیں جانتے تہے حتی کہ بعض الفاظ قرآن کے معنی سے آگاہ نہ تہے اونکا کیا حال ہوگا۔ **اقول** اس استدلال میں بوجوہ چند بحث ہے۔ اول تو اس روایت کو اہلسنت کی مذہب پر صحت ثابت کرنا چاہیے۔ دوسری یہہ کہ یہہ ثابت کرنا چاہیے کہ اسجگہ لفظ امام سے مراد خلیفہ ہی ہے ہم کہتے ہیں ممکن ہے کہ امام سے مراد نبی یا کتاب اللہ ہو جیسا کہ اطلاق لفظ امام کا کتاب اور نبی پر کتاب اللہ میں وارد ہے۔ تیسری یہہ کہ جب امامت آپکی نزدیک اصول دین میں سے ہے اور اصول دین کی اثبات کیلیے دلائل قطعیہ کا ہونا ضروریات سے ہے اور یہہ خبر بتقدیر تسلیم صحت خبر واحد ہے اور ظنی تو اس سے اصول دین کا اثبات ممنوع ہے چوتہی یہہ کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے معرفت نبی کو کافی نہیں سمجہا اور اس امر کی خبر دی کہ کفار کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال معرفت حاصل تہی اور ارشاد فرمایا یعرفونہ کما یعرفون

پس اس سے ہمارے مجیب کا خلافت کے اصلی اعتقادی ہونے پر دلیل لانا اونکی خوش فہمی کا بدیہی ثبوت ہے۔ پانچوین محل طعن واستدلال مین موت جاہلیہ سے کیا مراد ہے اگر موت علی الکفر مراد ہے تو غلط ہے اسکا ثبوت دیجیے اور اگر موت جاہلیہ کے ساتھہ تشبیہ مراد ہے کہ جیسے زمانہ جاہلیہ مین لوگ خود مر رہتے تھے اور اونکا کوئی امام عام نہین ہوتا تہا ایسے ہی یہہ شخص بھی جو امام زمانہ کو نہ جانے اور اوسکا منقاد نہو خود سر مثل موت زمانہ جاہلیہ کی مریگا تو کوئی وجہ ضعف طعن واستدلال کی نہین ہے۔ باقی رہا خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالے عنہم کے نسبت یہہ طعن کہ بعض مسائل نجانتے تھے اونکا کیا حال ہوگا سو اول تو اس طعن کی بنا ہی فاسد ہے کیونکہ اول یہہ ثابت کرنا چاہیے کہ ہمارے نزدیک جمیع مسائل جزئیہ کا علم شرط ہے وہ دونہ خرط القتاد اور جب یہہ ثابت نہین تو پہر یہہ طعن محض بنا۔ فاسد علی الفاسد ہے دوسرے یہہ کہ ہم کہتے مین کہ بعض مسائل جناب امیر بھی نجانتے تہے چنانچہ جناب امیر نے قوم مرتدین کو جلوایا حالانکہ شریعت مین نار کی احراق نہین ہے اور نیز جناب امیر نے مغلم کو بھی جلوایا اور جناب امیر نے غلمان وجواری پر حد جاری فرمائی من لایحضر مین ہے وہذے ابو ایوب عن الحلبی عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ان کان فی کتاب علی انہ کان یضرب بالسوط وبنصف السوط وببعضہ یعنی فی الحدود واذا اتی بغلام اوجاریۃ لم یدرکا ولم یکن یعطل حدا من حدود اللہ۔ حالانکہ رفع القلم عن ثلثۃ صریح حدیث متفق علیہ ہے اور نیز جناب امیر نے حد سرقہ معاف کردی۔ من لایحضر مین ہے وجاء رجل الی امیر المومنین علیہ السلام فاقر بالسرقۃ فقال لہ امیر المومنین ع اتقرا شیئا من کتاب اللہ عزوجل قال نعم سورۃ البقرۃ فقال قد وہبت یدک لسورۃ البقرۃ [illegible]

ف امام ابو عبد اللہ سے مروی ہے فرمایا حضرت علی کی کتاب مین تہا کہ آپ پوری کوڑی سے اور آدہی کوڑی سے اور بعض کوڑی سے یعنی حدود مین مارتے تہے جب کوئی نابالغ لڑکا یا لڑکی لاتے تہے اور اللہ کے حدود کو معطل نہین کرتے تہے ۱۲

ف ایک شخص امیر المومنین کے پاس آیا اور چوری کا اقرار کیا تو اوس سے جناب نے پوچھا کیا تو کچھ قرآن پڑہا ہے کہا ہان سورۃ بقر پڑہا ہے تو تجہکو تیرا ہاتھہ سورۃ بقرہ کی بدولت بخش دیا ۱۲

حدود مین یہہ تشدد تہا کہ صبیان پر جاری کیجاتی تہی اور معطل نہین کیجاتے تہے یا یہہ کہ عاقل بالغ پر جاری نفرمائے اور معطل فرمائی اور خلاف شرع ایک قاعدہ گہڑ دیا کہ جب تک جنایہ اقرار کرے تو امام کو اخذ و عفو کا اختیار ہے لیکن جب بینہ قائم ہو تو امام کو عفو کا اختیار نہین علاوہ ازین آپکے امام ابو جعفر سے من لا یحضرہ میں اسی قسم کی روایت ہے وہ یہ ہے وفی المعلے عن محمد بن مسلم عن ابی جعفر علیہ السلام قال سالتہ عن الصبی یسرق قال ان کان لہ سبع سنین او اقل رفع عنہ فان عاد بعد السبع قطعت بنانہ او حکت حتی تدمی فان عاد قطع منہ اسفل من بنانہ فان عاد بعد ذلک وقد بلغ تسع سنین قطعت یدہ ولا یضیع حد من حدود اللہ — اور یہی شرع محمدی معلوم ہوتی کا اجرا حدود کا صبیان پر وعدم تسلیم انکلہم بر خلاف شرع ہے اور جملہ ولا یضیع حد من حدود اللہ وغیرہ سے یہہ ہی ثابت ہوا کہ یہہ محض سیاست اور تعزیر نہین ہے علے خلاف القیاس اور بہت مسائل ہین کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپکو اونکا علم نہ تہا پس جو حال جناب امیر اور دوسرے ائمہ کا ہوگا وہی خلفاء ثلثہ کا ہوگا **قولہ** آپکے زعم مین جناب سیدہ علیہا السلام عدم ارث انبیاء سے واقف نہین انکی کیا کیفیت ہوگی **اقول** انکی ہی ہماری نزدیک وہی کیفیت ہوگی جو کہ جناب امیر و دیگر ائمہ کی ہوگی اور جو کہ خلفاء ثلثہ کی ہوگی — **قولہ** اسکا امہات ہونا ثابت کیا گیا ہے اگر یہہ فرعی مسئلہ ہوتا تو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اسکی نسبت ایسی الفاظ تحریر نفرماتے جو تحفہ مین موجود ہین **اقول** یہہ تکرار بیفائدہ ہے عنقریب یہہ استدلال ابہی گذر چکا ہے اور اسکا جواب بہی عرض کیا جاچکا ہے کہ یہہ عبارت ہرگز اس مسئلہ کی اصلی ہونے پر دلیل نہین ہوسکتی یہہ محض حضرت کے خوش فہمی ہے دبس **قولہ** اگر ابن عمر جیسی جلیل القدر

ل محمد بن مسلم امام ابو جعفر سے روایت کرتا ہے کہا یعنی اونسی لڑکی سے پوچہا جو چوری کرے فرمایا اگر سات برس یا کم کا ہو یا دس برس کا حد دفع کیجاوے — پہر اگر بعد سات برس کے پہر کرے تو اوسکی پوریان کاٹی جاوین یا چہیلے جاوین یہانتک کہ خون آلودہ ہو جاوین اگر پہر بہی کرے تو اوسکی پیچہے سے کاٹا جاوے پہر اگر نو برس کا ہو کر پہر بہی کرے تو اوسکا ہاتہہ کاٹا جاوے اور اللہ کے حدود مین سے کوئی حد کو ضائع نکیا جاوے — ۱۲

صحابی اسکو ایسا اہم اور ضروری سمجھتے تھے کہ یزید تک کی بیعت کر لے اور خلع بیعت سے سخت مانع ہوئی - آپ صحیح بخاری کی کتاب الفتن باب اذا قال عند قوم شیئا و صحیح مسلم کی کتاب الامارۃ باب من فرق امر المسلمین وہو مجتمع کو ملاحظ فرمائیں **اقول** یہاں بھی آپکی وہی قدیمی خوش فہمی موجود ہے کہ ضرورت مطلقہ سے آپ اصلی اعتقادی ہونا سمجھتے ہیں حالانکہ یہہ بداہتہً غلط ہے چنانچہ چند بار عرض ہو چکا ہے ضرورت ہرگز مستلزم اصلی ہونے کو نہیں ہے بلکہ صدہا فروعات بھی ضروری اور لابدی ہیں اور یہہ جب ہے کہ ہم تسلیم کر لیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یزید سے بیعت برضا ضروری سمجھکر کی تھی ورنہ ہم کہتے ہیں کہ اول یہہ الفاظ مستلزم وقوع بیعت ابن عمر کو نہیں ہیں پھر گو ہے تو ممکن ہے کہ بکراہت بخوف سبب نفوس و نہب اموال وغیرہ مفاسد کی ہو اور خلع بیعت سے بھی اسیواسطے مانع آئی ہوں پس آپکا استدلال اس سے باطل ہے آخر جناب امیر و دیگر صحابہ مقبولین نے بھی تو خلفا ثلثہ کے ساتھ بیعت کی تھی جناب عقیل حضرت امیر کو چھوڑ کر امیر معویہ کی خدمت میں جا پہنچے جناب امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معویہ سے بیعت فرمائی محمد بن الحنفیہ یزید کے مطیع ہو گئے اور بیعت کر لی غرض پھر بیعت ابن عمر یا کسیکی ضروری سمجھنے سے اس مسئلہ کو اصلی اعتقادی اعتقاد کرنا سراسر خطا ہے اور سوء فہم سے ناشی ہے **قولہ** ابن عمر تو اسکو ایسا ضروری سمجھتے تھے کہ ایک رات بدون امام رہنا جائز نجانتے تھے حتی کہ وقت شب حجاج کے گھر تشریف لائے تاکہ بیعت عبد الملک بن مروان فرما دیں - چنانچہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ و صاحب حیوۃ الحیوان وغیرہ یہہ لکھتے ہیں - ان عبد اللہ بن عمر طرق علی الحجاج بابہ لیلا لیبایع لعبد الملک کیلا یبیت تلک اللیلۃ بلا امام لانہ روی عن النبی صلعم انہ قال من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاہلیۃ خلاصہ مطلب اسکا پہلے لکھا گیا اور بعض کتب میں یہہ ہے کہ حجاج نے بیعت کے لئے اپنا پیر بڑہا دیا کہ ہاتھ خالی نہیں ہے **اقول** بعد تسلیم صحت روایت مقتضا اس روایت کا یہہ ہوگا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ

بدون امام کے ایک رات بہی گذارنا جایز نجانتے تہے جیسا کہ ہمارے فاضل مجیب نے سمجہا ہے اور بہت ضروری سمجہتے تہے لیکن اس سے یہہ نتیجہ نکالنا کہ ابن عمرؓ کے ضروری سمجہنے سے امامت اصول دین مین سے ہوجائے یہہ محض غلطی ہے کیونکہ ضروری طور پر کسی کام کرنے سے اوسکا ضروری ہونا بہی ثابت نہین ہوتا چہ جائیکہ اوسکا اصول دین سے ہونا ثابت ہو محتاط اور متورعین کا قاعدہ ہے کہ آداب اور سنن کو بہی التزام کے ساتہہ ضروری طور پر مثل واجبات کے ادا کیا کرتے ہین حالانکہ وہ فی الواقع ضروری نہین ہوتے پس ابن عمرؓ کے اس فعل سے جو بظاہر ضرورت کو موہم ہے خلافت کا ضروری ہونا بہی مفہوم نہین ہوتا اور غایۃ ما فی الباب بعد رد و قدح اگر بطور تنزل تسلیم کرلین تو اچہا اس قدر یہہ ثابت ہوا کہ بیعت امام ابن عمرؓ کے نزدیک ضروری اور اہم الواجبات سی تہی لیکن اس سے ہرگز یہہ ثابت نہین ہوتا ہے کہ خلافت مسایل اصلیہ اعتقادیہ مین سے ہو یہہ تو اوسوقت ثابت ہوگا جب ضروری ہونا مسائل اصلیہ اعتقادیہ مین منحصر ثابت ہوجائیگا اور مسائل فرعیہ عملیہ سے ضرورت مرتفع ہوجائیگی اور یہہ محال ہے قطع نظر اس سے اس روایت کی الفاظ خود اس قصہ کو موید نہین ہوتے کیونکہ حدیث کے الفاظ سے تو صراحۃً ترتب موت جاہلیۃ کا عدم معرفت امام پر ہے تو اس حدیث کی الفاظ سے معرفت کی ضرورت ثابت ہوتی ہے پس معرفت سے یا مراد معرفت ہی ہے یا ایمان ہے اور یہہ دونو صحیح نہین پہر یا وجوب بیعت و اطاعت مراد ہے اور ظاہر ہے کہ وجوب اطاعت نصاً ثابت ہے اور وجوب عقد بیعت بشرط تسلیم فوری نہین ہے کہ بدون اوسکے ایک رات بہی نگذرے چنانچہ خود ظاہر ہے پس اس سے واضح ہوا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہہ فعل اس حدیث سی مستنبط نہین ہوسکتا تو نفس اس روایت مین ایک علت قادحہ موجود ہے علاوہ ازین بخاری کی حدیث صحیح اس قصہ کی مکذب ہے حدثنا مسدد حدثنا یحیی عن سفیان حدثنا عبد اللہ ابن دینار قال شہدت ابن عمر حیث اجتمع الناس علی عبد الملک کتب انی اقر بالسمع والطاعۃ لعبد اللہ عبد الملک امیر المومنین علی سنۃ اللہ وسنۃ رسول اللہ ما استطعت وان بنی قد اقروا بمثل ذلک

---

[1] عبد اللہ ابن دینار نے کہا کہ جب لوگ عبد الملک کی خلافت پر مجتمع ہوے مین ابن عمر کے پاس حاضر ہوا او سنے لکہا کہ مین بقدر اپنی استطاعت کے اللہ اور رسول کے طریقہ پر امیر المومنین عبد الملک کے حکم سننے اور اطاعت کرنیکا اقرار کرتا ہون اور میری بیٹون نے بہی یہی اقرار کیا ہے ۱۲

اس روایت سے واضح ہے کہ حضرت ابن عمر رضؓ نے عبد الملک کی بیعت بذریعہ خط کی تھی نہ یہہ کہ مثل
روایت مجیب لبیب کے جو ابن ابی الحدید معتزلی شیعی وغیرہ سے نقل کی ہے ابن عمر رضؓ حجاج کے گھر پر رات کے
وقت بیعت کے واسطے گئے ہوں اور اوسنے پانو پھیلایا ہو اور اس روایت بخاری سے یہہ بھی واضح
ہے کہ ابن عمر کی خطی بیعت بھی عبد الملک کے ساتھہ ابتدا خلافت مین نہیں ہوئی بلکہ بعد اجتماع و رفع اختلاف
ناس واقع ہوئی اور جبتک اختلاف رفع نہو لیا کسی سے بیعت نہین کی اور بلا بیعت رہے چنانچہ حضرت علی رضؓ
و امیر معویہ رضؓ کے عہد مین بھی انکا یہی طریقہ رہا ہے - رہا یہہ طعن کہ حجاج نے بیعت کو اپنا پانو پھیلادیا اگر حجاج
پر طعن ہے تو اوسنے صدہا مسلمانوں کو بیگناہ قتل کیا وہ کیا کچھہ کم ہے اور اگر مقصود طعن ابن عمر ہے تو
یہہ بھی بیجا ہے کیونکہ اس مین ابن عمر کا کیا قصور ہے جناب امیر کو ابن ملجم نے شہید کیا جناب امام حسین رضؓ
کو یزیدیوں نے شربت شہادت چکھایا تو کیا اس سے اونکے شان مین خلل آگیا اسلئے اگر حجاج نے
بیعت کیواسطے پانو بڑہایا تو اس سے ابن عمر کا نقصان نہین ہوتا ہان حجاج کے خبث پر دلالت واضحہ
ہوتی ہے وبس **قولہ** اور نیز اگرچہ اس مسئلہ کو اہلسنت فروعی کہتے ہین مگر سب کتب اعتقادیہ کلامیہ
مین بھی ذکر کرتے ہین چنانچہ شارح مواقف اسپر متنبہ ہو کر یہہ تحریر فرماتے ہین کہ انما ذکرناھا فی
علم الکلام تاسیا بمن قبلنا اذ قد جرت عادة المتکلمین بذکرھا فی اواخر کتبھم للفائدہ
المذکورة فی صدر الکتاب اس عذر کا ضعف ظاہر ہے کیونکہ مآل اسکا یہہ ہے کہ اعتراض اپنے سر سے
دور کر کے علما سابقین کے ذمہ لگاتا ہے وہ فائدہ جسکا حوالہ صدر کتاب پر دیا ہے یہہ ہے فانھا
وان کانت من فروع الدین الا انھا الحقت باصول لدفع الخرافات اھل البدع
وصونا للائمة المجتہدین عن مطاعنھم کیلا یفضی بالقاصرین الی سوء اعتقاد فیھم
یہہ کلام بھی کچھہ مفید نہین کیونکہ دو حال سے خالی نہین یا تو مسئلہ امامت معرفت و اعتقاد قلبی سے تعلق
رکھتا ہے یا نہین اگر تعلق نہین رکھتا تو اسکا الحاق علم کلام سے کہ مراد ایسے ملکہ سے ہے کہ اوس سے عقاید
دینیہ ثابت کرین کیون ہے - اور اگر متعلق ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ معرفت حدود و شرائط و فضیلت امام و نیز
تصدیق و حسن اعتقاد یا طعن و سوء اعتقاد ایمہ مین علوم کے قسم سے ہے نہ اعمال و افعال جوارح کی قسم سے یہہ اس

مسئلہ کو فروعی کہنا کس لئے ہے شاید یہہ ہی وجہ ہے کہ شارح نے اس توجیہہ و تاویل پر اعتماد نہ کر کے
تقلید اسلاف کا عذر کیا ہے اور اسکا ضعف ظاہر ہے **اقول** یہہ استدلال بھی مثل اور استدلالات
کے ہمارے مجیب لبیب کی خوش فہمی سے ناشی ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابتک آپکے فہم مین یہہ بھی نہین
آیا کہ فیما بین اہل سنت و شیعہ کے وجہ اس نزاع و اختلاف کی کہ اہلسنت امامت کو فروع مین سے
کہتے ہین اور شیعہ اصول مین قرار دیتے ہین کیا ہے اگر یہہ بات آپکو معلوم ہوتی تو ہرگز یہہ استدلال
ہمارے مقابلہ مین تحریر نفرماتے اگرچہ کسیقدر ہمنے پہلے بھی عرض کردیا ہے لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ
یہان بھی ظاہر کرین تاکہ واضح ہوجائے کہ اس قسم کی آپکے استدلالات بے اصل و بے بنیاد ہین پس
واضح ہو کہ مسائل فرعیہ وہ مسائل عملیہ ہین جنکا ایتان متعلق اعمال عباد کے ہو اور مسائل اصلیہ وہ
مسائل اعتقادیہ ہین جنکا ایتان متعلق اعتقاد عباد کے ہو اب ہم مسئلہ امامت کو دیکہتے ہین اور فریقین
کے مذاہب کو اوسمین خیال کرتے ہین تو علمائے شیعہ نے اوسکو اعتقادات مین داخل کیا ہے اور عمل عباد
کو اوسمین کچہہ دخل نہین دیا اہلسنت کہتے ہین کہ یہہ مسئلہ فروع مین سے ہے کیونکہ اسکا ایتان متعلق
اعمال عباد کے ہے وبس اور یہہ بھی جاننا ضرور ہے کہ فرعیات اگرچہ فی حد ذاتہ عملیات ہوتے ہین لیکن
بحسب قوت و ضعف ثبوت کے اونکا اعتقاد وجوب و ندب و اباحت و حرمت و کراہت علی قدر منازلہا
لازم ہوتا ہے مگر چونکہ وہ مسائل فی حد ذاتہ متعلق اعمال عباد کے ہین اور اعتقادی ہونا اونکا بالتبع
اور بالواسطہ ہوتا ہے اسلئے وہ مسائل فروع سے خارج نہین ہوتے اور اصول اعتقادیات مین
داخل نہین کئے جاتے ظاہر ہے کہ صوم صلوۃ وغیرہ تمام عبادات و معاملات فقہیات باتفاق فریقین
عملیات ہین اور کوئی اونکو علم کلام مین داخل نہین کرتا مگر باوجود اسکے پہر ہر ایک حکم کا اپنے اپنے مرتبہ
کے موافق اعتقاد ضرور ہے اور ترک اوس مرتبہ مین اور اعتقاد خلاف مین اوسیقدر خرابی و برائی
ہے مثلاً اعتقاد عدم فرضیت صلوۃ و صوم مین لزوم کفر ہے و علی ہذا القیاس پس ہمارے مقابلہ مین کوئی
دلیل جبتک کہ وہ اس امر کو ثابت نہ کرے کہ خلافت کو فعل عباد سے کچہہ تعلق نہین اور اوسکے ایتان مین
عمل عباد کو کچہہ دخل نہین اور وہ محض اعتقادی ہے مفید نہوگی اب بعد اس تقریر کے ملاحظہ فرماوین

کہ ہمارے فاضل مجیب کا یہہ استدلال کسقدر رداہی اورضعیف بلکہ باطل ہوگیا اس استدلال کا
مدار اس امر پر ہے کہ چونکہ متکلمین اہلسنت نے مسئلہ امامت کو علم کلام مین جو عبارت مسائل اعتقادیہ
سے ہے ذکر کیا ہے تو یہہ مستلزم اس امر کو ہے کہ یہہ مسئلہ بہی اعتقادی ہو اور یہہ نہین سمجہتے کہ منشاء
اختلاف بین الفریقین کیا ہے وہ یہان صادق آتا ہے یا نہین آتا اور یہہ خیال نہین فرماتے کہ ذکر
کرنا مستلزم اس امر کو نہین کیونکہ جائز ہے کہ اس ذکر کی کوئی علت خاص جداگانہ ہو چنانچہ خود شارح
مواقف نے اوس علت کو ظاہر کردیا اور بالفرض اگر کوئی بہی علت نہوتی تاہم جب منشاء اختلاف
قائم تہا اور صراحۃً اہلسنت نے امامت کے ایمان کو متعلق بافعال عباد قرار دیا ہے اور بالتصریح
اس مسئلہ کو فروعی کہا ہے تاہم اس ذکر کی تاویل و توجیہ ضروری تہی کیونکہ جبتک بناء اختلاف
قائم ہے اوسوقت تک اس مسئلہ کو صرف اسوجہ سے کہ علم کلام مین ذکر کیا گیا ہے اعتقادی قرار
دینا سراسر غلط تہا اور منشاء اختلاف سراسر اسکو مکذّب ہے۔ رہا دلیل اس امر کی کہ یہہ مسئلہ فرعی
عملی ہے اصلی اعتقادی نہین ہے یہہ ہے کہ خداوندکریم تعالے شانہٗ نے اپنی کتاب مجید مین احکام اصلیہ
اعتقادیہ کو جو متفق علیہا بین الفریقین اصلیہ اعتقادیہ ہین مثل توحید و نبوت و معاد کے جا بجا
بعبارات مختلفہ و بعنوانات شتّٰی بیان فرمایا کہ جس مین کسی قسم کے شک و شبہہ کی گنجایش نہ ہے
اور تمام احتمالات کے عرق کو مستاصل کردیا اور مسئلہ امامت کو کسیجگہ بہی واضح اور صاف طور پر
بیان نفرمایا صرف ایک جگہ اولوالامر کی اطاعت کا ارشاد فرمایا جو محتمل بہت سے محامل کو ہے
چنانچہ فریقین کے مفسرین نے تفسیر فرمائی ہے علاوہ ازین اطاعت خود متعلق باعمال عباد ہے
اگر یہہ مسئلہ اصلی متعلق باعتقاد عباد ہوتا تو خداوندکریم تعالے شانہٗ اپنی کتاب مین مثل دیگر اعتقادیات
کے اسکو بہی کیون ذکر نفرماتا اور بزعم شیعہ اپنے اس فرض سے کیون سبکدوش نہوتا اور ظاہر ہے
کہ خداوند تعالے شانہٗ عجز سے تو منزہ ہے پس جب اوسنے اسکا ذکر کہین نہین فرمایا
اور یہہ مسئلہ اس قبیل سے نہین کہ عقل اسکی ادراک مین مستقل ہو اور ہمارے نزدیک حسن و قبح شرعی
ہے تو ہم یقیناً کہہ سکتے ہین کہ خداوندکریم کا اسکو ذکر نفرمانا اصول فریقین پر صریح دلیل ہے کہ یہہ مسئلہ

مسئلہ امامت کے فروعی ہونے کی دلیل

۲۸/۱۰/۸۸

چہوٹا

اصلی اعتقادی نہین ہے اور اگر یہہ نہین تو اصول شیعہ پر لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ خداوند تعالی شانہ عاجز ہے یا تکمیل دین کی جو خبر دی ہے وہ کذب ہے اور فی الحقیقت اب تک تکمیل نہین ہوئی سبحانہ و تعالے علوا کبیرا اگر یہہ کہ بروئے عقول حاکمہ خداوند تعالے شانہ کو بھی ماموربالتقیہ کرین تو البتہ اس اشکال عضال سے شاید کچھہ مخلصی ممکن ہو علاوہ اسکے اسکی اثبات کے لئے اور بھی دلائل ہین لیکن خوف تطویل اور عجلت وقت ہمکو اونکے بیان کی اجازت نہین دیتی اب ہم اصل بحث کیطرف پھر رجوع کرتے ہین جب یہہ امر ثابت ہوگیا کہ باعتبار اپنی ذات کے مسئلہ امامت فروع دین مین سے ہے اور متعلق باعمال عباد ہے تو متکلمین نے اگر اسکو کتب کلامیہ مین ذکر کیا ہے اور ملحق بالاعتقادیات کیا ہے تو لامحالہ اسکے لئے کوئی علت اور وجہ خاص ہوگی شارح مواقف نے اوسکو بیان کیا کہ ہمنے اپنے اسلاف کی پیروی کرکے امامت کو علم کلام مین ذکر کیا ہے اور اونہون نے اسوجہ سے علم کلام مین اسکو ذکر کیا ہے تاکہ اہل بدع واہواء کی خرافات ائمہ دین اور خلفاء راشدین مہدیین سے دفع کرین پس اسپر ہمارے فاضل مجیب جو یہہ فرماتے ہین کہ اسکا ضعف ظاہر ہے کیونکہ مآل اسکا یہہ ہے کہ اعتراض کو اپنے سے دور کرکے علماء سابقین کے ذمہ لگایا ہے یہہ سراسر ضعیف ہے کیونکہ یہہ عذر اوسوقت ضعیف سمجہا جاتا جبکہ عذر مین صرف تقلید سلف ہی کی بیان کی جاتی اور جب علاوہ اسکے اوسکی علت بھی بیان کی اور کہا کہ سلف نے دفع خرافات اہل بدع کی غرض سے اسکو ملحق بالاعتقادیات کرکے علم کلام مین ذکر کیا ہے تو اب اس عذر مین کوئی ضعف باقی نہین رہا اسکے بعد ہمارے فاضل مجیب جو اس علت کی نسبت اعتراض فرماتے ہین اور لکہتے ہین کہ یہہ کلام بھی مفید نہین ہے کیونکہ اگر امامت کا تعلق اعتقاد قلبی سے نہین ہے تو الحاق بالاعتقادیات کیون ہے اور اگر تعلق ہے چنانچہ اوسکے حدود و شرائط و حسن اعتقاد و سوء اعتقاد کے ملاحظہ سے ظاہر ہے کہ از جنس علوم ہین نہ اعمال تو فروعی کہنا کس لئے) سراسر پوچ و لغو ہے اور بوجوہ چند باطل ہے (۱) اجمالی طور پر جو دو شق قرار دیئے ہین کہ مسئلہ امامت یا تو معرفت

اور اعتقاد قلبی سے تعلق رکہتا ہے یا نہین یہہ بالکل غلط ہے کیونکہ کوئی دینی مسئلہ خواہ وہ
اصلی اعتقادی ہو خواہ فرعی عملی ایسا نہین ہے جسکا تعلق اعتقاد قلبی سے نہو جسقدر مسائل
دینیہ ہین اون سب کا تعلق اعتقاد قلبی کے ساتھہ ہے (۲) شق اول جس مین یہہ دعوے ہو
کہ اگر اوسکا تعلق اعتقاد قلبی کے ساتھہ نہین ہے تو الحاق کیون ہے بدیہی البطلان ہے
کیونکہ الحاق غالباً ایسی ہی جگہ مستعمل ہوتا ہے جبکہ غیر جنس کو کسی کے ساتھہ شامل کیا جاوے
شاید آپ کو ملحق برباعی اور ملحق بخماسی کتب صرفیہ سے یاد ہونگے اور علاوہ اسکے اس معنی مین
کثیر الاستعمال ہے تو مسئلہ امامت فی حد ذاتہ فروعی ہے اور ایک وجہ خاص سے ملحق
بالاصول کیا گیا ہے اور وجہ اسکی کہ کیون ملحق کیا گیا وہ خود شارح مواقف نے ذکر کی ہے
اگر یہہ مسئلہ اصلی اعتقادی ہوتا تو پہر الحاق کے کچہہ معنے نہ تہے (۳) ہم اس شق کو اختیار
کرتے ہین اور الحاق کی وہی علت بیان کرتے ہین جو شارح مواقف نے بیان کی ہے
آپ اوسپر اعتراض فرمایئے بعد اوسکے فرمایئے کہ یہہ کلام مفید نہین جب تک آپ اسکو باطل
نکرین آپکا یہہ فرمانا کہ یہہ کلام مفید نہین آپکو کچہہ مفید نہین ہے (۴) شق ثانی کا
بطلان مثل روز روشن واضح ہے کیونکہ جسقدر مسائل دینیہ فرعیہ عملیہ ہین اونکی معرفت
حدود و شرائط و اعتقاد فرضیۃ و وجوب وغیرہ علوم کے قسم سے ہے نہ اعمال و افعال
جوارح کے قسم سے پہر اون مسائل کو بہی فروعی کہنا کسلئے اونکو بہی اعتقادیات مین داخل
کیجئے سبحان اللہ ہمارے فاضل مجیب کے علم و فضل کا یہہ حال ہے کہ جو شے فی الجملہ از قسیم
علوم ہو اوسکو بہی فروعی ہونے سے خارج فرماتے ہین اور اعتقادیات مین داخل کرتے
ہین۔ حالانکہ تمام مسائل فقہیہ معرفت اور علم مین داخل ہین اگر زیادہ نہین تو کیا آپ نے
علم الفقہ بہی کبہی نہین سُنا ہوگا اور یہہ بہی نجانتے ہونگے کہ فقہ علم ہے پہر معلوم نہین
اوسکو اعتقادیات مین کیون نہین داخل کرتے (۵) کسی مسئلہ دینیہ کا اعتقاد قلبیہ سے
فی الجملہ تعلق ہونا ہرگز اسکو مستلزم نہین ہے کہ وہ مسئلہ اعتقادیات سے ہی ہو

بلکہ مسائل اعتقادیہ وہی ہونگے جنکا تعلق محض اعتقاد وعباد کے ساتھہ ہو ورنہ عملیہ ہونگے تو اونکا تعلق فی الجملہ اعتقاد قلبیہ کے ساتھہ بہی ہوگا بشرطیکہ وجدانیات نہون پس شق ثانی سے جو یہہ مفہوم ہوتا ہے کہ جن مسائل کا تعلق اعتقاد قلبیہ سے ہوگا وہ اصلیہ اعتقادیہ ہونگے محض غلط ہے پس اس توجیہ مین جو متکلمین اہلسنت نے مسئلہ امامت کی نسبت کتب کلامیہ مین ذکر کرنے کے بارہ مین فرمائی ہے کسی قسم کا وہن وضعف نہین اور یہہ اعتراضات وتضعیف ہمارے فاضل مجیب کے خود ضعیف ہین۔ ہان اسقدر ضرور ہے کہ یہہ توجیہ وتاویل شرح طلب ہے جسکی وجہ سے شاید آپکو شبہہ واقع ہوا ہو پس شرح اوسکی یہہ ہے کہ متکلمین کا منصبی کام یہہ ہے کہ وہ اپنی اعتقادیات کو دلائل سے ثابت کرین اور مخالفین کے اعتقادیات اور اونکی دلائل کو مدلائل باطل کرین اور اونکا جواب دیوین اور ظاہر ہے کہ مسئلہ امامت ایسا مسئلہ ہے جو شیعہ کے نزدیک داخل اعتقادیات ہے اور اہل سنت اوسکو داخل فروع اعتقاد کرتے ہین اور جب شیعہ کے نزدیک اعتقادیات مین سے ہے تو لامحالہ متکلمین شیعہ اوسکو اور اوسکی دلائل کو اپنی کتب کلامیہ مین ذکر کرینگے۔ اہل سنت اگر اوسکو اپنے اصول کے موافق اپنی کتب کلامیہ مین ذکر نکرین تو اس مسئلہ کا اصول مخالفین پر ابطال اور اوسکی دلائل کا جواب کیونکر دیوین اور ائمہ مہتدین کو مطاعن مخالفین سے کیونکر صیانت وحمایت کرین اور اس اپنے منصبی کام سے کیونکر سبکدوش ہون اور اگر ذکر کرین تو لازم آتا ہے کہ علم کلام مین جو عبارت مسائل اصلیہ اعتقادیہ سے ہے فروع مین بحث ہو اور یہہ بہی بظاہر فی الجملہ خلاف قاعدہ ہے۔ لیکن یہہ نہایت بدیہی ہے کہ علوم مین تبعاً اور استطراداً اون اشیاء کو ذکر کر دیتے ہین جو اون علوم اور اونکے اغراض سے بالکل بیگانہ اور اجنبی ہوتے ہین اگر آپ تامل کرینگے تو علوم مین ایسے بہت مسائل معلوم ہونگے وہ رنجا نیئے چہوٹے چہوٹے رسائل منطق مین ابتداءً بحث الفاظ لکہتے ہین اور پہر عذر کرتے ہین اور کہتے ہین کہ گو اس علم سے بحث الفاظ کو تعلق نہین ہے لیکن ایک ضرورت خاص کے وجہ سے ہمنے ذکر کیا ہے اور اس سے

یہہ لازم نہین آتا کہ بحث الفاظ داخل اصول مقاصد منطق ہو جائے اور کوئی شخص ہو توف سے بیوقوف بہی یہہ اعتراض نہین کرتا کہ تمہارے اس ذکر کرنے سے بحث الفاظ داخل اصول منطق ہو گئی تو بس مسئلہ امامت کا بہی یہہ ہی حال ہی کہ وہ بہی ملحق بالکلام ہے جو ایک وجہ خاص سے کلام مین ذکر کیا گیا ہے اور اس سے ہرگز یہہ نہین سمجہا جاتا کہ وہ داخل اصول ہو اور متکلمین کا عذر ضعیف ہو یہہ صرف ہمارے فاضل مجیب کی خوش فہمی کا ثمرہ اور علوم کی واقفیت کا نتیجہ ہے **قولہ** اگرچہ اسباب مین اور بہی گفتگو ہو سکتی تہی مگر بنظر اختصار بس کیا جاتا ہے **اقول** جسقدر گفتگو فرمائی وہ بہی غلط تہی اور اس قابل نہ تہی کہ کسی کے سامنے پیش کیجاتی اور جسقدر اور گفتگو فرماتے وہ بہی ایسی ہی یا اس سے کم درجہ ہوتی پہر معلوم نہین کہ آپنے ایسی گفتگو مین کیا فائدہ سمجہہ رکہا تہا بجز اسکے کہ چند ناواقفون کے نزدیک وقعت ہو اور یہہ سمجہین کہ ہماری مولانا وسیدنا نے کسقدر طول طویل جواب لکہدیا اور کسقدر مضامین کا جوش ہے لیکن علماء کے نزدیک تو ایسی لغو باتین آپکی تحقیر کی باعث ہین آیندہ جناب کو اختیار ہی **قولہ** صرف اسقدر گذارش ہے گستاخی معاف ادعائے علم یہہ کہ امتحان لینے کو موجود اور ابتک یہہ معلوم نہین کہ مسئلہ امامت فروعی ہے یا اصولی یہہ مسئلہ کتب متداولہ عقائد مین مشرح موجود ہے خاص خاتم المتکلمین کی تقلید کی کیا ضرورت تہی اور اونکے حوالہ کی کونسی حاجت **اقول** امتحان لینے کی درخواست سے ہرگز ادعائے کمال علم نہین سمجہا جاتا اور نہ امتحان لینے کے لئے بہت علم کی ضرورت ہی۔ یہہ حضرت کی کمال علم کی خوبی ہے غایتہ سے غایتہ یہہ ہے کہ بقدر امتحان اوسکے علم کا ہونا کافی ہی یہہ دعوے کہ ابتک یہہ معلوم نہین کہ مسئلہ امامت فروعی ہے یا اصولی صریح کذب و دروغ ہی ظاہر ہے کہ ہمنے لکہا تہا کہ مسئلہ امامت فروعی مسائل سے ہے جسکا خود آپکو اعتراف ہی لیکن اوسمین جو حوالہ خاتم المتکلمین کا دیا گیا تہا اوسکی نسبت یہہ طعن ہے پہر یہہ کہنا کہ

ابتک یہہ معلوم نہین کہ مسئلہ امامت فروعی ہے یا اصولی جہوٹ ہوا یا نہین کیا مسئلہ کا
علم اسی پر منحصر ہے کہ کتب متداولہ عقائد کا حوالہ دیا جاوے تو جب علم ہو ورنہ نہو اگر اسکا ثبوت
آپ کسی دلیل سے کر سکتے ہین تو بسم اللہ لائیے ۔حضرت ۔مسئلہ کے لئے ہمکو لا محالہ تقلید کی
ضرورت نتہی کہ متکلمین مین سے کسی کی تقلید کرتے ۔پس جسکو ہم اس مبحث کا خاتم المتکلمین
سمجھتے ہین اگر کوئی مسئلہ ہمنے اوس سے نقل کر دیا تو کیا خلاف قاعدہ کیا اور اس سے
کیونکر لازم آیا کہ ہمکو اس مسئلہ کا علم نہین ۔پس منجملہ حضرت کی خوش فہمیون کے ایک
اور یہہ بہی سہی ع این ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر قال الفاضل المجیب قولہ
اور کتاب اللہ مین اوسکی نسبت وعدۂ خیریت ہو چکا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
اوسکی مدت بیان فرمائی اور ایمآت سے جنکی قدر مشترک تصریح تک پہونچی ہے
اوسکی ترتیب وقوع تک بیان کی گئی ۱ اقول لفظ وعدہ کے آگے جو لفظ لکہا ہے
بخوبی پڑہا نہین گیا معلوم نہین کہ حضرت نے خیریت جو بمقابلہ شریت ہے تحریر فرمایا ہے
یا جزئیت جو بمقابلہ کلیت ہے لکہا ہے یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی ہمنے
یہہ لفظ خیریت بخائے معجمہ منقوطہ بنقطہ من فوق وبعدہ یای منقوطہ بنقطتین من تحت
وبعدہا رای مہملہ بمقابلہ شریت لکہا ہے قولہ بہرحال ہر دو احتمال کا جواب گذارش
ہے اگر خیریت بمعنے نیکی ہے تو حضرت مجیب سے نہایت تعجب ہے کہ اس لفظ کا یہہ کون موقع
تہا کیونکہ غرض اس خلافت سے اصطلاحی ہے جو نیابت رسول سے مراد ہے اسکی
نسبت لفظ خیریت لکہنے کے کیا معنے نیابت رسول تو خیر ہی ہوگی ۱ اقول یہہ اعتراض
سراسر خلاف عقل ونقل ہے کیونکہ بقاعدہ معقولیین اگر یہہ موقع لفظ خیریت کا نہین ہے اور
یہان خیریت صادق نہین آتی تو لا محالہ عدم خیریت جو اوسکی نقیض ہے اوسکا موقع
ہوگا اور وہ صادق آئیگی لاستحالہ ارتفاع النقیضین تو لازم آئیگا کہ خلافت راشدہ عدم
خیریت کے ساتہہ مجامع ہو اور یہہ خلاف ہے کیونکہ یہہ مسلم فریقین ہے کہ خلافت راشدہ مجامع

خیریت اور مباین شرّیت ہی تو ثابت ہوا کہ اس لفظ کا یہہ ہی موقع ہی اور یہان خیریت صادق آتی ہے اور اس لفظ کا اطلاق اسجگہ غلط نہین بلکہ صحیح ہے قطع نظر اس نے ہمکو اپنے فاضل مجیب کے ادعاء کمال علم سے نہایت تعجب ہی کہ وہ ہمپر ایسا اعتراض فرماتے ہین باوجودیکہ اس قسم کے الفاظ جنپر ایسے مہمل اعتراضات وارد ہو سکتے ہین کتاب اللہ اور اقوال ایمہ مین بہی بہت موجود ہین چنانچہ ارشاد ہے وما من دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم۔ ظاہر ہے کہ دابہ اوسی کو کہتے ہین جو مایدب علے الارض ہو چنانچہ ابتدائی چہوٹے چہوٹے رسائل مین اسکو منقول عرفی کی مثال مین لکہا ہے پہر علے الارض کی قید کا آپکے نزدیک کون موقع تہا اور طائر وہی ہے جو جناحین سے پرواز کرے پہر یطیر بجناحیہ کا لفظ آپکے قاعدہ کے موافق بالکل لغو اور فضول۔ پہر معاذ اللہ خدا کی جناب مین عرض کیجیے کہ حضرت آپ سے نہایت تعجب ہی کہ ان الفاظ کا یہہ کون موقع تہا دابہ تو زمین پر چلا ہی کرتا ہے اور طائر دونو بازوون سے اوڑا ہی کرتا ہے پہر ان الفاظ کے فرمانے کی کیا معنے پہر جو کچہہ اوسکا جواب ملے اوسی قسم کا جواب ہمارے طرف سے بہی قبول ہو۔ علاوہ ازین وہ خلافت جو ما نحن فیہ سے متعلق ہے جسکو ہم راشدہ اور ہمارے فاضل مخاطب جائرہ سمجہتے ہین یعنے خلافت خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم سکو اوسکی رشد وخیریت کے طرف اور اوسکی دلیل کے طرف اشارہ کرنا مد نظر تہا کہ جناب کو متنبہ کردین کہ جس خلافت کی ہم رشد وخیریت کے معتقد ہین وہ خلافت وہ ہی جسکی خیریت کا وعدہ کتاب اللہ مین ہو چکا آپ کا اوسکو جائرہ سمجہنا مخالف کتاب اللہ کے ہے پس آپ انصاف سے ملاحظہ فرمائیے کہ اس لفظ کا اسجگہ اطلاق کسقدر موزون اور

سا ۱؎ اور نہین کوئی چلنے والا زمین مین اور نہ کوئی پرند جو اوڑتا ہے اپنے دونو بازوون سے مگر گروہ ہاین تم جیسے ۱۲۔

بجائے خود ہے **قولہ** اور چونکہ اسکے تعیین بالقاء ربانی و وحی یزدانی بذریعہ رسول
علیہ السلام کے ہوگی جیسا کہ ازالۃ الخفا کے عبائر منقولہ سے ظاہر ہے پھر اسکی نسبت
کتاب اللہ مین وعدہ خیریت کے کیا معنے **اقول** چونکہ اسکی تعیین بالقاء ربانی و وحی
یزدانی بذریعہ رسول علیہ السلام کے ہوگی جیسا کہ عبارات ازالۃ الخفاء سے واضح ہے۔
اور وہ خیر محض ہوگی اسیواسطے کتاب اللہ مین اوسکی خیریت کا وعدہ ہوا اور صلاح و فلاح
کی خبر دی اگر وہ غصب و عدوان و ظلم و طغیان ہوتی تو اوسوقت اوسکی خیریت کی اخبار
کی کچھہ معنے نہ تھے اور جب وہ خیر محض ہے تو ظاہر ہے کہ اوسوقت اوسکی خیریت کا اخبار واقعی
نفس الامری کا اخبار ہے اور صحیح و بجا پھر یہہ فرمانا (کہ پھر اسکی نسبت کتاب اللہ مین وعدہ خیریت
کے کیا معنے) گنجائش نہین رکھتا اور اسکی کچھہ معنے نہین۔ آپ اسکو سوچیئے بہت موٹی بات ہے
قولہ اور اگر جزئیت بمقابلہ کلیت مراد ہے تب بہی سمجھہ مین نہین آتا کہ اوسبحانہ تعالے
ایسی اہم المہمات کی جزئیت کا وعدہ فرمائے اور کلیت سے اعراض کرے جس سے تمام
مصالح امور دینی و دنیوی امت مرحومہ کے وابستہ ہین حالانکہ اور احکام مفصل و مشرح
ارشاد ہون **اقول** یہہ شق محض ہمارے فاضل مجیب کی حدت ذہن و تیزی ذکا سے
ناشی ہوئی ہے ورنہ اول تو یہہ ہی خیال کرنا چاہیئے کہ اس لفظ کا اسجگہ اطلاق کیونکر
اور کس معنے کے اعتبار سے صحیح ہے اور اگر بتکلفات و تاویلات اس لفظ کی اطلاق
کو اسجگہ بنایا بہی گیا تو پھر کتاب اللہ مین اسکی جزئیت کا وعدہ کہان مذکور ہے
اور کلیت سے کیونکر اعراض ہے خلافت کی جزئیت کے وعدہ کا قرآن شریف مین
وجود تو اوسوقت صادق آئے کہ خلافت مطلقہ کلیہ مین سے ایک فرد خاص کا وعدہ
مذکور ہو اور ظاہر ہے کہ اوسکا فرد خاص جزئی نہین پایا جائیگا مگر جبتک کہ اوسکا موصوف
مذکور نہو اور اوسکے طرف اضافہ کرکے بیان نہ کی جاوے لیکن تمام قرآن شریف مین
ایسی خلافت کسیجگہ مذکور نہین اور نہ کہین ایسی خلافت کا وعدہ ذکر فرمایا تو اس سے

صاف ثابت ہوا کہ کتاب اللہ مین خلافت کی نسبت وعدہ جزئیت ہونے کی کچھہ معنے
نہین رہا ہیہ کہ او سبحانہ وتعالے نے ایسی اہم المہمات کی کلیت سے اعراض فرمایا جسکی
ساتھہ تمام مصالح امت وابستہ ہین یہہ وہ اعتراض ہے کہ اگر آپ تامل فرماینگے تو معلوم
کرینگے کہ اصول اہل تشیع پر ہی وارد ہوتا ہے کیونکہ اگر خداوند کریم نے اپنی کتاب مین
مسئلہ خلافت کو کلیۃً یا جزئیۃً اور اوسکی شرائط کو بیان فرمایا ہے تو فرمائیے کسجگہ اور
کس سورہ مین بیان فرمایا ہے اور اگر نہین فرمایا تو ترک واجب کیا کیونکہ اسکا بیان کرنا
مثل اور فروع واصول کے لطف تہا جو بزعم آپکے خداوند تعالے شانہ عن ذلک پر
واجب تہا تو ترک لطف فرمایا اور نیز اخبار تکمیل دین اور اتمام نعمت آپکے اصول پر کذب ہوا
اور ہمارے نزدیک جب اوسکا خود خداوند تعالے متکفل ہوگیا اور اوسکے ایقاع کا وعدہ
فرمایا تو بعد اوسکے پہر کسی بیان کی حاجت نرہی معہذا ہمارے نزدیک اور ہمارے اعتقاد
مین حق تعالے شانہ پر کوئی چیز واجب نہین اوسکی ذات پاک اس سے کہ کوئی چیز اوس پر
واجب ہو منزہ ومبرا ہے اور اوسکی شان یفعل ما یشاء ویحکم ما یرید ہے اور نیز مسئلہ خلافت
اصول مین سے ہی نہین ہے جسکا ثبوت کتاب اللہ ہی پر موقوف ومنحصر ہو تو ہمپر کوئی اعتراض
لازم نہین آتا **قولہ** حضرت مجیب نے جس وعدہ کا ذکر کیا ہے اوسمین غور وتامل سے کام
نہین لیا اور اصطلاحی ولغوی معنے مین تمیز نہین فرمائی اگر اس وعدہ کو ذکر فرمائینگے
تو اسکا جواب بہی تفصیل سے گذارش کیا جاویگا اجمالاً اسی قدر کافی ہے **اقول** ہماری
سمجہہ مین نہین آیا کہ خداوند کریم کے دو وعدہ ہین اصطلاحی ولغوی وعدہ اصطلاحی و
لغوی کیا مفصل ارشاد فرمائین ہم اسکا ذکر مختصراً دلائل اثبات خلافت مین کر چکے
ہین اور تفصیلی جواب کے منتظر ہین **قال الفاضل المجیب۔ قولہ** رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے اُوسکی مدت بیان فرمائی الخ **اقول** شاید اس مدت سے خلافت
تیس سالہ حضرت مجیب کی مراد ہوگی اگرچہ عقلاً کسی طرح اس حدیث کا رسول مقبول سے

حدیث الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ کی تحقیق اور اعتراض کا جواب

جو عقل کل تہے صادر ہونا سمجہہ مین نہین آتا کیونکہ ۳۰ سالہ کی قید کی کوئی ضرورت معلوم
نہین ہوتی امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس تیس سال مین ختم نہین ہوگئی کہ بعد
مین خلافت کی ضرورت نرہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین ناقص نہین چہوڑا
کہ اس مدت مین کامل ہوگیا یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی ہمارے
فاضل مجیب نے اس حدیث کے مقدوح اور غیر معتبر ہونے کی جو علت بیان فرمائی
ہے عجیب و غریب ہی فرماتے ہین کہ قید ۳۰ سالہ کی کوئی ضرورت معلوم نہین ہوتی
کیون حضرت بیان واقع اور اخبار نفس الامر مین ضرورت اور عدم ضرورت کو کیا دخل
جسطرح واقع ہونیوالا تہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بالقاء ربانی و وحی یزدانی
اوسکی خبر دیدی کہ خلافت علی منہاج النبوۃ اس زمانہ تک ممتد و متصل رہیگی اور بعد
اسکے منقطع ہوجائیگی پہر یہہ فرمانا کہ مدت کی قید بے ضرورت ہے عدم فہم مرام سے ناشی
ہے اسکے بعد یہہ اعتراض کہ اس مدت مین امت ختم نہین ہوگئی جو بعد مین خلافت کی ضرورت
نرہی اوس سے بہی زیادہ تعجب انگیز ہے ہم کب کہتے ہین کہ اس مدت مین امت ختم ہوگئی اور
ہمنے کب کہا ہے کہ خلافت نبوۃ کی ضرورت نہین رہی لیکن ہان یہہ ضرور کہتے ہین کہ
خداوند تعالے پر کوئی چیز واجب نہین اور اوسکو اختیار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے جب اوس
سبحانہ تعالے نے چاہا خلافت علی منہاج النبوۃ رہی اور جب اوسنے چاہا منقطع ہوگئی اور
عجب نہین کہ یہہ قتل خلیفہ ثالث کی پاداش اور اوسکا وبال ہو پہر یہہ کہنا کہ امت ختم نہین
ہوئی یا ضرورت باقی نہین رہی سراسر لاطائل ہے۔ علاوہ ازین اگر ہم اپنے فاضل
مخاطب کے اصول کے لحاظ سے ضرورت کو دیکہتے ہین تو دوازدہ کی قید کی بہی کچہہ
ضرورت معلوم نہین ہوتی کیونکہ اولاً جب اونکو تمکین نہ دی تو اونکا وجود و عدم برابر ہوگیا
اور تمکین دینا بہی ایک قسم کا لطف تہا جو واجب تہا اوسکو بہی ترک فرمایا اور نیز اکثر زمانہ
وجود امام سے بسبب غیبت کے خالی رہا تو ایسے امام کے جو محض عنقا صفت ہو جس تک

کوئی نہ پہونچ سکے نہ اُوسکو کوئی دریافت کر سکے نہ وہ کسی کے ہاتہہ آسکے کیا ضرورت
پس ایسے شخص کو امام بنانا کیا اسوجہ سے ہے کہ امت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ختم ہوگئی یا اسوجہ
سے ہے کہ امامت کی ضرورت نہین رہے یا کسی اور وجہ سے ہے جسکا ادراک خارج از عقول ہے
پہر اگر واقعی وُہ ایسی ہی ہے کہ اُوسکا درک عقل سے محال ہے تو بقول سامی عقلا کے
نزدیک ایسی امامت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہونا جو عقل کل تہے محال معلوم
ہوتا ہے پہر اسکے بعد جو یہہ ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین ناقص نہین
چہوڑا جو اس مدت مین کامل ہوگیا یہہ اُون دونو سے طرفہ تماشا ہے ہم کب کہتے ہین کہ معاذ اللہ
حضرت نے دین ناقص چہوڑا جسکی اس مدت مین تکمیل ہوئی ہم تو خود خلافت علی منہاج النبوۃ
کہتے ہین جسکے صاف یہہ معنے ہین کہ خلفا قدم بقدم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے اور
اُون قوانین کو جو حضرت نے بوحی ربانی ممہد فرمائے تہے اور اُون طرق کو جنپر حضرت شرائع
الٰہیہ کی بجا آوری مین چلتے تہے اپنا امام سمجہتے رہے معہذا باوجود اسکے کہ دین مین کوئی
کمی و کوتاہی باقی نہین رہی تہی اور بہمہ جہات تمام و کمال اُوسکا ہو چکا تہا پہر وعدہ ہائے
حقہ خداوندیہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درباب غلبہ دین اسلام و شیوع
شعائر ایمان اور فتح بلدان اور زوال خوف بالکلیہ اور حصول امن تام وغیرہ
ہوئی تہی اور ابہی تک جیز عدم مین تہی وُہ سب خلفاء حقہ راشدہ کی سعی و کوشش
سے بر روئے کار آئی اور اُون وعدون کے حصول مین خلفاء راشدین رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا جارحہ ہوئے اور وُہ اونکی خدمات نمایان اور فتوحات بے پایان حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کیطرف ہی منسوب ہوئین اور گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتہون
سے ظاہر ہوئین پہر بعد اسکے جب لوگون نے اس نعمت عظمے اور عنایت کبرے کی ناشکری
کی اور دو خلیفہ ظلماً شہید کئے گئے اور اونپر خروج و بغاوت ہوئی تو خداوند تعالے نے بحکم
ذلک بما کسبت ایدیکم و ان اللہ لیس بظلام للعبید و بمقتضاء ذلک بان اللہ

لَمْ يَكُ مُغَيِّراً نِعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِاَنْفُسِهِمْ - اپنی اس نعمت کو
اُوٹھا لیا چنانچہ اس مضمون کو بھی اشارۃً حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا اور
اہلسنت کی کتابوں میں موجود ہے پس اس سے ظاہر ہوا کہ جب مہمات خلافت علی وجہ الکمال
اس خلافت کی زمانہ میں حاصل ہوئی تو یہہ ہی خلافت حقہ راشدہ تھی اور اس خلافت سے
مقصود سرانجام ان مہمات موعود کا تھا لیکن حضرات شیعہ کے اصول پر البتہ یہہ لازم آتا ہے
کہ دین ناقص تھا جسکی تکمیل کیواسطے امامت راشدہ مقرر ہوئی اور مکمل دین ہوا تھا جسکے واسطے
ائمہ مبعوث ہوئے اور اس سے بصراحۃً و بداہۃً لازم آتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم
النبیین نہیں ہیں اور آپکا وصف ختم رسالت باطل ہے کیونکہ جو اوصاف خاصہ کہ نبی کے ہوتے
ہیں مثل عصمت و نص و افضلیت وغیرہ کے جب ائمہ کی لئے ثابت کیئے تو گویا ائمہ کی نبوت کی معنی مدعی
ہوئی اگرچہ اطلاق اسم نبوت اور نزول وحی سے تحاشی کرتے ہیں لیکن یہہ ایک محض
لغویات ہے کیونکہ اصطلاحاً لفظ نبی کا جسپر جاہا اطلاق کیا اور جسپر چاہا نہ اطلاق کیا اس
اصطلاحی اطلاق سے نزاع نہیں رفع ہو سکتا۔ اور نزول وحی کا انکار صراحۃً غلط ہے
جب محدثیۃ کے قائل ہیں تو لامحالہ وہ مشتمل نزول وحی کے ثبوت کو ہے پہر اعتقاد افضلیت
ائمہ کا تمام انبیاء و رسل اولو العزم وغیر اولو العزم پر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
باوجود اشتراک فی الاوصاف کے بداہۃً ثبوت نبوت ائمہ کو مستلزم ہے اور نیز انبیاء علیہم
السلام کا ائمہ کے مراتب پر حسد کرنا اور اونکی امامت کی انکار سے مصیبتوں میں مبتلا ہونا اور
ائمہ کے واسطے جناب باری میں دعا کر کے مصائب سے رہائی پانا غایت تقرب جناب الٰہی کی دلیل ہے
جو درجہ نبوت سے کم نہیں بلکہ کہیں بڑہکر ہے۔ علاوہ ان سب باتوں کے بڑی دلیل یہہ ہے
کہ ائمہ کا قول کتاب و سنت کا ناسخ اعتقاد کرتے ہیں جو بداہۃً ائمہ کے ثبوت نبوت اور
حضرت کی ختم رسالت کی بطلان کو مقتضی ہے اور اس سے یہہ بہی ثابت ہوتا ہے
کہ دین ناقص تہا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اوسکی تکمیل نہیں ہوئی تہی

جو اوسمین نسخ وتبدیل کی ضرورت ہوئی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کو ناقص چھوڑا تھا جسکی زمانہ ائمہ مین تکمیل ہوئی پس معلوم ہوتا ہی کہ بحکم آیت الیوم اکملت لکم دینکم تکمیل دین کا حضرت کے زمانہ مین ہونا حضرات شیعہ نے اعتقاد کر رکھا ہی وہ اپنی اصول کی ناواقفی کے وجہ سے ہی وبس **قولہ** معہذا خود حضرات اہلسنت یہہ حدیث بیان کر کے مشکل مین پڑگئے اور اس مدت کی بعد کی خلافت کی رشادت کی بہی قائل ہین چنانچہ شرح عقاید نسفی مین بعد ذکر اس حدیث کی شارح لکہتا ہی وھذا مشکل لان اھل الحل والعقد من الامۃ قد کانوا متفقین علی خلافۃ الخلفاء العباسیۃ وبعض المروانیۃ کعمر بن عبد العزیز مثلاً ولعل المراد ان الخلافۃ الکاملۃ التی لایشوبھا شئ من المخالفۃ ومیل عن المتابعۃ یکون ثلاثین سنۃ وبعدھا قد یکون وقد لایکون۔ انتہی **اقول** یہہ ہمارے فاضل مجیب کی مناظرہ دانی ہی کہ فرماتی ہین کہ اس حدیث کو بیان کر کے اہل سنت مشکل مین پڑ گئے حضرت کو یہہ بہی معلوم نہین کہ علماء اعتراض کو اشکال اور یشکل اور مشکل سے تعبیر کیا ہی کرتے ہین آپکی احادیث پر صدہا اعتراضات وارد ہوتے ہین اور محدثین اور شراح بیان کرتے ہین شرح نہج البلاغت مین جناب امیر کے اقوال سے مذہب پر کتنے اعتراضات شارح لکہتا ہی اور باوجود اسکی پہر کوئی نہین سمجہتا کہ ہم مشکل مین پڑ گئے اور نہین تو جلد اول بحار الانوار باقر مجلسی کو ہی ملاحظہ فرمائین کہ صفحہ ۱۰۶ پر ایک روایت طویلہ امالی صدوق سے نقل کرتے ہین جسکی بعض جملے یہہ ہین فلما اصبح قال لہ الملک ان مکانک لنزھۃ قال لیت لربنا بھیمۃ فلو کان لربنا حمارا لرعیناہ فی ھذا الموضع فان ھذا الحشیش یضیع علامہ مجلسی اسکی شرح لغات کی بعد لکہتی ہین وفی الخبر اشکال من ان ظاھرہ کون العابد قائلا بالجسم وھو ینافی استحقاقہ للثواب مطلقا وظاھر الخبر کونہ معہذہ العقیدۃ الفاسدۃ مستحقا للثواب

ب جب صبح ہوئی تو اوسکو ملک نے کہا کہ تیری جگہ تو نہایت سبزی ہے کہنے لگا کاش ہمارے رب کا چوپایا ہوتا اگر ہمارے رب کا گدہا ہوتا تو ہم اسکو اسجگہ چراتے کیونکہ یہہ گہاس ضائع ہوتی ہی ۱۲ اس خبر مین اشکال ہی اس سبب سے کہ اسکا ظاہر دلالت کرتا ہی کہ عابد جسم کا قائل تہا اور یہہ مطلقا استحقاق ثواب کے منافی ہے اس حدیث کا ظاہر یہہ ہی کہ یہہ شخص بسبب کمی عقل اور بیوقوفی کے باوجود اس عقیدہ فاسدہ کے ثواب کا مستحق ہے ۱۲

لقولہ عقلہ وبلا ھتہ بعد اسکے علامہ مجلسی تاویل کرکے فرماتے ہین وعلی التقادیر کلا بد
امامن ارتکاب تکلف تام فی الکلام او التزام فساد بعض الاصول المقررۃ
فی الکلام - اب اسکو غور و انصاف سے ملاحظہ فرمائین اور جو شق دل چاہے اختیار کرین
ہمارا اُوسمین مدعا حاصل ہے - علاوہ ازین شارح نے وہین اوسکا جواب بھی جو شارح کی رائے مین
معتقد تہا لکہہ دیا اور اشکال مرتفع ہوگیا **قولہ** آپکے پیر دستگیر صاحب غنیۃ الطالبین
مین صرف تیس ۳۰ پر ہی اکتفا نہین فرماتے اس حدیث کی مدت مختلف بیان کرکے
حضرت معاویہ کو بہی خلیفہ راشد فرماتے ہین **اقول** آپ عبارت غنیۃ الطالبین کا
مطلب یا غلط سمجہے ہاے مقصود وہو کہ دہی ہے اب ہم اصل عبارت نقل کرکے اپنا مدعا ثابت
کرتے ہین حضرت پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ شروع فصل مین تحریر فرماتے ہین - ولیعتقد[۵]
اہل السنۃ ان امۃ محمد خیر الامم اجمعین وافضلہم اہل القرن الذین
شاہدوہ وامنوا بہ وصدقوہ وبایعوہ وتابعوہ وقاتلوا بین یدیہ وفدوہ
بانفسہم واموالہم وعزروہ ونصروہ وافضل اہل القرن اہل الحدیبیۃ
الذین بایعوہ بیعۃ الرضوان فہم الف واربع مائۃ رجل وافضلہم اہل بدر وہم
ثلث مائۃ وثلاث عشر رجلا عدد اصحاب طالوت وافضلہم اربعون اہل دار
الخیزران الذین کملوا بعمر بن الخطاب وافضلہم العشرۃ الذین شہد لہم النبی
بالجنۃ وہم ابوبکر وعمر وعثمان وعلی وطلحۃ والزبیر وعبد الرحمن بن عوف

---

۵ اہل سنت اعتقاد کرتے ہین کہ امت محمدؐ کی تمام امتون سے بہتر ہے اور اُون مین افضل اُوس قرن والے ہین جنہون نے حضرت کو دیکہا
اور آپ پر ایمان لائے اور تصدیق کی اور بیعت کی اور متابعت کی اور آپکے ساتھ لڑے اور اپنی جانون اور مالون کو آپ پر قربان کیا اور اونکی امداد
و اعانت کی اور اوس قرن والون مین افضل حدیبیہ والے ہین جنہون نے بیعت رضوان کی اور وہ چودہ سو ۱۴۰۰ مرد ہین اور اون مین افضل بدر والے ہین اور وہ تین سو تیرہ ۳۱۳
مرد ہین اصحاب طالوت کے گنتی کے برابر اور انمین افضل چالیس ۴۰ آدمی ہین دار خیزران والے جو عمر بن خطاب کے ساتھ پورے ہوگئے اور اونمین افضل وہ دس ۱۰ ہین
جنکے لئے نبی صلعم نے جنت کی شہادت دی اور وہ یہہ ہین ابوبکرؓ - عمرؓ - عثمانؓ - علیؓ - طلحہؓ - زبیرؓ - عبد الرحمنؓ بن عوف - سعدؓ - سعیدؓ - ابوعبیدہؓ بن الجراح ۱۲

وسعدؓ وسعیدؓ وابو عبیدۃؓ بن الجراح وافضل ہولاء العشرۃ لابرار الخلفاء
الراشدون الاربعۃ الاخیار وافضل الاربعۃ ابو بکرؓ ثم
عمرؓ ثم عثمانؓ ثم علیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وہولاء الاربعۃ الخلافۃ لعبدالنبی
صلی اللہ علیہ وسلم ثلثون سنۃ وولی منہا ابو بکرؓ سنتین وشیئا وعمرؓ عشرا
وعثمانؓ اثنا عشر وعلیؓ ستا ثم ولیہا معویۃ تسع عشر سنۃ وکان قبل ذلک
ولاہ عمرؓ الامارۃ علی اہل الشام عشرین سنۃ پھر اسکے بعد دو ورق آگے
بڑھکر تحریر فرماتی ہین - ثم خلافۃ معویۃ بن ابی سفیان ثابتہ صحیحۃ[۲]
بعد موت علی وبعد خلع الحسن نفسہ عن الخلافۃ وتسلیمہا الی معویۃ لرای راٰہ
الحسن ومصلحۃ عامۃ تحققت لہ وہی حقن دماء المسلمین وتحقیق قول
النبی فی الحسنؓ ابنی ہذا سید یصلح اللہ تعالیٰ بہ بین فئتین عظیمتین فوجبت
امامتہ لعقد الحسنؓ لہ فسمی عامہ عام الجماعۃ لارتفاع الخلاف بین
الجمیع واتباع الکل لمعویۃؓ لانہ لم یکن ہناک منازع ثالث
فی الخلافۃ وخلافتہ مذکورۃ فی قول النبیؐ وہو مارویؐ عن النبیؐ انہ قال تدور رحی -

[۱] اون عشرہ ابرار مین سی افضل چارون خلفاء راشدین ہین اور ان چارون مین افضل ابو بکرؓ پھر عمرؓ پھر عثمانؓ پھر علیؓ ہین اور ان چارون کی خلافت بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تیس برس ہین جنمین سی ابو بکرؓ دو برس اور کچھ زیادہ متولی خلافت ہوئی اور عمرؓ دس برس اور عثمانؓ بارہ برس اور علیؓ چھہ برس پھر بعد اسکی معویہؓ انیس برس اوسکی متولی ہوئی اور اس سے پہلے اونکو عمر رضؓ نے امارت شام پر متولی کیا تھا بیس برس ۱۲

[۲] پھر معویہ بن ابی سفیان کی خلافت بعد وفات علیؓ اور بعد جدا کرنے امام حسن رضؓ کے اپنی نفس کو خلافت سی اور سپرد کرنے خلافت کی امیر معویہ کو بسبب رائے کے جو حضرت حسنؓ نے سوچی اور بسبب تحقیق ارشاد نبی ہے کہ حسن رضؓ کے بارہ مین کہ یہہ میرا فرزند سردار ہے اللہ تعالیٰ اسکی سبب سے دو بڑی جماعتون مین اصلاح کریگا ثابت اور صحیح ہے پس اوسکی امامت امام حسن رضؓ کی عقد کرنے سے اوسکی لئے لازم ہو گئی پس اوسکی برس کا نام عام الجماعۃ رکھا گیا اسلئے کہ سب سے خلاف اوٹھ گیا اور سب معاویہ رضؓ کے تابع ہو گئی کیونکہ اوسوقت کوئی تیسرا شخص خلافت مین جھگڑا کرنے والا باقی نہ تھا اور اوسکی خلافت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قول مین مذکور ہے اور وہ وہ ہے جو حضرت سے مروی ہوا کہ اپنے فرمایا ہے پینتیس ۳۵ یا چھتیس ۳۶ ۱۲ -

الاسلام خمسا وثلثين سنة اوستا وثلثين سنة او سبعا وثلثين والمراد بالرحی فی هذا الحديث القوة فی الدين والخمس الستين الفاضلة عن الثلثين منی من جملة خلافة معوية الی تمام تسعة عشر سنة و شهود لان الثلثين كملت بعلی رض كما بينا - اب اہل انصاف اس عبارت كو ملاحظہ فرماوین اور دیکہین کہ ہمارے فاضل مجیب کا دعوے کہ حضرت پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ نے امیر معویہ رض کو خلیفہ راشد فرمایا ہے غلط ہے یا صحیح مین کہتا ہون کہ ہمارے فاضل مجیب کا دعوے بالکل غلط ہے حضرت پیر دستگیر نے کسی جگہہ حضرت امیر معویہ کو خلفاء راشدین مین نہین شمار کیا اور کسی جگہ خلیفہ راشد نہین لکہا ہمارے فاضل مخاطب کو لفظ خلافت سے اشتباہ پڑ گیا اور وجہ اوسکی اول یہہ ہے کہ پہلی عبارت مین صرف خلفاء اربعہ ہی کو خلفاء راشدین لکہا ہی حضرت امیر معویہ کی خلافت کا بہی اگرچہ ذکر کیا ہے لیکن نہ اوس خلافت کو خلافت راشدہ لکہا اور نہ امیر معویہ کو خلیفہ راشد فرمایا تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امیر معویہ کو خلیفہ راشد نہین لکہا دوسری یہہ کہ حدیث الخلافة بعدی ثلثون سنة ثم يكون ملكا کے موافق اوسکا مصداق خلافت خلفاء اربعہ کو ہے قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ اس حدیث مین لفظ خلافت سے مراد خلافت نبوت ہے پہر اوسکے بعد جو خلافت امیر معویہ کو ذکر فرمایا اور اوس سے اوسکو خارج کیا تو معلوم ہوا کہ وہ داخل خلافت راشدہ نہین بلکہ خلافت بمعنے ملک و سلطنت ہے - تیسری یہہ کہ امیر معویہ کی خلافت کی نسبت لکہا کہ اوس کا ثبوت و صحت اوس وقت سے ہے جب سے حضرت امام حسن رض نے خلافت تفویض فرمائی تہی اور ظاہر ہے کہ پہلے اس سے اپنی اجتہادی خطا کیوجہ سے

ف ۱ سینتیس برس اسلام کی چکی چلیگی اور اس حدیث مین رحی سے مراد دین کی قوت ہے اور پانچ سال جو تیس سال سے زائد ہین وہ منجملہ خلافت معاویہ رض کے ہین - تیس برس اور کچہہ مہینے پورے ہونے تک کیونکہ تیس برس حضرت علی رض کے ساتہہ پورے ہو گئے چنانچہ ہم بیان کر چکے ہین ۱۲ -

جو بسبب طلب قصاص حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ واقع ہوئی تھی بغاۃ میں سے تھے جناب
امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت تفویض فرمادی خلیفہ ہوگئے لیکن ایسی حالت میں اونکو خلافت راشدہ
نہیں کہہ سکتے چوتھی یہ کہ خلافت حضرت معویہ رض کو مصداق حدیث تدور رحی الاسلام کا
قرار دیا اور اوسکی تفسیر میں لکھا کہ مراد رحی سے قوت اسلامی ہے اور ظاہر ہے کہ قوت
شوکت اسلامی بمقابلہ کفار کے غایت درجہ کو تھی کیونکہ امر امت کا ایک شخص پر مجتمع تھا
لیکن یہ مستلزم اس امر کو نہیں ہے کہ وہ خلافت علی منہاج النبوت بھی ہو غایت
ما فی الباب یہ ہے کہ سلطنتوں میں عمدہ سلطنت ہو پس اس سے ثابت ہوا کہ خلافت
امیر معویہ سے مراد خلافت راشدہ نہیں چنانچہ محشی نے بھی اسکی تصریح کی ہے قولہ رضی اللہ عنہ
اما خلافۃ معویۃ رضی اللہ عنہ الخ المراد منہ الامامۃ لا الخلافۃ التی کانت
للخلفاء الراشدین الاربعۃ لانہا خلافۃ النبوۃ
کما قالہ قاضی وغیرہ من المحدثین کما نقلہ
الامام النووی مفصلاً فی شرح صحیح مسلم ۱ھ یہ کہ اطلاق لفظ خلافت
یا خلیفہ کا امیر معویہ رض کے حق میں سو اول تو سلطنت بھی بسبب واجب الاطاعت ہونے کی
اہل سنت کے نزدیک خلافت میں داخل ہے چنانچہ خلافت مطلقہ کے نیچے دو نوعیں ہیں
ایک خلافت خاصہ دوسری خلافت عامہ اور ظاہر ہے کہ خلافت عامہ ملک سلطنت ہے تو اطلاق
خلافت کا اسپر صحیح ہوا علاوہ ازین خلافت مطلقہ کے جو دو نوعیں ایک خلافت نبوت
اور دوسری امارت و سلطنت ہیں اون دو نوعوں میں تشکیک ہے اور ہر دو کلی مشکک
ہیں چنانچہ ظاہر ہے کہ باعتبار حصول قوت و شوکت و حصول مہمات خلافت و اتباع سیر
نبویہ علی وجہ الاکملیہ اور باعتبار ثوران فتن عدم ثوران فتن کے بعض افراد خلافت خاصہ کے

١ اما خلافۃ معویۃ الخ خلافت سے مراد امامت ہے نہ وہ خلافت جو چاروں خلفاء راشدین کو حاصل تھی کیونکہ وہ خلافت نبوت تھی
جیسا محدثین میں سے قاضی وغیرہ نے کہا ہے چنانچہ امام نووی نے مفصل شرح مسلم میں نقل کیا ہے ۱۲۔

بہ نسبت بعض کے اکمل و کامل و ضعیف و قوی کا تفاوت رکھتے ہین خود خلفاء مین فضیلت کے
علے ترتیب الخلافت واقع ہونا ثبوت مرتبہ تشکیک کی ایک بدیہی دلیل ہے امارت و سلطنت کے
صدق مین اپنے افراد پر جسقدر تشکیک ہو وہ محتاج بیان نہین جو ایسی واضح اور ظاہر ہے
کہ اوسکے اثبات کی دلیل سے کچھہ ضرورت نہین اور ظاہر ہے کہ نوع ثانی کا فرد عالی
نوع اول کے فرد سافل کے ساتھ بادی النظر مین ملحق و مشتبہ ہوگا کیونکہ درمیان
دونون فردون کے بجز ایک باریک حد فاصل کے کوئی واسطہ نہین ہے اسلئے کہ
خلافت کی بنیاد دو اصلون پر ہے اول اتباع سیرت نبویہ صلے اللہ علیہ وسلم
دوسری انتظام دافع اور سرانجام مہمات لیکن محض خلافت کے لئے اصل اول کو
بہ نسبت اصل ثانی کے مزیت ہے کہ اول بمنزلہ موقوف علیہ کے ہی اور ثانی کو بھی فے الجملہ
مدخل ہے کیونکہ جو ایک مرتبہ حصول اجر و ثواب کا ہوتا وہ فوت ہوا اور رسول کی لئے
ایجاز وعدہائے خداوندی مین جارحہ نہ بنی۔ افراد عالیہ خلافت مین دونو اصلون کا
تحقق اکمل وجوہ سے ہوگا اور افراد سافلہ مین اصل اول علے وجہ الکمال ہوگی اور
اصل ثانی مین فے الجملہ نقصان ہوگا سلطنت کو خلافت نبوت سے اگر امتیاز ہے تو اصل
اول کی وجہ سے ہے کہ اوسمین مرتبہ کمال سے علے حسب المراتب انحطاط ہوگا اگرچہ اصل ثانی
علے وجہ الکمال پائی جائے پس جو افراد عالیہ سلطنت کے ہونگے عجب نہین کہ افراد سافلہ
خلافت نبوت سے اصل ثانی سے بڑہکر ہون لیکن اصل اول مین البتہ کمی ہوگی۔ تو جب باعتبار
احد الاصلین کے مزیت ہوئی اگرچہ باعتبار اصل آخر کے کمی ہو اور وہ کمی بھی ایسی بدیہی
اور بین کمی نہو جسکا امتیاز ہر شخص کر سکے تو لامحالہ بادی النظر مین ہر دو نوعین کی
افراد سافلہ و عالیہ مین ایک لحوق پایا گیا تو اگر باعتبار اسکے کسی نے قرب مجاورت
کی وجہ سے مجازاً افراد اعلے سلطنت پر ایسا لفظ اطلاق کر دیا جو موہم خلاف نبوت
کو ہو تو کیا بیجا کیا اور اوسپر کیا طعن ہے رہا یہہ کہ اگر آپ حضرت پیر دستگیر بحر کی اس

قول سے استدلال فرماتے ہین وخلافتہ مذکورۃ فی قول النبی صلے اللہ علیہ وسلم تویہ
استدلال بالکل غلط ہے کیونکہ اسمین بلکہ کسی روایت سے اس خلافت کا خلافت نبوت ہونا
متحقق نہین ہوا پس آپکا یہہ فرمانا کہ حضرت پیر دستگیر رضنے امیر معویہ رض کو خلیفہ راشد فرمایا
ہے سراسر غلط اور کذب ہے علاوہ اسکو دوسرا کذب اور دہوکہ دہی یہہ ہے کہ تحریر فرماتی
ہین "اس حدیث کی مدت مختلف بیان کرکے تحریر فرماتے ہین" حالانکہ یہہ محض غلط ہے
کیونکہ لفظ اس کا مرجع یہہ ہے حدیث ثلثون سنۃ ہے اور ظاہر ہے کہ اس حدیث مین اختلاف
حضرت پیر دستگیر رضنے کہین ذکر نہین فرمایا یہہ حدیث ہرگز اپنی مدت سے متجاوز نہین
اور وہ حدیث جسمین زیادتی مذکور ہے اس سے جداگانہ اور وہ بالکل دوسری
حدیث ہے اوسکا مدلول وما صدق علیہ کچہہ اور ہی چیز ہے **قولہ** اور نیز اگر یہہ حدیث
صحیح ہو تو وہ دوازدہ خلیفے جنکی بشارت اکثر احادیث مین ہے کیسے ہونگے **اقول**
پہلے ہم اوس حدیث کی الفاظ کو جو بشارت دوازدہ امام مین بطرق شتے وارد ہوئی ہے حضال
ابن بابویہ قمی سے نقل کرتے ہین بعد اوسکے اپنے فاضل مخاطب کو بتلائینگے کہ وہ دوازدہ امام
کیسے تہے اول حدیث ابن مسعود رض کی ہے جو بواسطہ شعبی اور قیس ابن عبداللہ اور جریر
ابن اشعث اور مسروق کی روایت کی گئی ہے وہ یہہ کہ عبداللہ بن مسعود نے ایک سائل
کے جواب مین فرمایا۔ نعم عہد الینا نبینا[۵۱] صلے اللہ علیہ والہ ان یکون بعدہ اثنا عشر
خلیفۃ بعدد نقباء بنے اسرائیل۔ دوسری روایت جابر بن عبداللہ
رضے اللہ عنہ سے بواسطہ شعبی اور سماک بن حرب اور عامر بن سعد وغیرہ کے بالفاظ
مختلفہ وارد ہوئی ہے عن جابر[۵۲] بن سمرۃ قال کنت مع ابی عند النبی صلی اللہ علیہ
والہ قال فسمعتہ یقول یکون بعدی اثنا عشر امیرا ثم

روایات بشارت دوازدہ امام

[۵۱] ہان ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم سے عہد کیا ہے کہ بعد انکے بارہ خلیفہ ہونگے بنی اسرائیل کے نقیبون کی تعداد کے موافق ۱۲

[۵۲] جابر بن سمرہ سے مروی ہے کہا مین اپنے باپ کے ساتھ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تہا پس مینے حضرت کو سنا فرماتے تہے میرے بعد بارہ امیر ہونگے ۱۲

اخفی صوتہ فقلت لابی ما الذی قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ قال کلھم من قریش

وعن الشعبی عن جابر بن سمرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ لا یزال ھذا

الدین عزیزا منیعا ینصرون علی من ناواھم الی اثنی عشر قال ثم قال کلمۃ اصمنیھا

الناس قال فقلت لابی او لابنی ما کلمۃ اصمتنیھا الناس قال کلھم من قریش

وعن جابر بن سمرۃ قال قال النبی صلے اللہ علیہ والہ لا یزال ھذہ الامۃ مستقیما امرھا

ظاھرۃ علی عدوھا حتی یمضی اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش فاتیتہ فی منزلہ

قلت ثم یکون ماذا قال الھرج ـ وفی روایۃ عن جابر لا یزال ھذہ الامۃ صالحا

امرھا ظاھرۃ علی عدوھا ـ وفی روایۃ عن عامر بن سعد قال کتبت الی جابر بن

سمرۃ مع غلامی رافع اخبرنی بشی سمعتہ من رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ فکتب

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ یقول جمعۃ عشیۃ رجم الاسلمی لا یزال الدین

قائما حتے تقوم الساعۃ ویکون علیکم اثنی عشر خلیفۃ کلھم من قریش تیسری روایت شرح برکلی سے

عن شرح البرکلی قال فی الکتاب ان ھذہ الامۃ فیھم اثنا عشر فاذا وفت عدۃ طغوا وبغوا وکان باسھم بینھم

سلہ پہر کچھ آہستہ فرمایا مین نے اپنے باپ سے پوچہا حضرت صلعم نے کیا فرمایا کہا سب قریش سے ہونگے جابر بن سمرہ سے مروی ہی کہا فرمایا

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہہ دین ہمیشہ غالب مضبوط اپنے مخالفون پر فتحمند رہیگا بارہ خلیفون تک پہر آپنے ایک کلمہ فرمایا

جو لوگون کی ہجوم نے مجکو سُننے نہ دیا تو مینے اپنے باپ یا بیٹے سے پوچہا کونسا کلمہ ہے جو لوگون نے مجہکو سُننے نہ دیا کہا سب قریش سے ہونگی اور جابر بن

سمرہ سے مروی ہے کہا فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہہ امت ہمیشہ اپنے امر مین مستقیم انپے دشمن پر غالب رہیگی یہانتک کہ بارہ خلیفہ گذر جاوین

جو سب قریش سے ہونگی پہر مینے اپنی گہر پر حاضر ہو کر عرض کیا پہر کیا ہوگا فرمایا قتل ۔ اور ایک روایت مین جابر سے ہے ہمیشہ اس امت کا

امر درست رہیگا اور اپنے دشمن پر غالب رہیگی اور ایک روایت مین عامر بن سعد سے ہے کہا مینے جابر بن سمرہ کے پاس اپنی غلام رافع کے

ہاتہہ لکھکر بہیجا کہ مجہکو کچہہ بتلا جو تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو پس اونکی جواب مین لکہا کہ مینے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جمعہ

کے روز سنا جسکی شام کو اسلمی سنگسار ہوا فرماتی تہے ہمیشہ یہہ دین برپا رہیگا قیامت تک اور تمپر بارہ خلیفہ ہونگی سب کے سب قریش سی ہونگی

شرح برکلی سے ہی کتاب مین کہا ہی کہ اس امت مین بارہ خلیفہ ہین جب اونکی تعداد پوری ہو جائیگی تو سرکشی اور بغاوت کرینگی اور اونکی لڑائی آپس مین ہوگی

چوتہی روایت عن ابی بحر قال کان ابو الخالد جار لی فسمعتہ یقول ویحلف علیہ ان ھذہ الامۃ
لا تھلک حتی یکون فیھا اثنا عشر خلیفۃ کلھم یعمل بالھدی ودین الحق۔ پانچوین روایت
عن سفیان بن برد بن مکحول انہ قیل لہ ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ قال یکون بعدی
اثنا عشر خلیفۃ قال نعم وذکر لفظۃ اخری عن معمر عمن سمع وھب بن منبہ یقول یکون
اثنا عشر خلیفۃ ثم یکون الھرج ثم یکون کذا۔ چھٹی روایت عن عمرو البکالی عن کعب
الاحبار قال فی الخلفاء ھم اثنی عشر اذا کان عند انقضائھم واتی طبقۃ صالحۃ
عند اللہ یمد لھم فی العمر کذلک وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا
الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین
من قبلھم وکذلک فعل اللہ ببنی اسرائیل ولیس بعزیز ان
یجمع ھذہ الامۃ یوما ونصف یوم وان یوما عند ربک کالف سنۃ مما تعدون
اور صحیح مسلم مین جسقدر روایتین درباب ائمہ اثنا عشر وارد ہوئی ہین وہ تقریباً ان روایات
ہین سے بعض کے مطابق ہین لیکن غالباً ابوداؤد کی روایت مین لفظ کلھم یجتمع علیہ الامۃ

سلہ ابی بحر سے مروی ہے کہا ابو خالد میرا ہمسایہ تہا مین اوس سے سُنا قسم کہا کر کہتا تہا کہ یہ امت ہلاک نہو گی
یہانتک کہ اوسمین بارہ خلیفہ ہونگے کہ سب ہدایت اور دین حق پر عمل کرینگے۔ سفیان بن برد بن مکحول سے
روایت ہے کہ اوس کسینے کہا کہ کیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے بعد بارہ خلیفہ ہونگے کہا ہان۔ اور دوسرا
لفظ ذکر کیا۔ معمر سے معمر نے اوس سے جسنے وہب بن منبہ سے سنا کہتا تہا کہ وہ بارہ خلیفہ ہونگے پہر قتل ہوگا پہر
یہہ ہوگا۔ عمرو البکالی کعب احبار سے روایت کرتا ہے اوسنے اوسے کہا کہ وہ بارہ ہین اور جب اونکے گذرنے کا وقت قریب ہوگا
اور طبقہ صالحہ عند اللہ آئیگا تو اونکی عمر مین زیادتی ہوگی اسی طرح وعدہ کیا ہے اللہ نے اونسے جو ایمان لائے اور نیک
کام کیے کہ اونکو ملک مین جانشین کریگا جسطرح جانشین کیا تہا پہلون کو اور اسی طرح اللہ نے بنی اسرائیل کے ساتھ کیا
اور اللہ پر کچہ دشوار نہین کہ اس امت کو ایک دن یا آدہے دن جمع کردے اور ایکدن تیری رب کے نزدیک
مثل ہزار برس کے ہے تمہاری گنتی سے ۱۲۔

زیادہ وارد ہوا ہے۔ اب گذارش یہہ ہے کہ جس روایت مین تقیید خلافت کی ثلثون سنۃ
کے ساتہہ وارد ہوئی ہے وہ خلافت خلافت نبوت ہی جو علے الاتصال اسقدر زمانہ تک ممتد
رہیگی چنانچہ بعض روایات مین صریح خلافت نبوت وارد ہوا ہے اور نیز اس قسم کے الفاظ سے بہی
ارشاد ہوا ہے ان ھذا[ا] الامر بدا نبوۃ ورحمۃ ثم خلافۃ ورحمۃ غرض اس قسم کی روایات سے
صریح معلوم ہوتا ہے کہ یہہ خلافت جسکی مدت تیس سال ارشاد ہوئی ہے خلافت نبوت ورحمت ہے
اور وہ روایت جو بشارت دوازدہ امام مین وارد ہوئی ہے وہ عام ہے اس سے کہ
خلافت نبوت ہو یا ملک سلطنت ہو علی الاتصال ہو یا بانقطاع کیونکہ جسقدر اوصاف
دوازدہ ائمہ کی نسبت بیان ہوئے اون سب کا حاصل یہہ ہی کہ اوس خلافت کو قوت وشوکت
ہوگی اور اوسمین اضطراب وتزلزل ووقوع فتن نہوگا وہ اپنے اعدا پر غالب رہیگی
اور بمقابلہ اوسکے کفار مغلوب ومنکوس ہونگے اور امت اوپر مجتمع ہوگی اور یہہ اوصاف
کچہہ خلافت خاصہ پر ہی منحصر نہین ہین بلکہ یہہ عوارض عامہ ہین جو خلافت کے دو نون نحو
مین پائے جاسکتے ہین خلافت خاصہ بہی ان کے ساتہہ متصف ہوسکتی ہے اور امارت
وسلطنت کو بہی ان صفات سے حظ ونصیب ہی پس ان دونو روایتون مین کسی
قسم کا تعارض نہین ہے ہان یہہ بات باقی رہ گئی کہ تمی کے بعض روایات مین جو یہہ
الفاظ وارد ہوئے ہین کلہم یعمل بالہدی ودین الحق شاید ہمارے فاضل مجیب کو خلجان مین
ڈالین اور یہہ خیال فرمائین کہ یہہ وصف مستلزم خلافت خاصہ کو ہے لیکن یہہ زعم اگر ہو
تو بالکل باطل ہی کیونکہ اس وصف مین بہی صریح مرتبہ تشکیک ہے اور اوسکی صدق مین اپنے
افراد پر اولویت اور اشدیت کا فرق بدیہی ہے خلفاء راشدین بہی عاملین بالہدی ودین
الحق ہین اور سلاطین مین بہی اونکی افراد عالیہ اور افراد متوسطہ بہی عاملین بالہدی ودین
الحق ہین لیکن ان مین اور اون مین باعتبار اس وصف کی امتیاز اور فرق ہے خلفاء

[ا] یہہ امر شروع ہوا ہے نبوت اور رحمت پہر خلافت اور رحمت ۱۲—

راشدین مین اس وصف کا صدق اولےٰ ور اشد ہی اور سلاطین کے افراد عالیہ و متوسط
مین اُس سے بعید اور ضعیف ہی لیکن صدق اس وصف کا گو فی الجملہ کم ہے تاہم پایا جاتا ہے
بلکہ سلاطین جائرہ جو سلاطین کے افراد سافلہ ہین اُونمین بہی فی الجملہ پایا جائیگا اگر وہ
کفار کے ساتہہ جہاد کرینگے جو باعث تقویت دین ہی لیکن اُون افراد کا اس وصف کے ساتہہ
اتصاف ایسا قلیل ہوگا کہ اگر اوسکو کان لم یکن اعتبار کرین تو کچہہ مضایقہ نہین ہے
غرض یہہ وصف بہی مثل دوسری اوصاف کے عوارض عامہ مین سے ہی جو خلافت نبوت
اور امارت کو عام ہے اور ہرگز مستلزم خلافت خاصہ کو نہین پس جب یہہ امر ثابت ہوگیا
کہ وہ تعیین و تحدید خلافت خاصہ کے لئے ہی تہی اور یہہ بشارت عام ہے تو دونو
حدیثون مین باہم کچہہ تعارض و تناقض نہین رہا اسکی توجیہات اور بہی ہوسکتی ہین لیکن
ہم بخوف تطویل اونکو ترک کرتے ہین اب مجہکو یہہ خیال ہی کہ حضرت ابن بابویہ قمی صاحب
نے ان روایتون کو جو بشارت دوازدہ امام مین وارد ہوئی ہین اپنے مذہب کی تائید اور
تقویت مین نقل کیا ہی اور اپنے روایات مذہب کی موافق سمجہا ہی چنانچہ اسکے بعد وہ روایتین
نقل کی ہین جو اپنے رواۃ سے بشارت دوازدہ امام مین منقول ہوئی ہین اسلئے اون روایات
کو بلا رد و انکار قبول کرلیا ہی ورنہ شیخ نے جسجگہ مخالفین کے روایات خصال مین نقل
کی ہین وجہ نقل کی بیان کردی ہے چنانچہ روایت رکعتین بعد صلوۃ العصر عن عبد الله
ابن الاسود عن ابیہ عن عائشہ بیان کرکے آخر مین لکہتے ہین قال مصنف ھذا الکتاب[۱]
مرادی بایراد ھذہ الاخبار الرد علی المخالفین لانھم لایرون بعد الغداۃ
و بعد العصر صلوۃ فاحببت ان ابین انھم خالفوا رسول الله صلی الله علیہ و آلہ فی قولہ و فعلہ
پس جب اسجگہ بعد نقل روایات سکوت کیا بلکہ سکوت نہین اپنی روایات جو بشارت دوازدہ

[۱] اس کتاب کا مصنف کہتا ہے کہ ان حدیثون کے ذکر کرنے سے میری غرض مخالفین پر رد کرنا ہے کیونکہ وہ بعد فجر اور بعد عصر کے نماز پڑہنا جائز نہین سمجہتے تو مینے چاہا کہ اس امر کو بیان کردون کہ انہون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل مین خلاف کیا ۱۲

روایات متضمن بشارت دوازدہ امام موافق مذہب شیخ صدوق ابن بابویہ ہین ۔

امام مین تہین وارد کین تو معلوم ہوا کہ یہہ روایات شیخ کے نزدیک مقبول و معتمد ہین قطع نظر اس سے اگر بالفرض شیخ قمی کے نزدیک یہہ روایات معتبر نہون تاہم حسب شہادت امام صادق و امام کاظم معتبر و قابل قبول ہین کیونکہ ہم معنے اور مشابہ روایات اہل بیت کی ہین تفسیر صافی مین منقول ہے قال الصادق[^1] فما جاءک فی روایة من بر او فاجر توافق القران فخذ به وماجاءک فی روایة من بر او فاجر یخالف القران فلا تاخذ وقال الکاظم اذا جاءک الحدیثان المختلفان فقسهما علی کتاب الله وعلی احادیثنا فان اشبههما فهو حق وان لم یشبههما فهو باطل۔ ان دونون روایتون سے ثابت ہے کہ جو روایت موافق کتاب الله اور مشابہ احادیث ائمہ ہو وہ حق اور واجب القبول ہے اور یہہ روایات منقولہ صدوق بہی مشابہ اون روایات کے ہین جو ائمہ سے وارد ہوئی تو یہہ بہی واجب القبول ہونگی اور بعض روایات مین اگرچہ رواة اہلسنت ہین اور بواسطہ رواة اہلسنت کے منقول ہوئی ہین لیکن یہہ امر قادح فی الروایة نہوگا تو اب معلوم نہین کہ اِن روایات کی موافق دوازدہ امام کو ہمارے فاضل مخاطب کیا سمجہینگے اور ان روایات کے صدمہ سے مذہب کی بناء کی انہدام سے صیانت کیونکر کرینگے۔ اور ان روایات سے مذہب تشیع کو چند وجوہ سے صدمہ پہونچتا ہے۔ اول یہہ کہ ان روایات سے صریح ثابت ہوتا ہے کہ امت کو زمانہ ائمہ اثناعشر مین استقامت امر اور غلبہ علی الاعداء اور ظہور دین اور اصلاح امر میسر ہوگا پس اگر اونکو ائمہ اثناعشر حضرات شیعہ پر محمول کیا جاوے تو یہہ وعدہ اور اخبار جہوٹ اور کذب ہوگا کیونکہ ائمہ کے زمانہ مین برعکس اسکے اضطراب امر اور غلبہ اعداء اور اختفاء دین اور فساد امر حاصل ہوا تعلق اعظم کا نام و نشان تک صفحہ گیتی سے گویا محو ہوگیا ائمہ کی خود

[^1]: امام صادق رضی الله عنہ نے فرمایا جو کچہ تیرے پاس کسی روایت مین کسی فاجر راوی سے آوے جو قرآن کے موافق ہو تو اوسکو لے اور جو کچہ تیرے پاس کسی روایت مین روائے فاجر کر آوے جو قرآن کے مخالف ہو تو اوسکو نہ لے۔ امام کاظم رضی نے فرمایا جب تیرے پاس دو متخالف حدیثین آئین تو اوسکو کتاب الله اور ہماری حدیثون سے مقابلہ کر اگر وہ اونکی مشابہ ہون تو وہ حق ہے اور اگر اون کے مشابہ نہو وہ باطل ہے۔ ۱۲

جیسی حالت رہی وُہ محتاج بیان نہین دوسری یہہ کہ یہہ غلبہ اور تسلط جو زمانہ ائمہ اثنا عشر
مین موعود ہے یہہ منحصر اوسی زمانہ تک ہی اوسکے بعد ہرج و مرج و فساد و ہلاکت ہی اگر بعد ائمہ
کے ہین تو حضرت عیسٰے ہین اور وُہ خود ائمہ سے کم درجہ ہین تو معلوم نہین کہ یہہ امامت جو ائمہ
اثنا عشر مین ہی منحصر اور ختم ہو چکی تہی کیا بعد اوسکے حسب ارشاد فاضل مجیب امت محمدی
صلی اللہ علیہ وسلم ختم ہو چکی کہ بعد ائمہ اثنا عشر کے پہر امامت کی ضرورت نہین رہی یا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ اللہ دین ناقص چہوڑا تہا جو زمانہ ائمہ اثنا عشر مین مکمل ہو گیا
تیسری یہہ کہ یہہ زمانہ مصداق آیت شریفہ وعد اللہ الذین امنوا منکم کا ہی کہ خداوند
تعالےٰ زمانہ بعض ائمہ مین انجاز وعد استخلاف و تمکین دین و ازالہ خوف و حصول امن فرمائیگا
اور یہہ بہی جسقدر گلوگیر مذہب تشیع ہے کسی دانشمند پر پوشیدہ نہین ہے **قولہ** ایسی حدیث مختلف
اور مضطرب و مسلمہ خود کو ہمارے سامنے پیش کرنا مجیب کی مناظرہ دانی کے کمال پر دال ہے
اقول ہم ابہی عرض کر چکے ہین کہ بشہادت امام صادق جو روایت کہ موافق قرآن
کے ہو گو کیسے ہی راوی سے ہو واجب القبول ہو گی پس جب ہم اس سے پہلے اشارہ
کر چکے تہے کہ یہہ خلافت کتاب اللہ سے ثابت ہی تو یہہ روایت جو موافق کتاب اللہ
کی ہوئی قابل قبول ہو گی رہا اختلاف و اضطراب جو اس روایت کی صحت کو مانع ہو
اگر آپ ثابت فرماتے تو جواب بہی گذارش ہوتا البتہ یونہین بے دلیل دعوے کرنا ہمارے
فاضل مجیب کی کمال مناظرہ دانی پر دلیل ہے **قال الفاضل المجیب** ۔ قولہ ۔ اور
ایمات سے الخ آپکے علماء کی کلام اور صحابہ کے اقوال و افعال سے اوسکا اہم المہمات دینی
ہونا ثابت ہی پہر تعجب ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اسکی تصریح کیون نفرمائی
مسائل روزہ و نماز و غسل و وضو و تیمم حتےٰ کہ آداب بیت الخلاء وغیرہ وغیرہ تک تو صاف
مشرح و مفصل بیان فرمائے اس اہم مہمات کو ہی کیون چیستان و پہیلے کر دیا
کہ اشارہ و کنایہ مین ادا فرمایا کچہہ غور کیجیے اور انصاف فرمایئے ۔ **یقول**

العبد الفقیر الی مولاہ الغنی جب اہلسنت کا اصل مذہب آپکو معلوم ہوچکا
کہ اونکے نزدیک خدا تعالے پر کوئی چیز واجب نہین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اوسکی تبلیغ فرماتے ہین جو اونپر خدا تعالے کیطرف سی نازل ہوئی تو پہر یہہ
اعتراض بالکل بعید از عقل ہے علاوہ ازین جب خداوند کریم خود اوسکے ایقاع کا متکفل
ہوچکا تہا تو پہر کچہہ ضرورت باقی نہین رہی تہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوسکو اوس
ہیئت کذائی کے ساتہہ بیان فرماتے جسکو حضرات شیعہ پسند فرماتے ہین اور ممکن ہی کہ اگر تصریح
کے ساتہہ استخلاف افراد معینہ کا کیا جاتا اور اوسوقت بغاوت اور بلوہ اور قتل خلیفہ پیش آتا
عجب نہین کہ باعث نزول عذاب کا ہوتا اسلیئے امت کے سپرد کیا گیا اور اوصاف و عوارض
بتاکر بمنزلہ تصریح کے کر دیا گیا اور یہہ بہی ایک نوع کی تشریح و تفصیل ہے لیکن ہمارے
مجیب فرماتے ہین کہ جب یہہ مسئلہ اہم المہمات اور اصول و مقاصد دین مین سی تہا اور خداوند
تعالے پر واجب تہا کہ اوسکو بیان فرماوی باوجودیکہ اوسنے اوسنے فروع کو بیان فرمایا
اس اہم المہمات کو ہی کیون چیستان و پہیلیے کر دیا کہ جو کتاب اللہ مین ہے کہین بوجہی ہی
نہین جاتی ہمکو تو غور و انصاف کا حکم ہوتا ہے جو بسر و چشم ہے لیکن کچہہ آپ بہی غور و
انصاف سی حصہ لیوین قال الفاضل المجیب قولہ - یہہ ہی امر باعث ہوا کہ اہل سنت مین
درباب نص و عدم نص اختلاف واقع ہوا پس یہہ دعوے کہ اہل سنت اس باب
مین نص کے قائل نہین علی الاطلاق صحیح نہین چنانچہ ملاحظہ صواعق سی یہہ
امر معلوم ہوسکتا ہے - اقول - اگرچہ اس قول کے جواب مین گفتگو ہوسکتی تہی مگر چونکہ
بہ چندان مفید نہین بنظر اختصار کچہہ عرض نہین کرتے مگر اسقدر ضرور گذارش ہے
کہ آپکے خاتم المحدثین تحفہ کے باب ہفتم عقیدہ پنجم مین فرماتے ہین - زیرا کہ خلفا
ثلثہ نزد اہل سنت نہ معصوم اند نہ منصوص علیہ و در افضلیت ہم بحث بسیار ست الخ
پس اگر آپ کا یہہ قول صحیح ہے تو آپکے خاتم المحدثین کا یہہ دعوے علی الاطلاق صحیح نہو گا او

بظاہر الفاظ مین کوئی قید معلوم نہین ہوتی افسوس کہ آپکے خاتم المحدثین نے
مواعق کا ملاحظہ نہین فرمایا ورنہ ایسا دعوےٰ جسکی آپ ہی تکذیب فرماتے ہین نہ فرماتے
یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی جناب میر صاحب گستاخی معاف تحفہ کی عبارت
کے مطلب کو تو آپنے سمجھا ہی نہین تہا بندہ کی گذارش کو بہی قبول نفرمایا اور نہ سمجھا
لیجئے اب پہر گذارش کیجاتی ہے مکرر تحفہ کا ملاحظہ فرمائین اور سمجھین مسئلہ منصوصیتہ امام
جو فیما بین اہلسنت وشیعہ مختلف فیہا ہے اوسمین دیکہنا چاہیئے کہ محل نزاع کونسا امر ہے
کہ جسکو اہلسنت منع کرتے ہین اور شیعہ اوسکو تسلیم کرتے ہین چونکہ تحقق نزاع کے لئے
ضرور ہے کہ وہ مسئلہ جسمین نزاع واقع ہورہی ہے باتحاد الاعتبارات فریقین کے نزدیک
ماخوذ ہو تو اسلئے وہ نص کہ جسکا اشتراط حضرات شیعہ تسلیم فرماتے ہین اور اوسیکو حضرات اہلسنت منع
کرتے ہین اور اگر وہ نہو بلکہ وہ نص جسکو شیعہ تسلیم کرتے ہین جدا ہو اور جسکو اہلسنت
تسلیم نہین کرتے ہین اور دوسری تو نزاع ہی متحقق نہوگی پس وہ نص جسکو حضرات شیعہ
امامت کے لئے مشترط قرار دیتے ہین یہہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
بتصریح اسطرح استخلاف فرمایا کہ عام طور پر سبکو جمع کرکے آپنے ارشاد فرمایا ہو کہ ای لوگو
فلان شخص کو تمہارے اوپر مین اپنا خلیفہ اور امام مقرر کرتا ہون میری بعد وہ میرا خلیفہ
اور تمہارا امام ہے اوسکی اطاعت کیجو اور اوسپر ایمان لائیو اور اسکا اہلسنت انکار کرتے ہین
اوسکی نسبت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا زیرا کہ خلفاء ثلثہ نزد اہل سنت نہ معصوم
اند نہ منصوص علیہ یعنے منصوص علیہ بنص متنازعہ فیہ نہین ہین چنانچہ سیاق عبارت سے
متبادر الی الفہم ہے اور یہہ مطلق انتفاء نص کو مستلزم نہین بلکہ جائز ہے دوسری قسم کے نص-
جو مثل روز روشن واضح کردی کہ استخلاف کسطرح واقع ہونیوالا ہے بطور اخبار کے
جو حال واقع پر دلالت کرے واقع ہو جن حضرات نے نص کو خاص پہلی صورت کے
ساتھہ مختص سمجھا خلفاء کو غیر منصوصہ فرمایا اور یہہ باعتبار عرف اقرب الی الفہم ہے اور جنہ

حضرات نے اخبارات اور بیانات واقعہ کے قدر مشترک کو ملحوظ فرمایا اور اوسکو بمنزلہ تنصیص
کے سمجہا اونہون نے منصوص کہا اور یہہ بہی باعتبار دلالت عقل صحیح اور قرین قیاس ہے
اور فی الحقیقت یہہ نزاع نہین ہے کیونکہ مرجع نفی و اثبات کا امرین متغایرین ہین
فریق اول جسکی نفی کرتا ہے وُہ جدا ہے اور فریق ثانی جسکو ثابت کرتا ہے وُہ امر آخر ہے
بہرکیف اہل سنت مین سے کوئی شخص اس امر کا معترف نہین ہے کہ خلفاء منصوص اُوس نص
کے ساتہہ ہین جو متنازعہ فیہ درمیان اہلسنت و شیعہ ہے بلکہ بالاتفاق اُوس اعتبار سے
تمام اہلسنت خلفاء کو غیر منصوص اعتقاد کرتے ہین پس تحفہ مین جو شاہ صاحب رحمۃ اللہ
علیہ نے نفی منصوص علیہ ہونے کی کی ہے وُہ باعتبار اُوس نص کے ہے جو اہلسنت
و شیعہ مین متنازعہ فیہ ہے اور بندہ نے جو اثبات نص کا صواعق کے حوالہ سے کیا اُوہ
راجع اُوس نص کیطرف ہے جو متنازعہ فیہ نہین لیکن چونکہ ہمارے فاضل مجیب اپنی خوش
فہمی سے یہہ سمجہہ گئے کہ تحفہ مین منصوصیت سے بالکل انکار ہے اسلئے یہہ اعتراض فرمایا حالانکہ
ہمنے علے الاطلاق کی قید لگا کر متنبہ بہی کردیا تہا لیکن تنبہ نہ ہوا اور اس سے یہہ بہی
ظاہر ہوا کہ سوال مین بہی جو منصوصیت سے انکار تہا وُہ علے الاطلاق تہا کیونکہ نص
آپکے نزدیک منحصر فی فرد واحد ہے اور جب اوسکی نفی کردی تو کل منتفی ہوگئی پس
صاحب تحفہ کا دعوے صحیح ہے اور ہمنے اونکی تکذیب ہرگز نہین کی افسوس کہ آپ نے
نہ تحفہ کا مطلب سمجہا اور نہ ہماری معروض مین تامل فرمایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپکے نزدیک جبتک
بظاہر الفاظ مین کوئی قید نہ ہو اُوس وقت تک مضر نہین تعجب ہے کہ آپ اتنے بڑے مناظرہ دان
و متبحر ہو کر ایسی بات فرمائین جسکی صدہا جگہ سے قرآن و حدیث مین تکذیب ہوتی ہے
فانہ بایعنی القوم الذین بایعو ابا بکر الخ مین کیسجگہ بظاہر الفاظ مین قید ہے جو اوسکو
الزامی قرار دیا اور لفظ عندک مثلاً مقدر تجویز فرمایا قل کونوا حجارۃ او حدیدا
مین بظاہر الفاظ مین کہان قید ہے علی ہذا القیاس بہت جگہ اسکی نظیرین موجود ہین لیکن

کچھہ تو فہم و انصاف سے کام لین قال الفاضل المجیب- قولہ- اور حدیث تمسک بالثقلین اور قصد احراق کا ذکر عجب ہے- سبحان اللہ- اپنے گہر کی تو خبر لیجیئے- اقول- امور دینی مین حدیث تمسک کا ذکر آپکو کیون عجب معلوم ہوتا ہے اگر آپ اس قول کو بہی کہ اہلسنت کے نزدیک خلافت فروع دین سے ہے تسلیم کر لین اور اوسکو فروعی مسئلہ اور نہایت خفیف سمجہین تب بہی حدیث تمسک کا ذکر ضروری ہے تعجب ہے کہ آپ کو کیون تعجب آتا ہے **یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی** حدیث تمسک کا ذکر اسواسطے عجب معلوم ہوتا ہے اور اسلیئے تعجب آتا ہے کہ اوس حدیث کا ذکر بطور طعن و تشنیع کے کیا گیا ہے اور طعن وُہ کر سکتا ہے جو پہلے خود عامل بالحدیث ہو اور حدیث پر جبتک عمل ہی نہین اور خود بہی اوس سے بمراحل بعید ہین تو اس صورت مین بمقتضائے اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم- کے ہر ذی عقل و شعور کو اوسکا ذکر عجب معلوم ہوگا اور ایسے شخص کے ذکر سے تعجب کریگا زبانی دعوون سے تمسک نہین ثابت ہو سکتا حضرات شیعہ نے تو متائین اور زرارہ اور ابو بصیر وغیرہ کے ساتہہ تمسک کیا ہے جنکے نامہ اعمال ماسبق مین مذکور ہو چکے ہین اگر اسیکا نام تمسک بالثقلین ہے تو ایسے تمسک کو سلام ہے ہمارے فاضل مجیب کی اس تحریر سے یہہ بہی معلوم ہوا کہ آپکے نزدیک جو فروعی مسئلہ ہوتا ہے وُہ نہایت خفیف ہوتا ہے حالانکہ یہہ سراسر غلط ہے فروعیات کی خفیف ہونے کے کیا معنے **قولہ** آخر آپکے خلفاء مامور بہ تمسک تہے یا نہ تہے **اقول** خلفاء رضی اللہ عنہم بحکم حدیث نجوم مقتدا اور بموجب آیت اطاعت اولو الامر تہے اور مطاع اور اولوالامر کو جس طرح تمسک کرنا چاہیئے کیا **قولہ** اگر ہمنے یہہ سوال کیا کہ بعد وفات آنحضرت صلعم جو مقدمہ خلافت کا پیش آیا آپکے خلفاء نے اس باب مین اہل بیت سے کیا تمسک کیا تو کون سے تعجب کا محل ہے تعجب اور حیرت تو یہہ ہے کہ باوجود ادعائے کمال دینداری اس باب مین

تمسک ہوا اور قصد احراق کیا **اقول** مقدمہ خلافت مین جسکو نقل فرمایا ہے انکا تمسک ہے تو لا محالہ ثقلین ہی سے ہے اوسیکا متبع ہے تو یہہ سوال کہ خلفا نے اس باب مین اہل بیت سے کیا تمسک کیا ہے محل تعجب ہے پہر اگر ہمنے اسپر حضرات شیعہ کے تمسکات اہلبیت گنا نہ دئیے ہونگے تو ناخوش ہونے کی کوئی بات ہے لیکن ہم بہی مقدمہ مین جو بعد وفات سرور کائنات صلعم پیدا ہوا مقدمہ پیش آیا سوال کرتے ہین کہ جب یہہ حادثہ پیش آیا اور آپ اس دار فانی سے رخصت ہوئی تو اوس وقت تک حضرات شیعہ کا وجود ہوا تہا یا نہین ہوا تہا اگر اسوقت تک اونکو خلعت وجود عطا ہو چکا تہا تو فرمائی کہ اوسوقت ان حضرات نے کیا تمسک بالثقلین فرمایا کیا اوسوقت تک آیت یَا اَیُّہَا النَّبِیُّ جَاہِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْہِمْ[۱] نازل نہین ہو چکی تہی یا یہہ کہ نازل ہوکر پہر منسوخ ہو چکی تہی اور یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ[۲] کا حکم اوسوقت باقی نہین رہا تہا اور اگر اونکا وجود ہی نہین ہوا تہا تو پہر فرمائی کہ انکا وجود کسوقت حادث ہوا ہی۔ رہا قصد احراق بس اسکی بابت ہم پہلے ہی گذارش کر چکے ہین اور اب ہی مختصرا گذارش کرتے ہین کہ اولاً حضرات شیعہ نے نفس احراق کا دعوی فرمایا۔ چنانچہ آپکی شیخ محقق طوسی تجرید کے مطاعن صدیق مین تحریر فرماتے ہین[۳] و انہ بعث الی بیت امیر المومنین علیہ السلام لما امتنع من البیعۃ فاضرم فیہ النار و فیہ فاطمۃ و جماعۃ من بنی ہاشم اور علاوہ حضرت طوسی کے دوسری حضرات نے بہی یہہ دعوی فرمایا پہر جب دیکھا کہ یہہ کاغذ کی ناؤ نہین بہتی اور متقدمین کی غلطی پر تنبہ ہوئی تو پچہلون نے اوس دعوی کو چہوڑ کر قصد احراق کا دعوی کیا اور انہین مین ہماری فاضل مجیب بہی ہین اور تمسک اپنا اوس روایت کو قرار دیا جو ازالۃ الخفا مین منقول ہے جسکی الفاظ یہہ ہین[۴] و ایم اللہ ما ذاک بمانعی ان اجتمع ہولاء النفر عندک ان آمرہم ان یحرق علیہم البیت اب عاقل ان الفاظ مین غور کرے اور حضرات شیعہ

---

[۱] ای نبی کافرون اور منافقون سے جہاد کر اور ان پر سختی کر [۲] ای ایمان والو دوستی نکرو اونسے جنپر خدا نے غصہ کیا ہے [۳] اور اوس نے امیر المومنین علیہ السلام کے گہر کیطرف جب اونہون نے بیعت سے انکار کیا بہیجا تو اوسمین آگ لگا دی۔ حالانکہ اوسمین فاطمہ رضہ اور بنی ہاشم کی جماعت تہی ۱۲ [۴] اور خدا کی قسم یہہ مجکو کچہہ مانع نہین ہے اگر یہہ جماعت تیرے پاس اکٹھی ہو گی اس گہر مین گہر جلانیکا اونپر حکم کرون ۱۲ -

دعوی کو دیکھی کہ اِن الفاظ سے ثابت ہوتا ہے یا نہین ظاہر ہے کہ اِن الفاظ سے ہرگز قصد احراق جسکی ہماری
فاضل مجیب مدعی ہین ثابت نہین ہوتا کیونکہ قصد احراق ایک ایسی پختگی عزیمۃ کو مقتضی ہے جسمین
کچھہ شک و تردد نہو اور ظاہر ہے کہ اس روایت مین لفظ ما ذاک بمانعی مذکور ہے جسکے معنے یہہ ہین کہ
یہہ مجکو روکنی والا نہین ہے جو صریح عدم قصد پر دال ہے اور محض تخویف کو مثبت ہے اور نیز اسجگہ لفظ
ان شرطیہ مستعمل ہے جو باعتبار اپنے اصل وضع کے امور مشکوکہ محتملہ کے واسطے مستعمل ہوتا ہے اور یہہ
بداہۃً قصد و عزیمہ کی منافی ہے - علاوہ ازین اس قسم کی عبارات عرف عام مین محض تہدید کیواسطے
بولے جاتے ہین اور اس سے مقصود محض تنبیہ و تہدید ہوتی ہے اور ہرگز قصد ایقاع فعل نہین ہوتا
چنانچہ جناب امیر رضی نے حضرت ابن عباس کی نسبت جبکہ وہ بصرہ کا بیت المال لوٹ کر بزعم حضرات
شیعہ مکہ آبیٹھے تھے اور جناب امیر رض نے اونکو ایک عتاب آمیز خط تحریر فرمایا جسکی نقل ہم نہج البلاغت سے
اوپر کر چکے ہین اوسمین تحریر فرمایا ہے فاتق اللہ واردد الی ھولاء القوم اموالھم فانک
ان لم تفعل ثم امکننی اللہ منک لاعذرن الی اللہ فیک ولاضربنک بسیفی
الذی ما ضربت بہ احداً الا دخل النار [1] ان الفاظ کو ملاحظہ فرمایئے کہ یہہ الفاظ آپکی زعم کے موافق
ابن عباس کے قتل کے قصد پر دلالت کرتے ہین پہر ہم پوچھتے ہین "اگر یہہ قصد قتل ہے تو قتل کسی نفس
مسلمہ کا الا باحدے [2] ثلث النفس بالنفس والثیب الزانی والتارک لدینہ جائز ہے یا نہین
علاوہ اسکے ابن عباس نے وہ اموال واپس کیے یا نہین اگر واپس کر دیے تو خود ابن عباس نے
جو اسکے جواب مین تحریر کیا اور لکھا کہ بیت المال مین میرا حق اس سے زیادہ ہے اوسکے مخالف ہے
اور نیز کہین واپس کرنا اموال کا ثابت بہی نہین ہوا اور اگر واپس نہین کیا تو پہر حضرت رض کو کبہی اونپر
قدرت ہوئی یا نہین اگر نہین ہوئی اور پہر اونکے ساتہہ کبہی نہین ملے تو شیعیان پاک ہین کیونکر
داخل ہوئی - اس صورت مین تو شیعیان اور صحابہ کی اونکو بہی کافر و مرتد فرمایئے ورنہ کم سے کم حسب تحقیق
محقق طوسی تجرید مین [3] مخالفوہ فسقۃ و محاربوہ کفرۃ - فاسق تو ضرور ہے کبہی ورنہ اور

[1] مگر بسبب ایک امر کے تین مین سے ان جابہ دیجاویگی اور ثیب زانی اور مرتد ۱۲- [2] اوسکے مخالف فاسق ہین اور اوسکی محارب کافر ۱۲-

صحابہ نے ہی ایسا کیا قصور کیا ہے اور یہہ ترجیح بلا مرجح کیون ہے اور اگر قدرت ہوئی تو پہر جناب نے
اونکے ساتہہ کیا معاملہ فرمایا اپنا قصد پورا کیا یا نہین اور اپنی قسم مین بار ہوئی یا حانث مفصل
ارشاد ہو **قولہ** عجب نہین کہ آپکو ہی اسکا تعجب ہو ورنہ ضرور ہے کہ کچہہ جواب دیتے اور یہہ
ہی وجہ ہے کہ جب آپسے با اینہمہ جودت طبع کچہہ جواب نہ بن سکا تو ناخوش ہوکر جہلا کر سٹہنے دینے لگے
اقول افسوس کہ آپنے ہماری گذارش کو نہ سمجہا ہمنے اجمالاً و مختصراً اوہان ہی جواب دیا تہا
اور لکہا تہا کہ قصد امور قلبیہ مین سے ہے جس سے ظاہر معلوم ہوتا تہا کہ اوسکا ادراک دشوار ہے
اور جو الفاظ سے مفہوم ہوتا ہے وہ ہرگز ایقاع پر دلالت نہین کرتا۔ پس یہہ حضرت کی خوش
فہمی ہے کہ آپ تحریر فرماتے ہین کہ کچہہ جواب نہ یا اور کچہہ جواب نہ بن سکا۔ چنانچہ اس جواب مین
ہمنے اوسکو کسیقدر تفصیل کے ساتہہ عرض کیا ہے پس اگر آپ اب ہی نہ سمجہین تو اسمین فرمایئے
کہ ہمارا کیا قصور ہے۔ باقی الفاظ نا ملائم کا ہم جواب نہین دیتے۔ **قولہ** ہمنے بیشک اپنے
گہر کی خبر لی ہوئی ہے۔ آپکو اس سے کیا بالفرض ہم اپنے گہر کی خبر لین یا نہ لین مگر آپ کے
گہر کی خیر نہین کیونکہ اگر آپکا گہر سلامت ہوتا تو اوسکے سلامتی ثابت کرکے اور اوس سوال کا
جواب دیکر ایسا تحریر فرماتے تو مضائقہ نہتہا۔ **اقول** چونکہ یہہ عبارت محض خوش فہمی سے
ناشی ہے کہ آپنے میری تحریر کو سمجہا ہی نہین اور اسکا جواب خالی از ہزل و ظرافت نہوگا اسیلیے
ہم اس عبارت کے جواب مین سکوت کرتے ہین۔ **قولہ** بفرض محال اگر آپکا یہہ وہم صحیح ہی ہو
تب ہی آپ ہم جیسے ہوگئے پہر طعن کے کیا معنی **اقول** یہہ حضرت کی مناظرہ دانی ہے
جو آپ فرماتے ہین کہ آپ ہم جیسے ہوگئے پہر طعن کے کیا معنے ورنہ فی الحقیقت جب ہماری گذارش کو
صحیح تسلیم کر لیا تو گویا اپنے آپکو غیر متمسک بالثقلین تسلیم کر لیا اور نیز بزعم خود ہمکو اور ہمارے
اکابر اعاظم کو ہی غیر متمسک سمجہہ رکہا تہا تو ہمارا آپ جیسا ہونا یہہ محض بزعم سامی ہے
اور طعن کا مدار زعم سامی پر نہین ہے تو یہہ فرمانا کہ پہر طعن کے کیا معنی بالکل لغو ہوا اور یہہ کہنا
کہ تو اب ہم جیسے ہوگئے سراسر غیر مفید ہوا۔ علاوہ ازین یہہ طعن محض آپکے طعن کی تردید کیواسطے تہا

جسکا حاصل یہہ ہے کہ آپ ہمکو بقصد احراق کے ساتھہ مطعون فرماتے ہین اور ہماری طرف عدم تمسک
بالثقلین کا الزام لگاتے ہین آپ خود اس قسم کے مطاعن کے ساتھہ مطعون ہین اور ایسی الزامات کے
ساتھہ ملزم ہین تو آپکا طعن بیجا اور الزام نازیبا ہے کیونکہ جو شخص کسی طعن کے ساتھہ خود مطعون ہو وہ
کسیکو بروے عقل اوس طعن کا کیونکر الزام دیسکتا ہے۔ مثلاً شراب خوار شراب خوار کو اور زانی زانی کو
اور سارق سارق کو شراب خواری اور زنا اور چوری کے ساتھہ مطعون نہین کرسکتا ہے اور ایسا
کریگا وہ عموماً یہہ ہی جواب پاویگا کہ میان تو خود مرتکب اس فعل کا ہے پھر تو کس مونہہ سے ہمکو طعن
کرسکتا ہے پھر اگر وہ طاعن اوسکے جواب مین کہے کہ آپ ہم جیسے ہوگئے پھر طعن کے کیا معنے
تو عقلاً اوسکو بالکل از خارج از عقل سمجھینگے۔ نہایت تعجب ہے کہ آپ ایسے بڑے مناظرہ دان
و عاقل و فہیم ہوکر ایسی بدیہی صریح غلطی کرین جس سے عوام کو بھی احتراز ہو۔ **قال الفاضل
المجیب**۔ قولہ۔ بے شک حضرات شیعہ نے جیسا کتاب اللہ و عترت سے تمسک فرمایا ہے
اہل سنت کو وہ تمسک کہان نصیب ہے۔ **اقول**۔ واقعی یہہ آپکا فرمانا بہت درست ہے الحمد للہ
کہ حق بر زبان جاری ہوگیا۔ **بیت**۔ این سعادت بزور بازو نیست + تا نہ بخشد خدائے بخشندہ۔
یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی۔ کلمہ حق ارید بہا باطل۔ غالباً حضرات
شیعہ کی سخن فہمی ایسی ہی ہے اور اکثر استدلالات کا مدار اسی قسم کے فہم عبارات پر ہے چنانچہ
ناظرین کتب پر بخوبی واضح ہے پھر اوسپر ناز و افتخار مزید بر آن۔ **قال الفاضل المجیب**۔
قولہ۔ بلکہ اہل سنت ایسی تمسک سے پھر رجان تبری و تحاشی کرتے ہین۔ **اقول**۔ اگر ایسا نکرین
تو خلفاء ثلثہ کی خلافت اور ائمہ اربعہ کی تقلید اور بہت لوگونسے جنکو اپنے زعم مین مقتدا و پیشوا
مان رکھا ہے تبری و تحاشی کرنے پڑے۔ **یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی**۔ بلکہ اگر
ایسا نکرین تو خدا تعالے سے اور اوسکے تمام انبیا و رسل سے اور دین و ایمان سے تبری و تحاشی
کرنی پڑے۔ اور حضرات ہشامین اور زرارہ اور ابو بصیر وغیرہ کا قلادہ تقلید گردن مین ہو اور حضرت
مومن الطاق جنکو آپکے علما شیطان الطاق فرماتے ہین امام و پیشوا ہون۔ نعوذ باللہ من ذلک

اللہم انا نعوذ بک من الحور بعد الکور **قولہ** اور حضرات اہل سنت جو محض لکیر کے فقیر ہین اور بدون دلیل اپنے اسلاف کے مقلد ہین یہہ بات کب گوار کر سکتے ہین **اقول** بیشک اہل سنت محض احکام خداوندی تعالے شانہ وسنن رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم وسیرت صحابہ جنمین اہل بیت بہی شامل ہین وتابعین لہم باحسان کی لکیر کے فقیر ہین۔ نہ بجز کتاب اللہ انکی پاس کوئی دلیل ہے اور نہ سوائی سنت رسول اللہ او نکے پاس کوئی حجت اپنے عقول کو تابع اور محکوم ان دونو کا کر رکہا ہے نہ حاکم پہر وہ کتاب وسنت کی خلاف یہہ بات کیونکر گوارا کر سکتے ہین **قولہ** اسلیے مجبور تمسک کتاب اللہ وعترت رسول اللہ سے تبری وتحاشی کرتے ہیں **اقول** یہہ ہماری حضرت مجیب کا فرمانا سراسر خلاف واقع اور بداہۃً غلط ہی کتاب اللہ کے ساتہہ تمسک حقیقۃً ومجازاً لفظاً ومعنیً بفضل اللہ تعالے اہل سنت کا ہی حصہ ہی شہر شہر گانو گانو مین خدا تعالے کی فضل سے علمار حفاظ کلام مجید موجود ہین حضرات شیعہ چونکہ قرآن سے اور او سکے جامعین سے جنکو عند اللہ کمال قرب ومنزلت ہی تبری وتحاشی کرتے ہین اسیکی پاداش ہین خداوند کریم نے اونکو اس نعمت سی محروم فرمایا اور باوجود مرور دہور کے اونکو کلام مجید یاد نہوا اور اپنا قرآن جو ائمہ پاس یکے بعد دیگرے چلا آیا وہ خود غار سرمن رائے مین شیعیان پاک سے مخفی ومستتر ہے اور اسی پر معانی کو بہی قیاس کر لیجیے چنانچہ مفسرین شیعہ ہمیشہ خوشہ چین مفسرین وقرار اہلسنت رہے۔ ذرا تفسیر مجمع البیان طبرسے کو ہی ملاحظہ فرما لیجیے آری - وللارض من کاس الکرام نصیب عترت رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتہہ تمسک اگرچہ حضرات شیعہ اسکے مدعی ہین مگر فی الحقیقت یہہ بہی اہل سنت کو ہی نصیب ہی ظاہر ہے کہ اہل سنت نے تمام عترت کو اعمام وعمات اور اونکی اولاد کو اور تمام بنات وزوجات واحفاد کو اپنا مقتدا وپیشوا اعتقاد کر رکہا ہے بخلاف حضرات شیعہ کے کہ اونہون نے سوائی معدودی چند عترت کے سب کو خلعت کفر وفسوق کے ساتہہ تشریف بخش رکھی ہے۔ پس فی الحقیقۃ قضیہ منعکس اور معاملہ منقلب ہے کہ حضرات شیعہ مجبور ہوکر کتاب اللہ اور عترت رسول اللہ صلعم سے تبری اور تحاشی کرتے ہین نہ اہلسنت حاشاہم عن ذلک

قال الفاضل المجیب - قولہ - کیا تمسک کے یہہ ہی معنی ہین اگر کتاب اللہ کو جسکا حافظ خود خداوند حقیقی تعالے شانہ ہی محرف اور بیاض عثمانی قرآنی قرار دین چنانچہ مسلمات شیعہ سے ہی - اقول - حضرت مجیب کے اس قولسے نہایت ہی تعجب ہی باوجود ادعائی علم وفضل یہہ دلیل ایسا لکھنا علما کی شان کے خلاف ہی آپنے محض صاحب منتہی الکلام وغیرہ کی تقلید فرمائی اور اپنے تحقیق سے کام نہ لیا کاش - اونکی ہی کلام کو بغور دیکھا ہوتا مسلمات شیعہ سے تو شاید اونہون نے بھی نہین لکھا شیعونکی کتابین تو آپکو نہین ملتی کاش منتہی الکلام وتحفہ وغیرہ کو جنکے اعتماد وبھروسہ پر آپ جوآب لکھنے بیٹھی ہین باعمان نظر ملاحظہ فرماتے کتاب اللہ کی تعظیم وتکریم وتقدیم اجماعی اہل ایمان ہی حاشا کہ اسمین کچھہ بھی اختلاف ہو حضرات اہلسنت کا عجب حال ہے کہ کبھی تو صاحب منتہی الکلام فرماتے ہین کہ شیعون کے نزدیک بیاض عثمانی یعنے معاذ اللہ قرآن شریف سے کافی کلینی صحیح تر ہے اور دلیل یہہ بیان فرماتے ہین کہ زبان ثقات متشیعین سے سنا گیا تھا اور کبھی صاحب تحفہ ادعا کرتے ہین کہ تاریخ ابن قتیبہ نزد شیعہ معتمد تر از قرآن ست - اور کوئی دلیل تحریر نہین فرماتے - یہہ علما حضرت اہل سنت کا حال ہے کہ خود شیعونکی نسبت ایسے افترا و اتہام اپنی طرف سے منسوب کرتے ہین اور کوئی دلیل وسند بیان نہین کرتے یا کرتے ہین تو محض مبنی ہوئی بتلاتے ہین اور کچھہ نہین شرماتے - حیف صد حیف ہماری حضرت مجیب نے بھی اونکی تقلید سے یہہ لکھا ہے اگر وہ ہماری کسی کتب مناظرہ کو ملاحظہ فرماتے تو ایسا ہرگز نہ لکھتے - **یقول العبد الفقیر الے مولاہ الغنی** اس مقام مین بوجوہ چند کلام ہے اول یہہ کہ یہہ مسئلہ بدیہیات اولیہ سی ہے چنانچہ ابھی واضح ہو جائیگا اور بدیہیات محتاج دلیل نہین ہوتی جسکو مذہب شیعہ کی کچھہ بھی واقفیت ہوگی وہ اس مسئلہ سی ضرور واقف ہوگا - دوسری یہہ کہ ہمنے اس مسئلہ مین صاحب منتہی الکلام کی تقلید نہین کی بلکہ اپنی تحقیق پر اعتماد کیا ہے چنانچہ عنقریب گذارش ہوگا - ہان اگر تبعاً واستطراداً کوئی روایت صاحب منتہی الکلام وغیرہ سے نقل کرین تو مضائقہ نہین ہے - لیکن یہہ مقتضی تقلید کو نہین ہے پس یہہ محض ہمارے مجیب کا وہم وگمان ہے وبس - تیسری یہہ کہ

صاحب منتہی الکلام اور صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہما کے اعتماد پر جواب لکہنا اگرچہ ہمارا فخر ہے۔ لیکن یہہ بہی انشاءاللہ تعالے ہمارے فاضل مجیب پر واضح ہوجائیگا کہ ہمنے محض تقلیدی جواب لکہا ہے یا اپنی تحقیق سے بہی کام لیا ہے۔ معہذا یہہ طعن تو اوسوقت زیبا تہا جبکہ آپکی مضامین وجوابات آپکے خانہ زاد و نتیجہ طبیعت ہوتے اور جب آپ بہی محض ناقل اپنے بزرگونکے ہین اگر ہمین نے اپنی بزرگون سے نقل کیا ہو تو کیا محل طعن ہے۔ چوتہی یہہ کہ یہہ بحث قرآن کی تحریف وعدم تحریف مین ہی پہر ہماری فہم مین نہین آتا کہ ہماری فاضل مخاطب نے یہہ بیہودہ الفاظ کیون تحریر فرمائی (کتاب اللہ کی تعظیم وتکریم وتقدیم اجماعی اہل ایمان ہی۔ حاشا کہ اسمین کچہہ بہی اختلاف ہو) بہلا تعظیم وتکریم وتقدیم کا کیا ذکر تہا اور اوسکے لکہنے سے کیا فائدہ صاف لکہنا چاہئیے تہا اگر آپکی یہان تحریف معتبر نہین اور با اجماع باطل ہے تو لکہنا چاہئیے تہا کہ کتاب اللہ کی عدم تحریف اجماعی اہل ایمان ہی حاشا کہ اسمین کچہہ بہی اختلاف ہو۔ سوال از آسمان وجواب از ریسمان۔ کی مثل یہان صادق ہی کہ گفتگو تحریف وعدم تحریف مین ہوا اور ثبوت تعظیم وتکریم وتقدیم کا دیوین سبحان اللہ ہماری حضرت فاضل مجیب پر خوش فہمی ختم ہے حالانکہ یہہ مستلزم عدم تحریف کو نہین کیونکہ جائز ہے کہ یہہ تعظیم وتکریم علے وجہہ التقیہ واجب ہو یا اسوجہ سے ہو کہ اس باقیماندہ مین آخر اکثر اصلی ہے الحاق تو کم ہے کیا کتب سماویہ محرفہ کی تعظیم وتکریم اجماعی اہل ایمان نہین ہے کیا اونکی تحقیر واہانت اجماعی اہل ایمان ہے لیکن تعجب یہہ ہی کہ یہہ تعظیم وتکریم خلاف امام معصوم کے اہل ایمان کی کیونکر اجماعی ہے امام معصوم تو آیت امۃ ھی اربی من امۃ سنکر تذلیل واہانت کی طور پر قرآن پہینک دیوین اور لایق اہانت سمجہین اور ہماری فاضل مجیب اوسکی تعظیم وتکریم اہل ایمان کے اجماعی فرمادین معلوم نہین امام معصوم کو اہل ایمان مین سے سمجہتے ہین یا نہین اور اونکی مخالفت خارق اجماع ہی یا نہین۔ مگر ہان آپ یہہ فرما سکتے ہین کہ میری مراد کتاب اللہ سے وہ کتاب اللہ ہی جو سرداب سرمن رائی مین امام معصوم کے پاس صندوق تقیہ مین محفوظ ہے۔ معہذا اسلئنا کہ تعظیم وتکریم اجماعی ہونے سے مراد یہہ ہے کہ عدم تحریف اجماعی اہل ایمان ہے تو اس سے

معلوم ہوا کہ جو لوگ قائل تحریف کی ہوئی ہین وہ اجماع اہل ایمان سے خارج ہین اور اونپر ویتبع غیر سبیل
المومنین صادق آتا ہے ذرا اسکو یاد رکھیگا - اس صورت مین آپنے صدہا علما شیعہ متقدمین ومتاخرین کو
بی ایمان بنا دیا شاباش آفرین باد - پانچوین صاحب منتہی الکلام او صاحب تحفہ نے بھی اس بارہ مین
جو کچھ تحریر فرمایا ہے بے دلیل نہین چنانچہ بندہ کی گذارش سے کسیقدر واضح ہوجائیگا - چھٹی یہہ کہ بندہ کے
نسبت فرماتے ہین کہ اگر وہ ہماری کسی کتب مناظرہ کو ملاحظہ فرماتے تو ایسا ہرگز نہ لکھتے" معلوم نہین
یہان کتب معتبرہ حدیث وتفسیر کے ذکر سے کیون اغماض واعراض فرمایا حالانکہ اسکا موقع ومحل کتب حدیث
وتفسیر ہین اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ کتب حدیث وتفسیر کا ذکر اسیواسطے نہین کیا کہ اونمین تحریف
قرآن کا ذکر ہے اور روایات اوسکے ثبوت کے موجود ہین لیکن متکلمین نے جب دیکھا کہ خصم بے ڈہب
گلوگیر ہوا ہے جس سے بدون انکار رہائی مشکل ہے اسلیے اونہون نے کہین انکار تحریف کر دیا اور روایات
کو توجیہات لاطائلہ سے مسخ وتحریف فرمایا ورنہ بعض جگہ متکلمین نے خود تحریف کو تسلیم کیا بلکہ دعوی کیا
چنانچہ ہم نقل کرینگے - **قولہ** بہرحال جواب گذارش ہے یہہ جو کچھ آپنے اس قول مین لکھا ہے
محض دروغ بیفروغ ہے اگر آپکو دعوی ہی تو بسم اللہ کوئی دلیل لائیے یہہ آپنے کہان سے لکھا کہ یہہ امر
مسلمات شیعہ سی ہے آپ اپنی اس دعوی مین اگر سچے ہین تو کوئی چہوٹی موٹی ہی دلیل بیان کیجئے
اور جواب سینی - **اقول** ای حضرت میر صاحب جو کچھ بندہ نے عرض کیا ہے وہ حق اور مطابق
نفس الامر و واقع کے ہی اوسمین کذب کو دخل نہین ہر افسوس یہہ ہے کہ آپکو اپنی کتب حدیث وتفسیر
کی خبر نہین ہر اگر آپ ان کتابون سے دیکہتے تو ممکن نہ تہا کہ آپ اس دعوی کا انکار فرماتے
لیجئے چہوٹی موٹی نہین بلکہ ہم موٹی موٹے دلائل واضحہ پیشکش کرتے ہین براہ عنایت ذرا متوجہ ہوکر
سنین - احادیث متعددہ جو مختلف ائمہ سے مروی ہین اور اپنی کثرت کی وجہ سے گویا متواتر
المعنی ہین اور درجہ قطعیہ کو پہونچ چکی ہین وہ بعبارت النص وقوع تحریف کو مثبت ہین
اسوقت میرے سامنے صرف تفسیر صافی کہلی رکہی ہوئی ہے اوس سے بطور مشتے از خروارے
وقطرہ از بحار نقل کرتا ہون محمد بن مرتضی المدعو محسن اپنی تفسیر کے مقدمات مین لکہتے ہین

المقدمة السادسة[1] فی بذ مما جاء فی جمع القرآن وتحریفه وزیادته ونقصه

وتاویل ذلک روی علی بن ابراهیم القمی فی تفسیره باسناده عن ابی عبد الله علیه

السلام قال ان رسول الله صلی الله علیه واله قال لعلی علیه السلام یا علی ان القرآن

خلف فراشی فی الصحف والحریر والقراطیس فخذوه واجمعوه ولا تضیعوه

کما ضیعت الیهود التوریة فانطلق علی علیه السلام فجمعه فی ثوب اصفر ثم ختم

علیه فی بیته وقال لا ارتدی حتی اجمعه قال کان الرجل لیاتیه فیخرج الیه بغیر رداء

حتی جمعه وفی روایة ابی ذر الغفاری رضی الله عنه انه لما توفی رسول الله صلی الله علیه

واله جمع علی علیه السلام القرآن وجاء به الی المهاجرین والانصار عرضه علیهم لما

قد اوصاه بذلک رسول الله صلی الله علیه واله فلما فتحه ابوبکر خرج فی اول صفحة

فتحها فضائح القوم فوثب عمر وقال یا علی اردده فلا حاجة لنا فیه فاخذه علی

علیه السلام وانصرف ثم احضر زید بن ثابت وکان قاریا للقرآن فقال له عمر ان

علیا جاءنا بالقرآن وفیه فضائح المهاجرین والانصار وقد اردنا ان تؤلف لنا

القرآن وتسقط منه ما کان فیه فضیحة وهتک للمهاجرین والانصار فاجابه

زید الی ذلک ثم قال فان انا فرغت من القرآن علی ما سالتم واظهر علی القرآن

---

[1] چہٹا مقدمہ اسکی تہوڑے سے بیانمین کہ جو قرآن کے جمع اور تحریف اور زیادتی اور نقصان کے بابمین آیا ہے اور اسکی تاویل مین۔ علی بن ابراہیم قمی نے اپنی تفسیر مین اپنی اسناد کے ساتھہ ابی عبد اللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی علیہ السلام کو فرمایا اے علی قرآن میری بچہونے کے پیچہے صحیفون اور ریشم اور کاغذونمین ہے اسکو تو ضائع نکیجیو جسطرح یہودیون نے توراتکو ضائع کردیا۔ پس جمع کرنے لگے اوسکو علی علیہ السلام زرد کپڑی مین یہانتک کہ اوسپر مہر لگائی اپنے گہرمین اور کہا اسکے فراہمی تک چادر نہین پہنونگا۔ کہا اُنکے پاس کوئی شخص آتا تہا تو آپ اوسکی طرف بدون چادر کے نکلتی تہی یہانتک کہ آپ اوسکو جمع کرچکے۔ اور ابوذر غفاری کی روایت مین ہے جب رسول اللہ نے وفات پائی علی نے قرآن جمع کیا اور مہاجرین انصار کے پاس لائی اور اونپر پیش کیا کیونکہ حضرت نے اونکو اسکی وصیت کی تہی جب ابوبکر نے اوسکو کہولا تو پہلی ہی صفحہ مین قوم کی فضائح ظاہر ہوئی تو عمر اوچہل پڑا اور کہا اے علی اسکو واپس لیجا ہمکو اسکی کچہہ حاجت نہین ہے پہر علی نے اوسکو لیا اور چلے آئی پہر زید بن ثابت کو بلایا اور وہ قاری قرآن تہا اوسکو عمر نے کہا کہ علی ہماری پاس قرآن لایا تہا اور اوسمین مہاجرین و انصار کے فضائح ہین اور ہم چاہتی ہین کہ تو ہماری لیئے قرآن جمع کرے اور جسمین مہاجرین و انصار کی فضیحت اور ہتک ہو اوسمین سے ساقط کردے زید نے اسکو قبول کیا پہر کہا کہ جب مین قرآن سے تمہارے سوال کے موافق فارغ ہوا اور علی نے جو قرآن جمع کیا ہے ظاہر کیا ۱۲

الذی الفہ الیس قد بطل کل ما عملتم ثم قال عمر فما الحیلۃ قال زید انتم اعلم بالحیلۃ فقال عمر ما الحیلۃ دون ان نقتلہ و نستریح منہ فدبر فی قتلہ علی ید خالد بن الولید فلم یقدر علی ذلک وقد مضی شرح ذلک فلما استخلف عمر سال علیا علیہ السلام ان یدفع الیہم القران فیحرفوہ فیما بینہم فقال یا ابا الحسن ان کنت جئت بہ الی ابی بکر فات بہ الینا حتی نجتمع علیہ فقال علی علیہ السلام ہیہات لیس الی ذلک سبیل انما جئت بہ الی ابی بکر لتقوم الحجۃ علیکم ولا تقولوا یوم القیمۃ انا کنا عن ہذا غافلین او تقولوا ما جئتنا بہ ان القران الذی عندی لا یمسہ الا المطہرون والاوصیاء من ولدی فقال عمر فہل وقت لاظہارہ معلوم قال علی علیہ السلام نعم اذا قام القائم من ولدی یظہرہ ویحمل الناس علیہ فتجری السنۃ بہ ۔ ملتقطاً عاقل منصف ان دو نو روایتوں مین تامل فرما ہو کہ اگر حسب ارشاد مجیب لبیب قرآن موجود مین تحریف نہین ہوئی ہی تو جناب امیر کو اسقدر سعی و کوشش و محنت و مشقت تنہا بلا شرکت اما مین ہما مین اوٹہانے کی کیا ضرورت تہی اور حضرت صدیق رض کے پاس بغرض تمام حجت لانے کے کیا معنی اور اوسمین فضائح مہاجرین و انصار نکلنا اوس سے بہی زیادہ لغو و کذب و زور اور حضرت فاروق رض کا رد کرنا اور زید بن ثابت کو بلا کر تحریف کا شورہ کرنا اور آپکے قتل کے خالد کے ہاتہہ سے تدبیر کرنا اور پہر اپنی خلافت کے زمانہ مین مکرر اس قصہ کا از سر نو چہیڑنا بالکل واہیات اور خرافات ہو پس جنہون نے یہہ روایت کی اور جو اسکے قائل ہوئی سب ہماری فاضل مجیب کے نزدیک دائرہ ایمان سے شاید خارج ہونگی اور اگر یہہ روایت صحیح ہے تو ظاہر ہے کہ بعبارت النص مثبت وقوع تحریف ہی

لے تو کیا تمہاری سب کارروائے باطل ہو جائیگی عمر نے کہا پہر اسکی تدبیر اور حیلہ کیا ہی زید نے کہا حیلہ کو تم زیادہ جانتے ہو عمر نے کہا بجز اسکے حیلہ کیا ہی کہ ہم اوسکو قتل کرین اور راحت پائین تو خالد کے ہاتہہ سے علی کے قتل کی تدبیر کی لیکن اوسپر قدرت نہوئی اور اسکی شرح گذر چکی پس جب عمر خلیفہ ہوئی تو علی سے مانگا کہ قرآن انکو دیوی تا کہ وہ اوسکی بہی باہم تحریف کرین پس کہا ای ابا الحسن اگر تو اوسکو ابوبکر کے پاس لایا تہا تو ہماری پاس بہی لا تا کہ ہم اوسپر مجتمع ہون علی نے فرمایا وہ بات دور گئی اوسکے طرف رستہ نہین ہی ابوبکر کے پاس صرف اسلیے لایا تہا کہ تمپر حجت قائم ہو جائے اور قیامت کے دن یہہ نہ کہو کہ ہم اس سے غافل تہی یا کہو کہ تو اوسکو ہماری پاس نہین لایا تہا جو قرآن میری پاس ہے اوسکو بجز ستہرونکی اور میری اولاد مین سے اوصیا کے اور کوئی نہین چہو سکتا عمر نے کہا تو کیا اوسکے اظہار کا وقت معلوم ہے علی نے کہا ہان جب میری اولاد مین سے قائم (مہدی) اوٹہیگا تو اوسکو ظاہر کریگا اور اوسپر لوگونکو برانگیختہ کریگا تو اوسکی اتباع

اور بالبداہتہ ہماری محبیب کے دعوی کے مکذب ہیں اور سنیئے وفی الکافی عن محمد بن
سلیمان عن بعض اصحابہ عن ابی الحسن علیہ السلام قال قلت لہ جعلت فداک
انا نسمع الآیات فی القران لیس ھی عندنا کما نسمعہا ولا نحسن ان نقراھا کما بلغنا
عنکم فھل ناثم فقال لا اقرؤا کما تعلمتم فسیجیئکم من یعلمکم اقول یعنی بہ
صاحب الامر علیہ السلام وباسنادہ عن سالم بن سلمۃ قال قرأ رجل علی ابی عبد اللہ ع
وانا اسمع حروفا من القران لیس علی ما یقرأھا الناس فقال ابو عبد اللہ ع کف عن
ھذہ القراءۃ اقرأ کما یقرأ الناس حتی یقوم القائم فاذا قام قرأ کتاب اللہ تع علی
حدہ واخرج المصحف الذی کتبہ علی علیہ السلام وقال اخرجہ علی علیہ السلام الی
الناس حین فرغ منہ وکتبہ فقال لھم ھذا کتاب اللہ کما انزلہ اللہ علی محمد وقد جمعتہ
بین اللوحین فقالوا ھو ذا عندنا مصحف جامع فیہ القران لا حاجۃ لنا فیہ فقال
اما واللہ ما ترونہ بعد یومکم ھذا ابدا انما کان علی ان اخبرکم حین جمعتہ لتقرؤہ
وباسنادہ عن البزنطی قال دفع الی ابو الحسن ع مصحفا وقال لا تنظر فیہ ففتحتہ
وقرأت فیہ لم یکن الذین کفروا فوجدت فیھا اسم سبعین رجلا من قریش باسمائھم
واسماء آبائھم قال فبعث الی ابعث الی بالمصحف وفی تفسیر العیاشی عن ابی جعفر ع قال

۱ کافی میں بواسطہ محمد بن سلیمان اور اوسکی بعض اصحاب کے ابو الحسن سے روایت ہے کہا میں نے آپکی خدمت میں عرض کیا میں آپ پر قربان آیات قرآنی سنتے ہیں ہمارے نزدیک اسطرح نہیں ہے جسطرح ہم سنتے ہیں اور ہم اچھی طرح نہیں پڑہ سکتے جسطرح ہمکو تمسے پہونچا تو کیا ہم گنہگار ہوتے ہیں فرمایا نہیں تم پڑہو جسطرح تمنے سیکھا ہے پس عنقریب آئیگا جو تمکو سکھلائیگا اور اپنی سند کے ساتھہ سالم بن سلمہ سے روایت کی ہے کہا ایک شخص نے ابو عبد اللہ ع پر چند حروف قرآنی پڑہے جو لوگوں کے قرأت کے موافق نہیں تھے اور میں سن رہا تھا ابو عبد اللہ نے فرمایا تو اس قرأت سے باز رہ اور پڑہ جسطرح لوگ پڑہتے ہیں مہدی ع کے قائم ہونے تک پس جب وہ قائم ہوگا کتاب اللہ کو اوسکی حد پر پڑہیگا اور وہ مصحف جو علی نے لکھا تھا نکالا اور کہا علی نے اوسکو جب وہ اسکے لکھنے سے فارغ ہوئی تھی لوگوں کی طرف نکالا تھا اور کہا تھا یہہ اللہ تعالی کی کتاب ہے جسطرح اللہ نے محمد پر نازل کی ہے اور میں نے اوسکو دو جلدوں میں جمع کی اونہوں نے کہا یہہ ہمارے پاس مصحف جامع ہے جس میں قرآن ہے ہمکو اوسکی کچھہ حاجت نہیں ہے فرمایا اللہ کی قسم اس دن سے پیچھے تم اسکو کبھی نہ دیکھو گے مجھپر فرض یہہ تھا کہ جب میں نے جمع کیا تھا تمکو خبر کر دوں تاکہ تم اوسکو پڑہو اور اپنی اسناد کے ساتھہ بزنطی سے روایت کی ہے کہا مجکو ابو الحسن نے مصحف دیا اور کہا کہ اس میں نہ دیکھیو میں نے اسکو کھولا اور سورہ لم یکن الذین کفروا پڑہی تو میں نے اوس میں ستر آدمیوں کے نام قریش کے پائے اونکے نام اور باپ کے نام کہا پس بہیجا میرے پاس کہ مصحف میری پاس بہیجدو۔ تفسیر عیاشی ابو جعفر سے مروی ہے فرمایا ۱۲-

لولا[1] انه زید فی کتاب الله ونقص ما خفی حقنا علی ذی حجی ولو قد قام قائمنا فنطق
صدقه القران وفیه عن ابی عبد الله علیه السلام قال لو قرئ القران کما انزل الفینا فیه
مسمین وفیه عنه ان فی القران ما مضی وما یحدث وما هو کائن کانت فیه اسماء
الرجال فالقیت وانما اسم الواحد منه فی وجوه لا یحصی یعرف ذلک الوصاة وفیه
عنه علیه السلام ان القران قد طرح منه آی کثیرة ولم یزد فیه الا حروف و
قد اخطات به الکتبة وتوهمتها الرجال وروی الشیخ احمد بن ابی طالب الطبرسی طاب
ثراه فی کتاب الاحتجاج فی جملة احتجاج امیر المؤمنین علی جماعة من المهاجرین والانصار
ان طلحة قال له علیه السلام فی جملة مسائله عنه یا ابا الحسن شیء اردت ان اسالک عنه
رایتک خرجت بثوب مختوم فقلت ایها الناس انی لم ازل مشتغلا برسول الله
صلی الله علیه واله بغسله وکفنه ودفنه ثم اشتغلت بکتاب الله حتی جمعته
فهذا کتاب الله عندی مجموعا لم یسقط عنی حرف واحد ولم ار ذلک الذی کتبت
والفت وقد رایت عمر بعث الیک ان ابعث به الی فابیت ان تفعل فدعا عمر الناس
فاذا شهد رجلان علی آیة کتبها وان لم یشهد علیها غیر رجل واحد ارجاها فلم
یکتب فقال عمر وانا اسمع انه قد قتل یوم الیمامة قوم کانوا یقرؤن قرانا لا یقرؤه

---

[1] اگر کتاب اللہ میں زیادتی اور نقصان نکیا جاتا تو ہمارا حق کسی عقل والے پر پوشیدہ نرہتا اور اگر ہمارا قائم اوٹھکر کلام کریگا۔ تو اوسکی قرآن تصدیق کریگا۔ اور اوسمین ابو عبد اللہ علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا اگر قرآن پڑھا جاتا جسطرح نازل ہوا تو اوسمین ہم نام بنام ملتے اور اوسمین اوسی سے مروی ہے کہ قرآن مین جو کچھہ گذشتہ آئندہ ہی موجود ہے اوسمین لوگونکے نام تھے پس گرادیئے گئے اور اوسمین ایک کا نام ایک طرح پر ہے جسکو وصاة پہچانتے ہین اور اوسمین اوسی سے مروی ہے کہ قرآن مین سے بہت آیتین کم کی گئی ہین اور زیادتی صرف چند حروف کی ہوئی ہے اور لکھنے والون نے خطا کی ہے اور لوگون نے وہم کیا۔ شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی نے اپنی کتاب احتجاج مین منجملہ احتجاج امیر المومنین علیہ السلام کے مہاجرین و انصار کی جماعت پر روایت کیا ہے کہ طلحہ نے منجملہ اپنی سوالات کے جناب امیر سے کہا اے ابو الحسن مین تجھسے کچھہ پوچھا چاہتا ہون مینے تجکو دیکھا تھا کہ تو مہر لگا ہوا کپڑا لیکر نکلا اور کہا اے لوگو مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین مین مشغول رہا پھر کتاب اللہ مین یہانتک کہ مینے اوسکو جمع کیا پس یہہ کتاب اللہ میرے پاس فراہم کی ہوئی ہے جسمین مجھسے ایک حرف بھی کم نہین ہوا اور مینے نہین دیکھا تھا جو تو نے لکھا تھا اور جمع کیا تھا اور مینے عمر کو دیکھا کہ تیرے پاس پیام بھیجا تھا کہ میرے پاس اوسکو بھیج تو تو نے بھیجنے سے انکار کیا پھر عمر نے لوگونکو بلایا پس جب دو آدمیوں نے ایک آیت کی گواہی دی اوسکو لکھہ لیا اور جس آیت پر بجز ایک کے کسی نے گواہی ندی اوسکو چھوڑ دیا اور نہ لکھا پھر عمر نے کہا مین سنتا ہون کہ یمامہ کے دن قاری لوگ

غیرهم[۱] فقد ذهب وقد جائت شاة الی صحیفة وکتاب یکتبون فاکلتها وذهب مافیها والکاتب یومئذ عثمان وسمعت عمر واصحابه الذین الفوا ما کتبوا علی عهد عمر وعلی عهد عثمان یقولون ان الاحزاب کانت تعدل سورة البقرة وان النور نیف ومائة آیة والحجر تسعون ومائة آیة فما هذا وما یمنعك یرحمك الله ان تخرج کتاب الله الی الناس وقد عهد عثمان حین اخذ ما الف عمر فجمع له الکتاب وحمل الناس علی قراءة واحدة فمزق مصحف ابی ابن کعب وابن مسعود واحرقهما بالنار فقال له علی یا طلحة ان کل آیة انزلها الله عز وجل علی محمد صلی الله علیه وآله عندی باملاء رسول الله وخط یدی وتاویل کل آیة انزلها الله علی محمد صلی الله علیه وآله وکل حلال وحرام او حد او حکم او شیٔ یحتاج الیه الامة الی یوم القیمة مکتوب باملاء رسول الله صلی الله علیه وآله وخط یدی حتی ارش الخدش قال طلحة کل شیٔ من صغیر او کبیر او خاص او عام کان او یکون الی یوم القیمة فهو عندك مکتوب قال نعم وسوی ذلك ان رسول الله صلی الله علیه وآله اسر الی فی مرضه مفتاح الف باب من العلم یفتح کل باب الف باب ولو ان الامة منذ قبض رسول الله اتبعونی واطاعونی لاکلوا من فوقهم ومن تحت ارجلهم وساق الحدیث الخ وقال فی احتجاجه علی الزندیق[۲] الذی جاء

---

[۱] جنکے سوا کوئی قاری نہ تہا مقتول ہوچکے ہین تو قرآن جاتا رہا اور تحقیق صحیفہ کے طرف بکری آئی جسکو لکہہ رہی تہی اور اوسکو کہا گئی اور جو کچھہ اوسمین تہا جاتا رہا اور عثمان اوسوقت کاتب تہا اور مینی عمر سے اور اوسکے اصحاب سے جنہون نے جمع کیا تہا جو کچھہ لکہا تہا عمر کے زمانہ مین اور عثمان کے زمانہ مین سنا تہا کہ احزاب سورہ بقر کے برابر تہے اور نور ایک او چند آیتین تہی اور حجر ایک سو نوے آیتین تہے تو یہہ کیا ہی اور خدا تجہپر رحمت کری تجکو کون مانع ہی اس سے کہ تو کتاب اللہ کو لوگونکی طرف نکالی اور تحقیق عثمان نے قصد کیا ہی جبکہ لیا جو کچھہ عمر نے جمع کیا تہا پس اوسکے لیی مشتیو نکوا کہٹا کیا اور لوگونکو ایک قرات پر برانگیختہ کیا ابی بن کعب اور ابن مسعود کا مصحف پہاڑ ڈالا اور آگ مین جلا دیا۔ اوسکو علی نے جواب دیا ای طلحہ تحقیق ہر آیت جو اللہ عز وجل نے محمد پہ نازل کی ہی میرے پاس ہی رسول اللہ کی لکھوائی ہوئی اور میرے ہاتہہ کی لکہی ہوئی اور ہر آیت کی تاویل جسکو اللہ تعالے نے محمد پر نازل کیا اور ہر ایک حلال یا حرام یا حد یا حکم یا کوئی چیز جسکی قیامت تک امت محتاج ہو رسول اللہ کی لکہوائے ہوئی اور میرے ہاتہہ کی لکہی ہوئی ہے کہرونٹ کی دیت تک طلحہ نے کہا ہر شی چہوٹی بڑی خاص یا عام گذشتہ یا آیندہ قیامت تک وہ تیرے پاس لکہی ہوئی ہے کہا ہان اور اسکے سوا یہہ کہ رسول اللہ نے اپنی مرض مین ہزار باب کے علم سے کنجیان پوشیدہ عطا فرمائین ہین جسمین سے ہر باب ہزار باب کہولتا ہے اور اگر امت جبسی رسول اللہ نے وفات پائی ہے میرا اتباع اور میری پیروی کرتے تو اپنی اوپر اور پانو کے نیچی سے کہاتے الخ حدیث کو

الیه مستند لا بایه من القران متشابه یحتاج الی التاویل وکان من سوالہ انی
اجد الله قد شہر هفوات انبیائہ بقوله وعصی آدم ربه فغوی وتکذیبه نوحاً لما قال ان
ابنی من اهلی بقوله انه لیس من اهلک وبوصفه ابراهیم بانه عبد کوکباً مرة ومرة
قمراً ومرة شمساً وبقوله فی یوسف ولقد همت به وهم بها لولا ان رای برهان ربه
وبتهجینه موسی حیث قال رب ارنی انظر الیک قال لن ترانی الآیة وببعثه الی
داؤد جبرئیل ومیکائیل حیث تسوروا المحراب الی اخر القصة وبحبسه یونس فی
بطن الحوت حیث ذهب مغاضباً مذنباً واظهر خطا الانبیاء وزللهم ثم وری
اسماً من اغتر وافتتن خلقه وضل واضل وکنی عن اسمائهم فی قوله ویوم یعض الظالم
علی یدیه یقول یا لیتنی اتخذت مع الرسول سبیلاً یا ویلتی لیتنی لم اتخذ فلاناً خلیلاً
لقد اضلنی عن الذکر بعد اذ جاءنی فمن هذا الظالم الذی لم یذکر من اسمه
ما ذکر من اسماء الانبیاء - آخر سوال تک اسکا جواب نقل کیا جاتا ہے لیکن چونکہ سوال وجواب کے
عبارتوں مین قدر حاجت سے زیادہ طول تہا اسلیئے ملخصاً بحذف واسقاط نقل کیے گیے جواب کے
عبارت جو مثبت مدعا ہے یہہ ہے - فقال امیر المؤمنین واما هفوات الانبیاء
وما بینه الله فی کتابه ووقوع الکنایة عن اسماء من اجترم اعظم مما اجترم

ا؎ جو چند آیات متشابہات قرآنی کے ساتھہ جو تاویل کے محتاج تھے - سند لیکر آیا تہا فرمایا اور اوسکے سوال سے یہہ تہا کہ مین پاتا ہون اللہ نے انبیاء کے ہفوات مشہور کیے اپنی قول کے ساتھہ (اور آدم نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی پس گمراہ ہوا) اور نوح کے تکذیب کے ساتھہ جب اونسے کہا ای پروردگار میرا بیٹا میرے اہل سے ہے اپنی قول سے (وہ تیرے اہل سے نہین ہے) اور ابراہیم کے اس امر کے وصف کی ساتھہ کہ اونسے کبھی ستارونکی پرستش کی اور کبھی چاند کی اور کبھی سورج کی اور اپنی قول کے ساتھہ یوسف کے معاملہ مین (تحقیق قصد کیا زلیخا نے یوسف کا اور یوسف نے زلیخا کا اگر وہ اپنے رب کی دلیل نہ دیکھتا) اور موسی کے برائی کے ساتھہ جب کہا ای رب دکھلا مجکو دیکھون مین تیری طرف (فرمایا ہرگز نہین دیکھہ سکیگا مجکو) اور جبرئیل ومیکائیل کو داؤد کیطرف بھیجنے کے ساتھہ جب وہ محراب پر چڑہ آئے آخر قصہ تک اور یونس کو مچھلی کے پیٹ مین قید کرنے کے ساتھہ جبکہ غضبناک گنہگار ہو کر چلا گیا - اور انبیا کی خطائین اور لغزشین ظاہر کین پھر توریہ کیا اونکے نامون مین جنھون نے فریب کہایا اور فتنہ مین ڈالا اوسکی خلقت کو پس گمراہ ہوا اور گمراہ کیا اور کنایۃً اونکے اسماکو ذکر کیا اپنے قول مین (جسدن کاٹیگا ظالم اپنے ہاتھونکو کہیگا ای کاش پکڑتا مین رسول کے ساتھہ رستہ ای افسوس کاش نہ پکڑتا مین فلان شخص کو دوست تحقیق غافل کردیا مجکو یاد سے بعد اسکی آئی میرے پاس) پس یہہ ظالم کون ہے جسکا نام نہین ذکر کیا جسقدر انبیا کا نام ذکر کیا الخ ۔ ۲؎ پس فرمایا امیر المومنین علیہ السلام نے لیکن انبیا کی ہفوات اور جو کچھہ

الانبیاء[1] ممن شهد الکتاب بظلمهم فان ذلک من ادل الدلائل علی
حکمة الله الباهرة وقدرة القاهرة وعزة الظاهرة لانه علم ان براهین
انبیائه تکبر فی صدور امهم وان منهم من یتخذ بعضهم الها کالذی کان من
النصاری فی ابن مریم فذکرها دلالة علی تخلفهم من الکمال الذی
تفرد به عز وجل الم تسمع الی قوله فی صفة عیسی حیث قال فیه وفی امه کانا
یاکلان الطعام یعنی ان من اکل الطعام کان له ثفل فهو بعید مما ادعته
النصاری لابن مریم ولم یکن عن اسماء الانبیاء تجبرا وتعززا بل تعریفا لاهل
الاستبصار وان الکنایة عن اسماء ذوی الجرائر العظیمة من المنافقین فی
القران التی لیست من فعله تعالی وانها من فعل المغیرین والمبدلین الذین
جعلوا القران عضین واعتاضوا الدنیا من الدین وقد بین الله تع قصص
المغیرین بقوله الذین یکتبون فی الکتاب بایدیهم ثم یقولون هذا من عند الله
لیشتروا به ثمنا قلیلا وبقوله وان منهم لفریقا یلوون السنتهم بالکتاب وبقوله
اذ یبیتون ما لا یرضی من القول بعد فقد الرسول ما یقیمون به اود باطلهم
حسب ما فعلته الیهود والنصاری بعد فقد موسی وعیسی من تغیر التوراة والانجیل

---

[1] یہ بنسبت دیگر کہ انبیا نے جرم کیا جنکے ظلم کی کتاب اللہ شاہد ہے تحقیق یہ پختہ دلائل سے ہے اللہ کے روشن حکمت اور غالب قدرت پر کیونکہ اللہ جانتا تھا کہ اوسکے انبیا کے دلائل اونکے امتوں کے دلون میں بڑے ہو نگے اور انہیں سے بعض کو معبود بنا لینگے جیسا نصاری سے ابن مریم کے باب میں ہوا پس انکو اسلیئے ذکر کیا تاکہ اونکی تخلف پر اوس کمال سے جسکے ساتھ اللہ عزوجل منفرد ہے دلالت ہو گیا تو نے نہیں سنا اوسکا قول عیسی کے وصف میں اور اوسکی ماں کے بارہ میں فرمایا (دونو کھانا کھاتے تھے) یعنے جو کھایگا اوسکا ثفل ہو گا۔ اور جسکے ثفل ہو گا وہ بعید ہے اوس سے جو نصاری نے ابن مریم میں دعوے کیا ہے اور انبیا کے اسماء سے براہ تکبر اور بڑائی کنایہ نہیں کیا بلکہ اہل استبصار کے جتلانے کے واسطے۔ بڑے گنہگار منافقین کے ناموں سے کنایہ قرآن میں اللہ تعالے کے قول سے نہیں بلکہ یہہ تحریف و تبدیل کرنیوالوں کے فعل سے ہے جنہوں نے قرآن کو پارہ پارہ کیا اور عوض دین کے دنیا کو لیا اور اللہ تعالے نے محرفین کے قصے بیان کر دیئے اپنے قول کے ساتھ۔ الذین یکتبون الکتاب بایدیہم ثم یقولون ہذا من عند اللہ الخ اور اپنے قول کے ساتھ وان منہم لفریقا یلوون السنتہم بالکتاب۔ اور اپنے قول کے ساتھ۔ اذ یبیتون ما لا یرضی من القول رسول کے وفات کے پیچھے جس سے اپنے باطل کے کجی کو سیدھا کریں جیسا کہ یہود و نصاری نے بعد وفات موسے اور عیسے کے توراۃ اور انجیل کے تغیر ۱۲۔

وتحريف الكلم عن مواضعه وبقوله يريدون ان يطفؤا نور الله بافواههم
ويابى الله الا ان يتم نوره يعنى انهم اثبتوا فى الكتاب ما لم يقله الله ليلبسوا
على الخليقة فاعمى الله على قلوبهم حتى تركوا فيه ما دل على ما احدثوه فيه وحرفوا
منه وبين عن افكهم وتلبيسهم وكتمان ما علموه منه ولذلك قال لهم
لم تلبسون الحق بالباطل وتكتمون الحق وضرب مثلهم بقوله فاما الزبد
فيذهب جفاء واما ما ينفع الناس فيمكث فى الارض فالزبد فى هذا الموضع كلام
الملحدين الذين اثبتوه فى القران فهو يضمحل ويبطل ويتلاشى عند التحصيل
والذى ينفع الناس منه فالتنزيل الحقيقى الذى لا ياتيه الباطل من بين يديه
ولا من خلفه والقلوب تقبله والارض فى هذا الموضع هى محل العلم وقراره وليس
يسوغ مع عموم التقية التصريح باسماء المبدلين ولا الزيادة فى آياته على ما اثبتوه
من تلقائهم فى الكتاب لما فى ذلك من تقوية حجج اهل التعطيل والكفر والملل
المنحرفة عن قبلتنا وابطال هذا العلم الظاهر الذى قد استكان له الموافق
والمخالف بوقوع الاصطلاح على الائتمار لهم والرضا بهم ولان اهل الباطل فى
القديم والحديث اكثر عددا من اهل الحق ولان الصبر على ولاة الامر مفروض

١٥ اور کلمات کی تحریف اونکے مواضع سے کے اور اپنے قول کے ساتھہ یریدون ان یطفؤا نور الله بافواههم ویابی الله الا ان یتم نوره
یعنی جو کچھہ الله تعالے نے نہین فرمایا اونہون نے کتاب مین بڑھا دیا تاکہ مخلوق پر تلبیس کرین پس الله نے اونکے دلونکو اندھا کر دیا یہانتک کہ
اوسمین چھوڑ دیا جو دلالت کرے اوسپر جو اونہون نے احداث کیا ہے اوسمین اور تحریف کیا ہے اور بیان کیا اونکی بہتان اور تلبیس کو
اور اونکے چھپانے کو جو قرآن سے جانتے تھے اوسیواسطے اونکو فرمایا کیون حق کو باطل کے ساتھہ ملاتے ہو اور حق کو چھپاتے ہو
اور اونکی مثل بیان کی اپنے قول کے ساتھہ - فاما الزبد فیذهب جفاء واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض تو اسجگہ جھاگ ملحدین کے
کلام ہے جسکو قرآن مین بڑھایا ہے وہ مضمحل اور باطل اور زائل ہو جائیگی تحصیل کے وقت اور اوسمین سے جو لوگونکو نافع ہے وہ تنزیل حقیقی ہے جسکے سامنے سے باطل
آسکتا ہے نہ پیچھے سے اور دل اوسکو قبول کرتے ہین اور ارض اسجگہ محل علم اور قرار علم ہے اور باوجود عموم تقیہ کے تحریف کرنے والونکی نام کی تصریح
اور اوسمین زیادتی جو کچھہ اونہون نے اپنی طرف سے زیادہ کیا ہے بیان کرنا جائز نہین کیونکہ اسمین اہل تعطیل اور کفر اور ان
مذہبونکی دلیلونکو جو ہمارے قبلہ سے پھری ہوئی ہین تقویت ہے اور اس ظاہری علم کا ابطال ہے جسکو موافق و مخالف نے تسلیم کر لیا ہے
اونکی فرمانبرداری اور اونکی ساتھہ رضامندی پر اصطلاح واقع ہونے کے ساتھہ - اور اسلیے کہ اہل باطل ہمیشہ تعداد مین اہل حق سے زیادہ ہین

لقول الله عز وجل لنبيه فاصبر كما صبر اولوا العزم من الرسل وايجابه مثل ذلك

على اوليائه واهل طاعته بقوله لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة فحسبك

من هذا الجواب عن هذا الموضع ما سمعت فان شريعة التقية تحظر التصريح باكثر منه

ثم قال عليه السلام واما ما ذكرته من الخطاب الدال على تهجين النبي والازراء به

والتانيب له مع ما اظهره الله تبارك وتعالى في كتابه من تفضيله اياه على ساير انبيائه

فان الله عز وجل جعل لكل نبي عدوا من المشركين كما قال في كتابه وبحسب جلالة

منزلة نبينا صلى الله عليه وآله عند ربه كذلك عظم محنته بعدوه الذي عاد منه اليه

في حال شقاقه ونفاقه كل اذى ومشقة لدفع نبوته وتكذيبه اياه وسعيه في مكاره

ونقض كل ما ابرمه واجتهاده ومن مالاه على كفره وعناده ونفاقه والحاده في

ابطال دعواه وتغيير ملته ومخالفة سنته ولم يرشيئا ابلغ في تمام كيده من تنفيرهم

عن موالات وصيه وايحاشهم منه وصدهم عنه واغرائهم بعداوته والقصد

لتغيير الكتاب الذي جاء به واسقاط ما فيه من فضل ذوي الفضل وكفر ذوي الكفر منه

وممن وافقه على ظلمه وبغيه وشركه ولقد علم الله ذلك منهم فقال ان الذين يلحدون

في اياتنا لا يخفون علينا وقال يريدون ان يبدلوا كلام الله ولقد حذفوا الكتاب

ا؎ چنانچہ اللہ تعالے نے اپنے نبی کو فرمایا کہ پس صبر کر جسطرح صبر کیا اولوالعزم نے رسولون سے اور اسیطرح اوسکا وجوب اوسکے اولیا اور اہل طاعت پر بسبب قول اللہ تعالے (البتہ تحقیق تمہاری لیے رسول مین اچھی پیروی تھی) پس اس جواب سے اس موضع مین جو کچھ تونے سنا کافی ہے کیونکہ تقیہ کا شرع ہونا اس سے زیادہ تصریح سے روکتا ہے پھر علیہ السلام نے فرمایا اور جو کچھ تونے اوس خطاب کا ذکر کیا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مذمت اور منقصت اور سرزنش پر دلالت کرتا ہے باوجود اسکے جو ظاہر کیا اللہ تعالے نے اپنی کتاب مین اوسکے تفضیلت سے تمام انبیا پر تحقیق اللہ عز وجل نے ہر نبی کے لیے مشرکین مین سے دشمن کیئے ہین جیسا اپنی کتاب مین فرمایا ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کی بزرگی کے موافق اللہ کی نزدیک اسیطرح اوسکی محنت کی بڑائی اوسکے دشمن کے ساتھ جو اوس سے اسکی طرف پڑتی ہے اوسکی نفاق اور خلاف کے حال مین ہر تکلیف اور شقت اوسکی نبوت کی دفع کرنے اور اوسکے جھٹلانے اور اوسکے برائیون مین کوشش کرنے اور اسکی مضبوط کی ہوئی کے توڑنی کے لیے اور اپنی کفر اور عناد اور نفاق اور بے دینی پر اسکے دعوی کے ابطال اور اوسکے ملت کی تغییر اور اوسکی سنت کے مخالفت اپنی اوسکو متوجہ کردیا اور کوشش اوسکے مکر کے پورا ہونے مین اوس سے اور جو اوسکی ظلم اور بغاوت اور شرک مین اوس سے موافق ہوئی رہی کے وصی سے لوگونکو نفرت دلانے اور اوس سے متوحش کرنے اور روکنے اور اوسکی عداوت پر اونکو ابھارنے اور اوسکے قرآن کے جسکو وہ لیکر آیا تھا بدل ڈالنے کے قصد کرنے اور اوسمین سے بزرگی والونکی بزرگی اور کفار کے کفر کو ساقط کرنے سے زیادہ نہین دیکھی اور یہ اللہ نے بھی انکی سے معلوم کرلیا تھا پس فرمایا۔

كملا مشتملا على التاويل والتنزيل والمحكم والمتشابه والناسخ والمنسوخ
لم يسقط منه حرف الف ولا لام فلما وقفوا على ما بينه الله من اسماء اهل
الحق والباطل وان ذلك ان ظهر نقض ما عقدوه قالوا لا حاجة لنا فيه نحن مستغنون
عنه بما عندنا ولذلك قال فنبذوه وراء ظهورهم واشتروا به ثمنا قليلا
فبئس ما يشترون ثم دفعهم الاضطرار بورود المسائل عليهم مما لا يعلمون
تاويله الى جمعه وتاليفه وتضمينه من تلقائهم ما يقيمون به دعائم كفرهم فصرخ
مناديهم من كان عنده شئ من القران فليأتنا به ووكلوا تاليفه ونظمه
الى بعض من وافقهم على معاداة اولياء الله عليهم السلام فالفه على اختيارهم
وما يدل المتامل على اختلاف تميزهم وافترائهم وتركوا منه ما قدروا انه لهم
وهو عليهم وزادوا فيه ما ظهر تناكره وتنافره وعلم الله ان ذلك يظهر ويبين
فقال ذلك مبلغهم من العلم وانكشف لاهل الاستبصار عوارهم وافتراؤهم
والذي بدئ في الكتاب من الازراء على النبي صلى الله عليه وسلم من فرية الملحدين
ولذلك قال يقولون منكرا من القول وزورا وبين عزوجل ذكره لنبيه
صلى الله عليه واله ما يحدثه عدوه في كتابه من بعده بقوله وما ارسلنا

کے تاویل اور تنزیل اور محکم اور متشابہ اور ناسخ اور منسوخ پر مشتمل جسمین سے ایک حرف الف اور لام بہی ساقط نہین ہوا تہا اونکے پاس حاضر کیا گیا پس جب وہ
اہل حق اور باطل کو نام بنام بیان فرمایا واقف ہوئی اور سمجھی کہ اگر یہہ ظاہر ہوا تو جو کچھہ ہمنے باندہا ہے ٹوٹ جائیگا تو کہنے لگے کہ ہمکو اسکی
حاجت نہین ہے اور سبب اسکے جو ہماری پاس ہے ہم اس سے بے پروا ہین اور اسلیئے فرمایا (پس پہینک دیا اوسکو اپنی پیٹہونکے پیچہے
اور لے اسکی بدلے قیمت تہوڑی پس برا ہی جو کچھہ وہ خریدتے ہین) پہر اونکو ایسی مسائل کے وارد ہونے سے جنکی تاویل نہین جانتے تہے
قرآن کے جمع کرنے اور اکٹھا کرنے کیطرف اور اسمین ٹہرانے کیطرف جس سے اپنی کفر کے ستون قائم کرسکین مضطر کیا پس اونکا منادی چلایا کہ
جس کے پاس قرآن مین کا کچھہ ہو وہ ہماری پاس لے آوے اور اوسکی نظم و تالیف کو ایسی شخص کے سپرد کیا جو اولیا اللہ کے دشمنی پر اونکے موافق تہا
پس وہی قرآن کو جمع کیا اونکے اختیار کے موافق جو دلالت کرتا ہے اوسمین تامل کرنا اونکی خلاف تمیز اور افترا پر اور چہوڑ دیا اوسمین سے جسکو نافع جانتا
تہا حالانکہ وہ اونکے لیے مضر تہا اور زیادہ کیا اوسمین جسکا اوپرا پن اور تنافر ظاہر ہے اور اللہ نے جان لیا کہ یہہ ظاہر ہو جائیگا پس فرمایا (یہہ اونکی
پہنچنے کی جگہہ ہے علم سے) اور کہل گیا اہل استبصار کے لیے اونکا عیب اور افترا اور جو کچھہ کتاب مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منقصت کو
ظاہر کیا وہ ملحدین کا افترا ہے اور اسلیئے فرمایا (کہتے ہین بری بات اور جہوٹ) و اللہ تعالے اپنی نبی سے اوسکی بابت جو اوسکا دشمن
اوسکی کتاب مین اوسکے پیچھے پیدا کریگا اپنی اس قول کے ساتہہ ذکر فرماتا ہے - اور نہین بہیجا ہمنے - ۱۲ -

من قبلك من رسول ولا نبي الا اذا تمنى القى الشيطان فى امنيته فينسخ الله
ما يلقى الشيطان ثم يحكم الله اياته يعنى انه ما من نبى تمنى مفارقة ما يعانيه من
نفاق قومه وعقوقهم والانتقال عنهم الى دار الاقامة الا القى الشيطان المعرض
بعداوته عند فقده فى الكتاب الذى انزل عليه ذمه والقدح فيه والطعن
عليه فينسخ الله ذلك من قلوب المؤمنين فلا يقبله ولا يصغى اليه غير قلوب المنافقين
والجاهلين ويحكم الله اياته ان يحمى اوليائه من الضلال والعدوان ومشايعة
اهل الكفر والطغيان الذين لم يرض الله ان يجعلهم كالانعام حتى قال بل هم اضل سبيلا
فافهم هذا واعمل به وقال ع فى هذا الحديث بعد ان بين تاويل بعض المتشابهات
وانما جعل الله تبارك وتعالى فى كتابه هذه الرموز التى لا يعلمها غيره وانبيائه و
حججه فى ارضه لعلمه ما يحدثه فى كتابه المبدلون من اسقاط اسماء حججه منه
وتلبيسهم ذلك على الامة ليعينوهم على باطلهم فاثبت فيه الرموز واعمى قلوبهم
وابصارهم لما عليهم فى تركها وترك غيرها من الخطاب الدال على ما احدثوه
فيه وجعل اهل الكتاب المقيمين به والعاملين بظاهره وباطنه من شجرة اصلها

ف یعنی پہلے کوئی رسول ورنہ کوئی نبی مگر جب تمنا کرتا ہے ڈال دیتا ہے شیطان اوسکی آرزو میں پس منسوخ کرتا ہے اللہ اوسکو جو ڈالتا ہے شیطان پھر مستحکم کرتا ہے اللہ اپنی آیات کو یعنے کوئی نبی نہیں ہے جو تمنا کرتا ہو مفارقت اوسکی جو رنج اوٹھاتا ہے اپنی قوم کے نفاق اور اونکی نافرمانی سے اور چاہتا ہو آخرت کیطرف اونسے انتقال کرنا مگر ڈال دیتا ہے شیطان جو اوسکی دشمنی کے تعرض کرنیوالا ہے اوسکی وفات کے وقت اوس کتاب میں جو اوسپر اوتری ہے اوسکی مذمت اور قدح اور اوسپر طعن کو پس اللہ تعالے اسکو مومنین کے دلوں میں منسوخ کرتا ہے وہ اسکو قبول نہیں کرتے اور منافقون اور جاہلون کے دلونکی سوا اوس طرف متوجہ نہیں ہوتی اور مضبوط فرماتا ہے اپنی آیات کو اسطرح کہ بچاتا ہے اپنے دوستونکو گمراہی اور زیادتے سے اور اہل کفر و سرکشی کے موافقت سے جنکے لیے اللہ تعالے نے یہہ بھی پسند نہ کیا کہ اونکو مثل چوپایونکی کرے بلکہ فرمایا (وہ اون سے بھی زیادہ گمراہ ہیں) پس اسکو خوب سمجھہ اور اسپر عمل کر اور فرمایا علیہ السلام نے اس حدیث میں بعد اسکے کہ بیان کیا بعض متشابہات کی تاویل کو اور اللہ تبارک وتعالے نے اپنی کتاب میں یہہ رموز جنکو اوسکی اور اوسکے انبیا اور اوسکی حجتون کے سوا جو اوسکی زمین میں ہیں کوئی نہیں جانتا صرف اسلیئے کہین کہ وہ اوسکا واقف تہا جو تحریف کرنے والے اوسکی حجتونکی نام ساقط کرکے اور امت پر اوسکو خلط کرکے بدعت کرینگے تا اونکی باطل پر اعانت کرے پس اسلیے اوسمین رموز رکہدیئے اور اونکو دلوں اور آنکہونکو اندہا کردیا اسلیئے کہ اونپر اسکی اور اسکی غیر کے چھوڑنے میں خطاب سے ہے جو اونکی قرآن میں احداث کرنے پر دال ہے اور کیئے کتاب والے اوسکو قائم کرنے والے اور اوسکے ظاہر و باطن پر عمل کرنے والے اوس درخت سے جسکی جڑ ثابت ہے ۱۲

ثابت وفرعها فی السماء تؤتی اکلها کل حین باذن ربها ای یظهر مثل هذا العلم
المحتملة فی الوقت بعد الوقت وجعل اعدائها اهل الشجرة الملعونة الذین حاولوا
اطفاء نور الله بافواههم فابی الله الا ان یتم نوره ولو علم المنافقون لعنهم الله
ما علیهم من ترک هذه الآیات التی بینت لک تاویلها لاسقطوها مع ما اسقطوا
منه ولکن الله تبارک اسمه ماض حکمه بایجاب الحجة علی خلقه کما قال فلله الحجة البالغة
اغشی ابصارهم وجعل علی قلوبهم اکنة عن تامل ذلک فترکوه بحاله وحجبوا عن
تاکید الملتبس بابطاله فالسعداء ینتبهون علیه والاشقیاء یعمون عنه ومن لم
یجعل الله له نورا فما له من نور ثم ان الله جل ذکره بسعة رحمته ورافته بخلقه وعلمه
بما یحدثه المبدلون من تغییر کتابه قسم کلامه ثلثة اقسام فجعل قسما منه یعرفه
العالم والجاهل وقسما لا یعرفه الا من صفا ذهنه ولطف حسه وصح تمییزه ممن
شرح الله صدره للاسلام وقسما لا یعرفه الا الله وامناؤه والراسخون فی العلم و
انما فعل ذلک لئلا یدعی اهل الباطل من المستولین علی میراث رسول الله صلی الله
علیه وآله من علم الکتاب ما لم یجعله الله لهم ولیقودهم الاضطرار الی الایتمام

[ل] اور اوسکی شاخ آسمان مین ہے ہر وقت اپنا پھل دیتا ہے اپنے پروردگار کے حکم سے یعنی ظاہر ہوتا ہے یہہ علم محتملی وقتاً فوقتاً اور اوسکے دشمن شجرہ ملعونہ والونکو ٹھہرایا جنہون نے اللہ کے نور کو اپنے مونہون سے بجھانے کا قصد کیا۔ پس اللہ نے نہ مانا بجز اسکے کہ اپنے نور کو پورا کرے اور اگر منافقین لعین اوس نقصان کو جاوان پر ان آیات کے چھوڑنے سے جنکے تیرے لیے مین نے تاویل بیان کی ہے لازم آتا ہے جانتے تو اون کے ساتھ جنکو قرآن مین سے نکال دیا ہے انکو بھی نکال ڈالتے لیکن اللہ تعالے کا حکم اپنی مخلوق پر حجت لازم کرنیکا جاری ہے چنانچہ فرمایا (اللہ کے لیے پوری حجت ہی) اونکی آنکھونکو ڈھانک دیا اور اونکے دلونپر پردہ ڈال دیا اسمین تامل کرنے سی پس اسکو اپنی حال پر چھوڑ دیا اور اپنی ابطال کے ساتھ ملتبس کے تاکید کرنے سے روکی گئے پس نیک بخت اوسپر متنبہ ہوتے ہین اور بدبخت اوس سے اندہی ہوتے ہین اور جسکی لئے خدا نے نور نہین کیا پس اوسکے لیے کچھ نور نہین ہی۔ پھر اللہ تعالے نے بسبب وسعت رحمت اور اپنی مخلوق کے ساتھ مہربانی کے اور بسبب جاننی کے اوسکو جو تحریف کرنیوالے احداث کرینگی اوسکی کتاب کے تغیر سے اپنی کلام کو تین قسم پر منقسم کیا ایک قسم اوسمین سے وہ کی جسکو عالم اور جاہل سمجھین اور ایک قسم وہ کہ جسکو بجز اوسکی جسکا ذہن صاف اور حس لطیف اور تمیز صحیح ہوا ونین سے جنکا اللہ نے اسلام کے لیے سینہ کھول دیا ہے نہین سمجھ سکتا اور ایک قسم وہ ہی جسکو بجز اللہ تعالے اور اوسکے امانت دار راسخین فی العلم کے دوسرا کوئی نہین سمجھ سکتا اور یہہ اسلیے کیا تاکہ اہل باطل جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میراث علم پر مستولی ہوگئی ہین اوسکا دعوی نکرین جسکو اللہ نے اونکے لیے نہین کیا ہے ۱۲

لمن ولاه امرهم فاستکبر واعن طاعته تعززا وافترآء علی الله عزوجل واغترارا بکثرة من ظاهرهم وعاونهم وعاند الله جل اسمه ورسوله فاما ما علمه الجاهل والعالم من فضل رسول الله من کتاب الله فهو قول الله سبحانه من یطع الرسول فقد اطاع الله وقوله ان الله وملائکته یصلون علی النبی یا ایها الذین امنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما ولهذه الایة ظاهر وباطن فالظاهر قوله صلوا علیه والباطن قوله وسلموا تسلیما ای سلموا لمن وصاه واستخلفه علیکم فضله وما عهد به الیه تسلیما وهذا مما اخبرتك انه لا یعلم تاویله الا من لطف حسه وصفا ذهنه وصح تمیزه وکذلك قوله سلام علی آل یسین لان الله سمی النبی صلی الله علیه واله بهذا الاسم حیث قال یس والقران الحکیم انك لمن المرسلین لعلمه بانهم یسقطون قول سلام علی محمد کما اسقطوا غیره وما زال رسول الله یتالفهم ویقربهم ویجلسهم عن یمینه وشماله حتی اذن الله عزوجل له فی ابعادهم بقوله واهجرهم هجرا جمیلا وبقوله فما للذین کفروا قبلك مهطعین عن الیمین وعن الشمال عزین ایطمع کل امرئ منهم ان یدخل جنة نعیم کلا انا خلقناهم مما یعلمون قال واما ظهور لك

سلہ اور تاکہ اونکو اپنی ولی امر کے فرمانبرداری کیطرف جنکی طاعت سے بسبب بڑائی کے اور اللہ تعالے پر افترا کرکے اور اپنی مددگاروں اور معاونون اور خدا اور رسول کے دشمنوں کی کثرت پر دہوکہ کہا کے تکبر کیا ہے اضطرار کہینچی - لیکن وہ جسکو عالم اور جاہل رسول اللہ کی فضیلت کتاب اللہ سے سمجہہ سکے وہ قول اللہ سبحانہ - من یطع الرسول فقد اطاع اللہ - اور قول ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ہے اور اس آیت کا ظاہر و باطن ہے پس ظاہر تو قول صلوا علیہ ہے اور باطن قولہ وسلموا تسلیما ہے یعنے تسلیم کرو اوسکے لیے جسکو تمپر وصی اور خلیفہ بنایا ہے اوسکی بزرگی کو اور جو کچہہ اوسکی طرف معہود کیا ہے تسلیم کرنا اور یہہ اوس قسم سے ہے جسکی مین نے تجکو خبر دی کہ اوسکی تاویل بجز اوسکے جسکا ذہن صاف اور حس لطیف اور تمیز صحیح ہو نہین جان سکتا - اور اسیطرح قول سلام علے آل یاسین کیونکہ اللہ تعالے نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کو اس نام کے ساتہہ موسوم کیا ہے چنانچہ فرمایا یٰس والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین اسلیے کہ وہ جانتا تہا کہ وہ سلام علی محمد کو نکال دینگے جسطرح دوسرے اسموں کو نکال ڈالا اور ہمیشہ رسول اللہ اونکی تالیف کرتے رہے اور مقرب بناتے رہے اور اپنے دہنے بائین بہٹلاتے رہے یہانتک کہ اپنی قول کے ساتہہ واہجرہم ہجرا جمیلا اور اپنے اس قول سے فما للذین کفروا قبلک مہطعین عن الیمین وعن الشمال عزین ایطمع کل امرئ منہم ان یدخل جنة نعیم کلا انا خلقناہم مما یعلمون - اونکے دور کرنے کا اذن - فرمایا اور اس قول کے ہاب

علی تناکر قوله فان خفتم الا تقسطوا فی الیتمی فانکحوا ما طاب لکم من النساء ولیس یشبه القسط فی الیتمی نکاح النساء ولا کل النساء ایتاما فهو مما قدمت ذکره من اسقاط المنافقین من القران وبین القول فی الیتمی وبین نکاح النساء من الخطاب والقصص اکثر من ثلث القران وهذا وما اشبهه مما ظهرت حوادث المنافقین فیه لاهل النظر والتامل ووجد المعطلون واهل الملل المخالفة للاسلام مساغا الی القدح فی القران ولو شرحت لک کل ما اسقط وحرف وبدل مما یجری هذا المجری لطال وظهر ما تحظر التقیة اظهاره من مناقب الاولیاء ومثالب الاعداء - انتهی یہانتک جسقدر روایات نقل کی گئیے اونسے اجمالا بدلالت مطابقی قرآن مجید مین بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحریف کا واقع ہونا مختلف ائمہ کی شہادت سے ثابت ہوا اب اسکے بعد کچھ روایات وہ بہی نقل کرون جن سے تفصیلی طور پر خاص خاص سورتون اور آیتون مین تحریف کا واقع ہونا ثابت ہوتا ہو اگرچہ بندہ کے پاس بحول اللہ وہ رسالہ بہی موجود ہے جسمین مفصل ہر ایک سورہ کی تحریفات من اوله الی آخره درج ہین بلکہ علاوہ معمولی سورتون کے دو سورتین ایک سورۃ النورین اور دوسری الولایہ جو تمامہ قرآن مین سے نکال ڈالی گئے اور ابن شہر آشوب نے کتاب المثالب مین لکہی ہین اوسمین بتمامہا مذکور ہین اور ہم مفصل عرض کرسکتے ہین چنانچہ سورۃ النورین کا شروع اسطرح ہی بسم اللہ الرحمن الرحیم یا ایہا الذین امنوا امنوا بالنورین الذین انزلناہما یتلوان علیکم

(حاشیہ: تفصیلی طور پر خاص خاص سورتون مین تحریف کا واقع ہونا اور دو سورتون کا ... -)

لہ بے ربط ہونے پر تیری اطلاع فان خفتم الا تقسطوا فی الیتمی فانکحوا ما طاب لکم من النساء اور قسط فی الیتامی عورتونکی نکاح سے مشابہت نہین رکہتا اور نہ سب عورتین یتیم ہین پس وہ اس قسم سے ہے جسکو قرآن مین سے مخالفین کے نکال دینے کا پہلے ذکر کرچکا ہون - اور درمیان یتامی کے باب مین قول کے اور درمیان نکاح عورتون کے خطاب اور قصونسے تہائی قرآن سے زیادہ ہی اور یہہ اور جو اسکے مشابہ ہی اوس قسم سی ہے جسمین منافقین کے احداثات اہل نظر اور تامل کے لیے ظاہر ہوگئی اور اہل باطل اور اسلام کے مخالف دین والون نے قرآن مین اعتراض کرنیکا رستہ پالیا اور اگر مین تمام وہ بیان کرون جو نکالا گیا ہے اور تحریف وتبدیل کیا گیا ہی جو اسکے قائم مقام ہے تو طول ہو اور جسکے اظہار کو دوستون کے مناقب اور دشمنون کے معائب سے تقیہ باز رکہتا ہے وہ ظاہر ہوجاسے - ۱۲

ایاتی ونجیرانکم عذاب یوم عظیم نوران بعضہا من بعض وانا السمیع العلیم

ان الذین یوفون بعہد اللہ ورسولہ فی الدلہم جنات نعیم والذین یکفرون من

بعد ما امنوا بنقضہم میثاقہم وما عاہدہم الرسول علیہ یقذفون فی الجحیم

ظلموا انفسہم وعصوا الوصی اولئک یسقون من حمیم - الی الخرافات اور سورۃ

الولایۃ کے ابتدائی فقرات یہہ ہین بسم اللہ الرحمن الرحیم یاایہا الذین

امنوا امنوا بالنبی والولی الذین بعثنا ہما یہدیانکم الی صراط مستقیم نبی وولی

بعضہا من بعض وانا العلیم الخبیر الذین یوفون بعہد اللہ لہم جنات النعیم

الیٰ اخر الہفوات لیکن چونکہ اندیشہ تطویل و امن السلم مین وجہہ رہا ہے اسلیئے صرف اوسی قدر قلیل پر

اکتفا کرتا ہوں جو صاحب صافی نے اپنی تفسیر مین لکھا ہے اور جو روایات کہ تفسیر صافی سے نقل

ہو چکی ہین مفسر صاحب بعد نقل روایات لکھتے ہین - اقول[1] المستفاد من مجموع ہذہ الاخبار

وغیرہا من الروایات من طریق اہل البیت علیہم السلام ان القران الذی

بین اظہرنا لیس بتمامہ کما انزل علی محمدؐ بل منہ ما ہو خلاف ما انزل اللہ ومنہ

ما ہو مغیر محرف وانہ قد حذف عنہ اشیاء کثیرۃ منہا اسم علیؑ علیہ السلام فی

کثیر من المواضع ومنہا لفظۃ ال محمدؐ غیر مرۃ ومنہا اسماء المنافقین فی مواضعہا ومنہا

غیر ذلک وانہ لیس ایضاً علی الترتیب المرضے عند اللہ وعند رسولہ وبہ قال علی

ابن ابراہیم قال فی تفسیرہ واما ما کان خلاف ما انزل اللہ فہو قولہ تع کنتم خیر امۃ

[1] مین کہتا ہون کہ ان احادیث سے اور سوائے انکی اون روایات سے جو بطریق اہل بیت مروی ہین - یہہ حاصل ہوتا ہے کہ جو قرآن ہمارے درمیان موجود ہے یہہ پورا نہین جسطرح کہ محمدؐ پر نازل ہوا تہا بلکہ اسمین وہ جو مخالف ہے اوسکی جو اللہ نے نازل کیا اور اس مین تحریف تغیر کیا ہوا ہے اور اسمین سے بہت سی اشیاء نکالی گئی ہین علی کا نام بہت جگہ سے نکالا گیا - لفظ آل محمد چند جگہ سے اور منافقین کے نام اپنی جگہ سے نکالی گئے وغیرہ وغیرہ اور یہہ خدا اور رسول کے پسندیدہ ترتیب پر نہین + علی بن ابراہیم نے اپنے تفسیر مین کہا ہے اور لیکن جو خلاف نزول کے ہی ہیں وہ قولہ تعالے کنتم خیر امۃ ۱۲ -

اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنکر وتومنون باللہ فقال ابو عبداللہ علیہ السلام لقاری ھذہ الآیۃ خیر امۃ تقتلون امیر المومنین والحسین بن علی فقیل لہ فکیف نزلت یا ابن رسول اللہ فقال انما نزلت خیر ائمۃ اخرجت للناس الا تری مدح اللہ لھم فی اخر الآیۃ تامرون بالمعروف وتنهون عن المنکر وتومنون باللہ ومثلہ انہ قرئ علی ابی عبداللہ الذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریاتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما فقال ابو عبداللہ علیہ السلام لقد سالوا اللہ عظیما ان یجعلھم للمتقین اماما فقیل لہ یا ابن رسول اللہ کیف نزلت فقال انما نزلت واجعل لنا من المتقین اماما وقولہ لہ معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ فقال ابو عبداللہ علیہ السلام کیف یحفظ الشی من امر اللہ وکیف یکون المعقب من بین یدیہ فقیل لہ وکیف ذلک یا ابن رسول اللہ فقال انما انزلت لہ معقبات من خلفہ ورقیب من بین یدیہ یحفظونہ بامر اللہ ومثلہ کثیر قال واما ما ھو محذوف عنہ فھو قولہ لکن اللہ یشہد بما انزل الیک فی علی کذا انزلت انزلہ بعلمہ والملائکۃ یشہدون وقولہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل

لہ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتومنون باللہ۔ ابو عبداللہ علیہ السلام نے اس آیت کے پڑھنے والیکو فرمایا کہ امیر المومنین کو اور حسین بن علی کو قتل کرو اور بہتر امت ہو کسینے عرض کیا تو پھر یہہ آیت کیونکر نازل ہوئی اے رسول اللہ کے فرزند فرمایا صرف اسطرح نازل ہوئی ہی خیر ائمہ اخرجت للناس کیا تو نہیں دیکھتا اللہ تعالے نے آخر آیت میں اونکی مدح کی ہے کہ بھلائی کا حکم کرتے ہو برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اسکی مثل یہہ ہے کہ کسینے امام ابو عبداللہ کے روبرو پڑھا الذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریاتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما۔ امام ابو عبداللہ نے فرمایا تحقیق بڑی امر کا سوال کیا یہہ کہ اونکو متقیوں کا امام بناوے عرض کیا گیا اے رسول اللہ کے فرزند تو یہہ آیت کیونکر نازل ہوئی فرمایا یہہ اسطرح نازل ہوئی ہے واجعل لنا من المتقین اماما۔ اور قول اللہ تعالے لہ معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ ابو عبداللہ نے فرمایا کہ امر شی کی کیونکر حفاظت ہوتی ہے اور معقب سامنے کیونکر ہوتا ہے عرض کیا گیا اے رسول اللہ کے فرزند یہہ کیونکر ہے فرمایا یہہ اسطرح نازل ہوئی ہے۔ لہ معقبات من خلفہ ورقیب من بین یدیہ یحفظونہ بامر اللہ اور مثل اسکی بہت ہے اور اسمین جو محذوف ہے وہ قولہ تعالے لکن اللہ یشہد بما انزل الیک فی علی۔ اسیطرح نازل ہوئی ہے اور قولہ تعالے یا ایہا الرسول بلغ ما انزل ۔ ۱۲ ۔

الیک من ربک فی علی فان لم تفعل فما بلغت رسالته وقوله ان الذین کفروا وظلموا آل محمد حقهم لم یکن الله لیغفر لهم وقوله وسیعلم الذین ظلموا آل محمد حقهم ای منقلب ینقلبون وقوله تری الذین ظلموا آل محمد حقهم فی غمرات الموت ومثله کثیر نذکره فی مواضعه قال واما التقدیم والتاخیر فان آیة عدة النساء الناسخة التی اربعة اشهر وعشر قدمت علی المنسوخة التی هی سنة وکان یجب ان یقرأ المنسوخة التی نزلت قبل ثم الناسخة التی بعد وقوله افمن کان علی بینة من ربه ویتلوه شاهد منه ومن قبله کتاب موسی اماما ورحمة وانما هو ویتلوه شاهد منه اماما ورحمة ومن قبله کتاب موسی وقوله وما هی الا حیوتنا الدنیا نموت ونحیا وانما هو نحیا ونموت لان الدهریة لم یقروا بالبعث بعد الموت وانما قالوا نحیی ونموت فقدموا حرفا علی حرف ومثله کثیر قال واما الآیات التی هی فی سورة وتمامها فی سورة اخری فقول موسی اتستبدلون الذی هو ادنی بالذی هو خیر اهبطوا مصرا فان لکم ما سألتم فقالوا یا موسی ان فیها قوما جبارین وانا لن ندخلها حتی یخرجوا منها فان یخرجوا منها فانا داخلون ونصف الآیة فی سورة البقرة ونصفها

الیک من ربک فی علی فان لم تفعل فما بلغت رسالته اور قوله تعالے ان الذین کفروا وظلموا آل محمد حقهم ای منقلب ینقلبون اور قوله تعالے تری الذین ظلموا آل محمد حقهم فی غمرات الموت - اور مثل اسکی بہت ہی اوسکو اسکی جگہ ذکر کرینگے اور لیکن تقدیم و تاخیر پس تحقیق عورتونکی عدت دس دن چار مہینے کے آیت جو ناسخہ ہی آیت منسوخہ پر مقدم کی گئی ہے جسمین سال بہر عدت ہی اور واجب تہا کہ آیت منسوخہ جو پیشتر نازل ہوئی پہلی پڑہی جاے پہر ناسخہ ہوتے جو پیچہے ہے اور قوله تعالے افمن کان علی بینة من ربه ویتلوه شاهد منه ومن قبله کتاب موسی اماما ورحمة اور حقیقت مین اسطرح ہے ویتلوه شاهد منه اماما ورحمة ومن قبله کتاب موسی اور قوله تعالے وما هی الا حیوتنا الدنیا نموت ونحیی اور حقیقت مین اسطرح تہا نحیی ونموت - کیونکہ دہریون نے مرنے کے بعد اوٹہنے کا اقرار نہین کیا تہا اور صرف وہ کہتے تہے کہ ہم زندہ رہینگے اور مر جاوینگے پس ایک حرف کو دوسری حرف پر مقدم کردیا اور اسکی مثل بہت ہے اور وہ آیتین جو خود ایک سورة مین واقع ہین اور اونکا تتمہ دوسری سورة مین ہی پس حضرت موسی کا قول اتستبدلون الذی هو ادنی بالذی هو خیر اهبطوا مصرا فان لکم ما سألتم اسکے جواب مین بنی اسرائیل نے کہا یا موسی ان فیها قوما جبارین وانا لن ندخلها حتی یخرجوا منها فان یخرجوا منها فانا داخلون - ادہی آیت سورة بقرہ اور ادہی ۱۲ —

فی سورۃ المائدۃ وقولہ اکتتبها فهی تملی علیه بکرۃ واصیلا فرد اللہ علیهم

وماکنت تتلوا من قبلہ من کتاب ولا تخطه بیمینک اذا لارتاب المبطلون

فنصف الایۃ فی سورۃ الفرقان ونصفها فی سورۃ العنکبوت ومثله کثیر انتهی

کلامہ علاوہ ازین تفسیر آیات مین اس قسم کے بہت روایتین ذکر کی ہین تفسیر سورہ نحل مین ہے وفی الکافی

عنه (عن الصادق) انه قراء ان تکون ائمة هی ازکی من ائمتکم فقیل اما تقراءها

امة هی اربی من امة فقال وما اربی وما بیده فطرحها - سورۃ واقعہ مین ہے القمی عن الصادق انه قراء

وطلع منضود قال بعضہم لبعض وفی المجمع روت العامة عن علی انه قراء رجل عنده

وطلح منضود فقال ما شان الطلح انما هو وطلع کقوله ونخل طلعها هضیم فقیل له الا

تغیره فقال ان القران لا یهاج الیوم ولا یحرک ورواه عن ابنه الحسن وقیس بن سعد

ورواه اصحابنا عن یعقوب قال قلت لابی عبد اللہ وطلح منضود قال لا وطلع منضود

علاوہ انکے صدہا روایات ہین جو اثبات تحریف وابطال مدعا مجیب پر ادل دلیل ہین - اور جسقدر روایات

واحادیث ثبوت تحریف مین صاحب صافی نے بیان کی ہین اور ہم اوپر نقل کرآئے ہین - اگر اوسپر تفصیل کے ساتھ

بحث کیجاوے تو خوف تطویل دامنگیر ہے - بلکہ یہہ رسالہ شرح مطالب کو بھی متحمل نہین ہے اسلیے صرف

اسی قدر گذارش پر اکتفا کیجاتی ہے کہ روایات مذکورہ سے مثل روز روشن تحریف کا واقع ہونا اصول شیعہ

بتواتر قطعاً ثابت ہوا - اور فاضل مجیب کا دعوی کہ کتاب اللہ کی تعظیم وتکریم وتقدیم اجماعی اہل ایمان ہے

۱؎ آیت سورہ مائدہ مین ہے اور قولہ تعالے اکتتبها فهی تملی علیه بکرہ واصیلا - پس اللہ تعالی نے اونپر رد کردیا وماکنت تتلو من قبلہ من کتاب ولا تخطه بیمینک اذا لارتاب المبطلون - آدہی آیت سورہ فرقان مین ہے اور آدہی سورہ عنکبوت مین ہے اور اس جیسا بہت ہے " - ۲؎ اور کافی مین امام صادق ع سے مروی ہے کہ آپ نے پڑہا - ان تکون ائمہ ہی ازکی من ائمتکم - کسی نے عرض کیا کہ ہم تو اسطرح پڑہتے ہین - امۃ ہی اربی من امۃ تو آپ نے اپنے ہاتہہ سے اشارہ کرکے اوسکو ڈال دیا - قمی نے صادق ع سے روایت کیا ہے وطلع منضود - ایک دوسری کے طرف مائل - مجمع مین ہے عامہ نے علی سے روایت کی ہے کہ کسی شخص نے آپ کے سامنے پڑہا وطلح منضود آپ نے فرمایا طلح کا کیا حال ہے یہہ تو صرف وطلع ہے جیسا قولہ تعالے ونخل طلعها هضیم کسی نے عرض کیا پہر آپ اسکو بدل نہین دیتے فرمایا اب قرآن ہلایا جاتا اور نہ جنبش دیا جا سکتا ہے اور اسکو آپ سے روایت کیا ہے آپکے فرزند حسن ع نے اور قیس بن سعد نے اور ہمارے اصحاب نے اسکو یعقوب سے روایت کیا ہے کہ مینے ابو عبد اللہ سے کہا وطلح منضود فرمایا نہین [illegible] وطلع منضود "

جس سے بقرینہ سیاق عبارت یہہ مراد ہے کہ عدم تحریف قرآن اجماعی اہل تشیع ہی باطل ہوا اور ظاہر ہے
کہ اجماع کا انعقاد کسی حکم پر جبتک کہ پہلے اوسپر کوئی دلیل شرعی قائم نہو اور اوسکے لیے کوئی
اصل نہو نہین ہوسکتا۔ اور جبکہ نقیض حکم پر دلائل قطعیہ قائم ہون تو اس صورت مین خلاف
دلائل قطعیہ کے انعقاد اجماع محال اور غلط ہے اگر اجماع ہوگا تو وہ ایسا ہوگا جیسا نصاری کا اجماع
اسپر کہ عیسی بن مریم ابن اللہ ہین۔ اور ہرگز یہہ اجماع دلائل شرعیہ سے نہ سمجھا جائیگا اور اگر ان روایا تکو
جو عنوانات مختلفہ کے ساتھہ مختلف ائمہ سے مختلف رواۃ نے روایت کیا ہے کذب اور دروغ
اور افترا اور بہتان سمجھا جاوے تو یہہ کذب و افترا ا کسی طرف منسوب ہوگا جناب ائمہ با وجود عصمت کے
بطور تقیہ جہوٹ فرما سکتے ہین لیکن ان روایات مین تقیہ کی گنجائش نہین بلکہ ان کا اظہار خلاف
تقیہ کے ہے کیونکہ مخالفین کے مخالف ہی تو ایسی حالت مین یہہ کذب ائمہ کیطرف کیونکر نسبت
کیا جائے اگر تقیہ کی گنجائش ہوتی تو حضرات شیعہ اس کذب و افترا سے اونہین کیے پاک و انکو
ملوث فرماتے۔ اور رواۃ اگر ایک دو ہوتی یا ضعفا و مجاہیل و کذاب و ضماع ہوتی تو البتہ مضائقہ
نہ تہا کہ یہہ کذب اونہین کے نامہ اعمال مین سمجھا جاتا۔ لیکن جب ثقات و معتبرین کثیر التعداد نے روایت
کی ہے علی الخصوص اونہین سے ایکی ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب الکلینی اور اونکے اوستاد علی بن
ابراہیم نے اپنے اساتذہ سے جو ثقات و معتبرین ہین تخریج کی ہے اور کوئی روایت معارض
انکی پائی نہین جاتی جسکی وجہ سے ان روایات کو دروغ سمجھا جاوے اور اگر ہے تو محمول تقیہ پر ہوسکتی ہی
تو ایسی صورت مین کذب رواۃ ہرگز قرین قیاس نہین بلکہ بداہتہً معلوم ہوتا ہے کہ انکی رواۃ عدول
و ثقات نے جیسا ائمہ سے سنا اوسیطرح روایت کردیا پس اگر آپ ان رواۃ کو جہوٹا بنائین یہہ بہی
بعید از انصاف ہی اور کوئی تیسرا احتمال باقی نہین رہا جو جہوٹ کا راستہ ہو مگر یہہ کہ تمام رواۃ نے
عن آخرہم خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم کے بغض و عداوت اور صحابہ کی مخالفت پر متفق ہوکر اپنی اسلام
مین یہہ رخنہ ڈالا اور یہہ افترا و بہتان باندہا جس سے اپنے دین و ایمان کو اپنی ہاتھون آپ برباد
کردیا اور آیت شریفہ کا مضمون صادق آیا یخربون بیوتہم بایدیہم وایدی المومنین فاعتبروا

یا اولی الابصار اور اسکا قائل ہونا عین سنن ہی۔ غرض روایات مذکورہ سے کلام مجید مین تحریف کا خلفاء و صحابہ کیطرف سے واقع ہونا متواتر المعنے ثابت ہوگیا اب اسکے بعد ہمکو کچھہ ضرورت نہین تہی کہ ہم اپنی فاضل مخاطب کے دعوے کے ابطال کے لئے یہہ ثابت کرین کہ اکابر و اعاظم متشعین کا مذہب ہی کہ قرآن شریف مین تحریف ہوئی اور بعض متاخرین نے بہی تصریح کی ہے اور اسلیئے قرآن مجید کو اپنے مقابلہ مین قابل حجت و استدلال نہین سمجہا ہے کیونکہ جب ایک امر ائمہ سے متواتر المعنے ثابت ہوگیا اور اوسمین کسی قسم سے نہ تقیہ کو راہ ہے نہ تاویل کی گنجائش ہے تو ایسی امر کا انکار فی الحقیقت اماما ائمہ کا انکار ہے جسکو شاید ہماری فاضل مخاطب کفر و الحاد اعتقاد فرماتے ہونگی لیکن چونکہ ہماری حضرت مخاطب کو اسکی طرف تعطش زائد الوصف ہی اور نہایت مبالغہ کے ساتھہ انکا انکار ہے اسلیئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نقل مذاہب بیان کرکے قوت و ترجیح اصول و قواعد مسلمہ شیعیہ تحریر کرین پس اسکی لیے بہی زیادہ تکلف کی ضرورت نہین ہے اوسی تفسیر صافی کا مقدمہ سادسہ آخر سے ملاحظہ فرماوین وہ لکہتے ہین۔ واما اعتقاد مشائخنا رحمہم اللہ فی ذلک فالظاہر من ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب الکلینی طاب ثراہ انہ کان یعتقد التحریف والنقصان فی القران لانہ روی روایات فی ہذا المعنی فی کتابہ الکافی ولم یتعرض لقدح فیہا مع انہ ذکر فی اول الکتاب انہ یثق بما رواہ فیہ وکذلک استادہ علی بن ابراہیم القمی فان تفسیرہ مملو منہ ولہ غلو فیہ وکذلک الشیخ احمد بن ابی طالب الطبرسی قدس سرہ فانہ ایضا نسج علی منوالہما فی کتاب الاحتجاج اما الشیخ ابو علی الطبرسی فانہ قال فی مجمع البیان اما الزیادۃ

[illegible] اعتقاد دربارۂ تحریف قرآن ۱۲

---

[۱] اور لیکن اس بارہ مین ہمارے مشائخ رحمہم اللہ کا اعتقاد پس ظاہر محمد بن یعقوب کلینی طاب ثراہ قرآن مین تحریف و نقصان کا معتقد تہا کیونکہ اوسنے اس باب مین اپنی کتاب کافی مین بہت سی روایتین روایت کی ہین اور اونمین قدح سے تعرض نہین کیا باوجودیکہ اوسنے شروع کتاب مین ذکر کیا ہے کہ وہ اون روایتون پر جو اوسمین روایت کئی ہین اعتماد کرتا ہے اور اسیطرح اوسکا اوستاد علی ابن ابراہیم قمی اوسکی تفسیر اس سے بہری ہوئی ہے اور اوسکو اس مین نہایت غلو ہی اور اسیطرح شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی قدس سرہ نے اپنی کتاب احتجاج مین اونہی دونو کی منوال پر بنا ہی لیکن شیخ ابو علی طبرسی پس اوسنے مجمع البیان مین کہا ہے ۱۲۔

فیه[1] فمجمع علی بطلانه واما النقصان فیه فقد روی جماعة من اصحابنا وقوم من حشویة
العامة ان فی القران تغییرا ونقصانا والصحیح من مذهب اصحابنا خلافه وهو الذی
نصره المرتضی ره واستوفی الکلام فیه غایة الاستیفاء فی جواب المسائل الطرابلسیات وذکر
فی مواضع ان العلم بصحة نقل القران کالعلم بالبلدان والحوادث الکبار والوقائع
العظام والکتب المشهورة واشعار العرب المسطورة فان العنایة اشتدت والدواعی
توفرت علی نقله وحراسته وبلغت حدا لم تبلغه فیما ذکرناه لان القران معجز النبوة
وماخذ العلوم الشرعیة والاحکام الدینیة وعلماء المسلمین قد بلغوا فی حفظه
وحمایته الغایة حتی عرفوا کل شی اختلف فیه من اعرابه وقرائته وحروفه وایاته فکیف یجوز
ان یکون مغیرا او منقوصا مع العنایة الصادقة والضبط الشدید وقال ایضا
قدس الله روحه ان العلم بتفصیل القران وابعاضه فی صحة نقله کالعلم بجملته وجری
ذلک مجری ما علم ضرورة من الکتب المصنفة ککتاب سیبویه والمزنی فان اهل العنایة
بهذا الشان یعلمون من تفصیلها ما یعلمونه من جملتها حتی لو ان مدخلا ادخل فی کتاب
سیبویه بابا فی النحو لیس من الکتاب لعرف ومیز وعلم انها ملحق ولیس من اصل الکتاب

[1] کہ قرآن میں زیادتی کا باطل ہونا تو متفق علیہ ہے لیکن کمی کا ہونا پس ہماری اصحاب میں سے ایک جماعت نے اور حشویہ عامہ میں سے ایک قوم نے
روایت کیا ہے کہ قرآن میں تغیر اور کمی ہے اور صحیح یہ ہے کہ ہمارے اصحاب کا مذہب اسکے خلاف ہے اور سید مرتضی نے بھی نصرت کی ہے
اور جواب مسائل طرابلسیات میں کلام کو غایت درجہ استیفا پر پہنچایا ہے اور ذکر کیا ہے کہ قرآن کی نقل کے صحت کا علم مثل علم شہروں
اور بڑے بڑے حوادث اور وقائع اور مشہور کتابوں اور عرب کے لکھے ہوئی شعروں کی ہے پس تحقیق اوسکی نقل و حفاظت پر توجہ شدید اور دواعی
وافر ہیں اور اس حد کو پہنچ چکے ہیں کہ امور مذکورہ اس حد کو نہیں پہنچے کیونکہ قرآن نبوت کا معجزہ اور علوم شرعیہ اور احکام دینیہ کا
ماخذ ہے اور علماء اہل اسلام اوسکی حفظ و حمایت میں غایت درجہ کو پہنچ چکے یہانتک کہ اوسکی ہر ایک شی مختلف فیہ کو اعراب و قرات
اور حروف اور آیات کو پہچان لیا تو باوجود اس سچی توجہ اور نہایت ضبط کی کیونکر ممکن ہے کہ بدلا ہوا یا کم کیا ہوا ہو۔ اور سید مرتضی
قدس روحہ نے فرمایا ہے کہ قرآن کے تفصیل اور اجزاء کا علم صحت نقل میں اوسکے مجموعہ کے برابر ہے اور یہ بمنزلہ اوسکی ہے جو کتب مصنفہ
بداہتہ معلوم ہے مثل سیبویہ اور مزنی کی کتاب کے کیونکہ اس فن کے توجہ والے جسقدر اوسکی جملے کو جانتے ہیں اوسیقدر اوسکی تفصیل
واقف ہیں یہانتک کہ اگر کوئی شخص نحو کا کوئی ایسا باب کتاب میں بڑھا دے جو اوس میں نہو تو صاف پہچانا جائیگا اور جدا ہوگا
اور معلوم ہوگا کہ یہ ملحق ہے اور اصل کتاب میں سے نہیں ہے ۔ ۱۲

وکذلک القول فی کتاب المزنی ومعلوم ان العنایة بنقل القرآن وضبطه اصدق من
العنایة بضبط کتاب سیبویه ودواوین الشعراء وذکر ایضا ان القرآن کان علی عهد
رسول الله مجموعا مولفا علی ما هو علیه الآن واستدل علی ذلک بان القرآن کان
یدرس ویحفظ جمیعه فی ذلک الزمان حتی عین علی جماعة من الصحابة فی حفظهم له و
انه کان یعرض علی النبی ص ویتلی علیه وان جماعة من الصحابة مثل عبد الله بن مسعود
وابی بن کعب وغیرهما ختموا القرآن علی النبی عدة ختمات وکل ذلک یدل بادنی تامل
علی انه کان مجموعا مرتبا غیر مبتور ولا مبثوث وذکر ان من خالف فی ذلک من الامامیة
والحشویة لا یعتد بخلافهم فان الخلاف فی ذلک مضاف الی قوم من اصحاب الحدیث
نقلوا اخبارا ضعیفة ظنوا صحتها لا یرجع بمثلها عن المعلوم المقطوع علی صحته

اس سے پہلے کہ مین خود اس لغو تاویل کے جو بمعارضہ روایات صحیحہ کے فرمائی ہے تغلیط کرون مناسب معلوم
ہوتا ہے کہ جو اسکی تغلیط صاحب صافی نے کی ہے نقل کرون اور بعد اوسکے پھر گذارش کرونگا کہ اصول
شیعہ کے موافق حق کیا ہے اور راجح کسکا قول ہے اب صرف مفسر صافی کی تحقیق سن لیجیے وہ
فرماتے ہین - اقول لقائل ان یقول کما ان الدواعی کانت متوفرة علی نقل القرآن
وحراسته من المؤمنین کذلک کانت متوفرة علی تغییره من المنافقین المبدلین للوصیة

ل۱ اوسیطرح مزنی کی کتاب مین بھی کہا جا سکتا ہے اور معلوم ہے کہ قرآن کی نقل کیطرف توجہ اور اوسکا ضبط سیبویہ کی کتاب
اور شعرا کے دیوانون کے ضبط سے زیادہ سچے ہین اور نیز ذکر کیا ہے کہ زمانہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مین اسکی موافق جو
مجموع تھا جیسا اب ہے اور اس پر اسطرح استدلال کیا ہے کہ اوس زمانہ مین تمام قرآن کے حفظ اور تدریس ہوتی تھی یہانتک
کہ صحابہ مین سے ایک جماعت اوسکی حفظ کے لیے مقرر ہوئی اور حضرت صلعم پر پیش ہوتا تھا اور آپ پر پڑھا جاتا تھا اور صحابہ مین سے
ایک جماعت نے مثل عبد اللہ بن مسعود رض اور ابی بن کعب رض وغیرہ نے بہت سے ختم آپکو سنائی اور یہہ ادنی تامل
کے ساتھ اسپر دلالت کرتا ہے کہ قرآن مجموع مرتب تھا پراگندہ نہ تھا اور بیان کیا ہے کہ اس باب مین جو لوگ امامیہ اور حشویہ
مخالف ہوئی ہین اونکا خلاف معتبر نہین ہے کیونکہ اس بارہ مین خلاف محدثین مین سے ایک قوم کیطرف منسوب ہے جنہون نے
صحیح سمجھکر ضعیف حدیثین نقل کی ہین اون جیسی روایات کے ساتھ ایسی امر سے نہین رجوع کیا جاتا جسکی صحت یقینی ہے"

ل۲ مین کہتا ہون کہ معترض کو گنجائش ہے کہ جیسے مومنین کیطرف سے قرآن کی نقل کے حفاظت پر دواعی وافر تھے
اسیطرح منافقون وصیت کے بدلنے والون ۱۲

المغيرين للخلافة لتضمنه ما يضاد رايهم وهواهم والتغير فيه ان وقع فان ما وقع
قبل انتشاره في البلدان واستقراره على ما هو عليه الآن والضبط الشديد وانما
كان بعد ذلك فلا تنافي بينهما بل لقائل ان يقول انه ما تغير في نفسه وانما
التغير في ما بهم اياه وتلفظهم به فانهم ما حرفوا الا عند نسخهم من الاصل وبقي
الاصل على ما هو عليه عند اهله وهم العلماء به فما هو عند العلماء ليس
بمحرف وانما المحرف ما اظهروه لاتباعهم واما كونه مجموعا في عهد النبي صلى الله عليه وآله على ما هو
عليه الآن فلم يثبت وكيف كان مجموعا وانما كان ينزل نجوما وكان لا يتم الا بتمام
عمره وامّا درسه وختمه فانما كانوا يدرسون ويختمون ما كان عندهم منه
لا تمامه ۔ اسکے بعد شیخ صدوق اور شیخ طوسی کا مذہب ذکر کرکے اوسکا ابطال وتغلیط کرتا ہے
اسلیے اوسکو بہی نقل کردوں تاکہ ہمارے فاضل محب کے دلمیں حسرت نرہ جاوے ۔ وقال شيخنا[٢]
الصدوق رئيس المحدثين محمد بن علي بن بابويه القمي طيب الله ثراه في
اعتقاداته اعتقادنا ان القران الذي انزله الله على نبيه هو ما بين الدفتين
وما في ايدي الناس ليس اكثر من ذلك قال ومن نسب الينا انا نقول انه

---

[١] خلافت کے اوٹہنی والوں کے طرف سے قرآن کے تحریف پر دواعی وافر تہی کیونکہ قرآن اونکی رائی اور خواہش کے مخالف کو متضمن تہا اور اگر اوسمین تحریف واقع ہوئی ہے تو شہروں مین پہیلنے اور جس ترتیب پر اب ہے اس پر مستقر ہونے سے پیشتر واقع ہوئی اور ضبط شدید بہی صرف اسکے بعد ہی تہا تو اسمین باہم کچہہ منافات نہین ہے ۔ بلکہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ نفس قرآن مین کچہہ تغیر نہین ہوا تغیر صرف اونکے لکہنے مین اور پڑہنے مین ہوا ہے ۔ کیونکہ اونہون نے تحریف اصل سے نقل کرنے کے وقت اوسمین کی ہے اور اصل جیسا تہا ویسا ہی اوسکی اہل کے پاس موجود ہے اور وہ علماء ہین تو جو علماء کے پاس ہے وہ محرف نہین ہے محرف صرف وہ ہے جو اونہون نے اپنے اتباع کے لیے ظاہر کیا ۔ اور اسکے موافق جیسا اب ہے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کے عہد مین مجموع ہونا ثابت نہین ہوا اور اوسوقت کیونکر مجموع ہو سکتا ہے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نازل ہوتا تہا اور حضرت کی عمر شریف کے تمام ہونے پر تمام ہوا ۔ اور قرآن کا درس اور ختم صرف اوسیقدر کا تہا جسقدر اونکے پاس تہا نہ تمام کا ۔

[٢] اور ہمارے شیخ صدوق رئیس المحدثین طیب اللہ ثراہ نے اپنے اعتقادات مین کہا ہے ہمارا اعتقاد یہہ ہے کہ قرآن جو اللہ نے اپنے نبی پر نازل کیا وہی ہے جو دفتین مین اور لوگون کے ہاتہو مین ہے اس سے زیادہ نہین اور جو ہماری طرف نسبت کرے کہ ہم قائل ہین ۔ ۱۲

اكثر من ذلك فهو كاذب وقال شيخ الطائفة محمد بن الحسن الطوسى رحمه الله
عليه فى تبيانه واما الكلام فى زيادته ونقصانه فمما لايليق به لان الزيادة
فيه مجتمع على بطلانه والنقصان منه فالظاهر ايضاً من مذهب المسلمين خلافه
وهو الاليق بالصحيح من مذهبنا وهو الذى نصره المرتضى ره وهو الظاهر فى الروايات
غير انه روى روايات كثيرة من جهة الخاصة والعامة بنقصان كثير من آى القرآن ونقل
شئ منه من موضع الى موضع طريقها الآحاد التى لا توجب علماً فالاولى الاعراض
عنها وترك التشاغل بها لانه يمكن تاويلها ولو صحت لما كان ذلك طعناً على ما
هو موجود بين الدفتين فان ذلك معلوم صحته لا يعترضه احد من
الامة ولا يدفعه ورواياتنا متناصرة بالحث على قرائته والتمسك بما فيه
ورد ما يرد من اختلاف الاخبار فى الفروع اليه وعرضها عليه فما وافقه عمل
عليه وما خالفه يجتنب ولم يلتفت اليه وقد ورد عن النبى صلعم رواية لا يدفعها احد
انه قال انى مخلف فيكم الثقلين ما ان تمسكتم بهما لن تضلوا كتاب الله وعترتى
اهل بيتى وانهما لن يفترقا حتى يردا على الحوض وهذا يدل على انه موجود فى كل عصر

یا کہ قرآن اس سے زیادہ ہے وہ جھوٹا ہے اور شیخ طوسی محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تبیان میں کہا ہے کہ
قرآن کے زیادتی و کمی میں کلام کرنا لائق نہیں کیونکہ زیادتی کا باطل ہونا اتفاقی ہے اور کمی ہونا بھی ظاہراً تمام مسلمانوں کے
مذہب کے خلاف ہے اور یہی ہمارے صحیح مذہب کے لائق ہے اور اسکی مرتضے نے بھی تائید کی ہے اور روایات سے بھی یہی ظاہر ہے
مگر یہہ کہ قرآن میں سے بہت سی آیتیں کم ہونے اور ایک جگہ سے دوسرے جگہہ منتقل ہونے میں شیعہ اور غیر شیعہ کے طریقہ سے بہت سے
روایات مروی ہوئی ہیں اونکا طریق آحاد ہے جو مفید علم یقین کو نہیں ہو سکتا تو اون سے اعراض کرنا اور اونمیں مشغولی ترک
کرنا اولے ہے کیونکہ اونکی تاویل ممکن ہے اور اگر یہہ روایات صحیح ہوں تو یہہ طعن اوسپر نہیں ہے جو اب بین الدفتین موجود ہے
کیونکہ اسکی صحت یقینی ہے امت میں سے اسپر نہ کوئی اعتراض کرتا ہے نہ کوئی رد کرتا ہے اور ہماری روایتیں اسکی قرأت پر رغبت
کرنے کی اور اسکے ساتھہ تمسک کے اور فروعی اختلاف احادیث کو اسکی طرف لوٹانے کے اور اسپر پیش کرنے کی باہم تائید کرتے ہیں
چنانچہ جو حدیث اسکی موافق ہوگی اوسپر عمل ہوگا اور جو اسکے مخالف ہوگی اوس سے اجتناب ہوگا اور اوسکی طرف التفات نہوگا
اور تحقیق نبی صلعم سے روایت وارد ہوئی ہے جسکو کوئی رد نہیں کرتا میں تم میں ثقلین کو چھوڑتا ہوں اگر تم اونکے ساتھہ تمسک کروگے تو ہرگز گمراہ نہو گے
ایک قرآن دوسری میری عترت میری اہلبیت اور یہہ جدا نہوں گی یہانتک کہ میرے پاس حوض پر آئینگے اور یہہ اسپر دال ہے کہ قرآن

لانه لا یجوز ان یامرنا بالتمسک بما لا نقدر علی التمسک به کما ان اهل البیت و من یجب اتباع قوله حاصل فی کل وقت و اذا کان الموجود بیننا مجمعا علی صحته فینبغی ان یتشاغل بتفسیره و بیان معانیه و ترک ما سواه یہانتک نقل کرکے علامہ صاحب تفسیر صافی نے اسکی بھی تغلیط و تردید کردے اور فرمایا اقول[2] یکفی فی وجوده فی کل عصر وجوده جمیعا کما انزل الله محفوظا عند اهله و وجود ما احتجنا الیه من عندنا و ان لم نقدر علی الباقی کما ان الامام کذلک فان الثقلین سیان فی ذلک و لعل هذا هو المراد من کلام الشیخ و اما قوله و من یجب اتباع قوله فالمراد به البصیر بکلامهم فانه فی زمان غیبتهم قائم مقامهم لقولهم علیه السلام انظروا الی من کان منکم قد روی حدیثنا و نظر فی حلالنا و حرامنا و عرف احکامنا فاجعلوه بینکم حاکما فانی قد جعلته علیکم حاکما الحدیث [?] انتہی کلامه

بندہ گذارش کرتا ہے کہ آپکے شیخ صدوق اور شیخ مرتضی اور طوسی نے جو اپنا مذہب عدم تحریف قرآن قرار دیا ہے اور عدم تحریف کو راجح مذہب تشیع سے لکھا ہے باعتبار قواعد شیعیہ مسلمہ آپکے بالکل غلط ہے قطع نظر اون دلائل سے جو کہ انکے مذہب کے بطلان میں صاحب صافی نے ذکر کی ہین اور بھی بہت دلائل اسکے بطلان پر دلالت کرتے ہین یعنی جسقدر روایات صحاح و حسان وقوع تحریف پر دلالت کرتے ہین اگرچہ ہر ایک اونمین سے خبر احاد اور ظنی ہے لیکن جب اوسکی قدر مشترک کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ مختلف کثیر التعداد رواۃ نے مختلف ائمہ سے روایت کیا ہے

---

[1] کیونکہ ممکن نہین ہمکو ایسے چیز کے تمسک کا حکم کرین جسکی تمسک پر ہمکو قدرت نہو چنانچہ اہلبیت اور جسکی قول کا اتباع واجب ہی ہر وقت حاصل ہے اور جب موجود قرآن کے صحت کے متفق علیہ ہی تو اوسکی تفسیر اور بیان معانی مین مشغول ہونا اور اوسکے ماسوا کو ترک کرنا لائق ہے ۔۱۲

[2] مین کہتا ہون کہ ہر زمانہ مین اوسکی وجود کی لیے تمامہ جیسا خدانے نازل فرمایا اوسکی اہل کے پاس موجود ہونا اور ہمارے حاجت کے موافق ہمارے پاس موجود ہونا کافی ہے اگرچہ ہمکو باقی پر قدرت نہو چنانچہ امام بھی اسیطرح ہے کیونکہ ثقلین اس باب مین برابر ہین اور شاید کلام شیخ سے یہی مراد ہو - اور قول اوسکا من یجب اتباع قولہ - مراد اس سے اونکے کلام کا بصیر ہے کیونکہ وہ اونکی غیبت کے زمانہ مین موافق اونکے قول کے اونکے قائم مقام ہے - ہم مین سے جس نے ہماری حدیث روایت کے اور ہماری حلال اور حرام مین نظر کیے اور ہماری احکام کو پہچانا اوسکو دیکھو اور اوسکو اپنا حاکم بناؤ کیونکہ مینے اوسکو تمہیر حاکم بنا دیا - آخر حدیث تک تمام

ف
صدوق اور مرتضی وغیرہ کا تحریف سے انکار قواعد شیعہ کی رو سے غلط ہے -

تو یہہ متواتر المعنے ہو کر درجہ قطعیہ کو پہونچ چکا ہے اور مثل اور روایات کے جنکو علماء طائفہ نے متواتر المعنے تسلیم
کرلیا ہے ہوگیا ہے علامہ شہید ثانی نے معالم الاصول مین فرماتے ہین قد تکثر الاخبار[1] فی
الوقائع ویختلف لکن یشتمل کل واحد منہا علی معنی مشترک بینہا بجہت التضمن والالتزام
فیحصل العلم بذلک القدر المشترک ویسمی المتواتر من جہۃ المعنی وذلک کوقائع
امیر المؤمنین فی حروبہ من قتلہ غزاۃ ببدر کذا وفعلہ فی احد کذا الی غیر ذلک بانہ یدل
بالالتزام علی شجاعتہ وقد تواتر ذلک منہ وان کان لایبلغ شئ من تلک الجزئیات
درجۃ القطع شہید ثانی کی اس شہادت سے صریح مستفاد ہوتا ہے کہ اخبار کثیرہ مین معنے
مشترک اگرچہ وہ بحیثیۃ التضمن والالتزام مدلول روایات ہوتا ہم متواتر المعنے ہو کر مفید قطعیہ کو ہوگا پس
اگر روایات کثیرہ مین معنے مشترک مدلول روایات باعتبار مطابقہ ہوگا تو وہ ادنے یہہ ہے
کہ متواتر اللفظ ہو ورنہ اوسکے درجہ یہہ ہے کہ متواتر المعنے ہوگا۔ اب اگر وقوع تحریف کی روایات
کثیرہ کو تتبع کیا جاوے تو ہر ایک سلسلہ وسند احاد سہی لیکن مجموعہ مفید تواتر کو ہے اور ثبوت
وقائع امیر المومنین سے اسکا ثبوت بدرجہا زائد ہے تو وقوع تحریف کا تواتر بالا ولیت ثابت ہوا کیونکہ
وقوع تحریف کے ثبوت پر قطع نظر اوسکے تواتر کے قرائن قاطعہ بہی دلالت کرتے ہین۔ ظاہر ہے
کہ بعد انتقال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بنا بر اصول مسلمہ تشیع تمام صحابہ اہلبیت سے منحرف ہوگئے
اور اونکے حقوق غصب کرکے خود خلفا بن بیٹھے تو اس صورت مین اپنے ترویج خلافت کیلیے
جسقدر کرین تہوڑا ہے پہر یہہ بہی ظاہر ہے کہ قرآن کے جمع وتالیف بطور خود اونہون نے ہی کرائی ہے
اور اہلبیت مین سے کیسکو اوسمین شامل نہین کیا بلکہ جناب امیر نے اسی لیے اپنا قرآن علیحدہ جمع کیا تو
ان قرائن سے صاف پایا جاتا ہے کہ اسکی جمع وتالیف کے وقت ضرور خرابی کیگئی ہوگی تو اس سے

---

[1] واقعات مین کبہی احادیث کثیرہ ہوتے ہین اور باہم مختلف ہوتے ہین لیکن اونمین سے ہر ایک ایسی معنی پر بو عتبار
تضمن اور التزام کے مشترک ہوتا ہے متضمن ہوتے ہین تو اس قدر مشترک کا یقین حاصل ہوجاتا ہے اور اسکا نام متواتر
من جہۃ المعنی ہے اور یہہ جیسا امیر المومنین کے حروب کے واقعات کہ جنگ بدر مین فلان فلان لڑنے والونکو قتل کیا اور جنگ احد مین
فلان کام کیا وغیر ذلک تو یہہ التزاماً آپکی شجاعت پر دلالت کرتا ہے اور یہہ متواتر ہے اگرچہ ان جزئیات مین سے کوئی بہی یقین کے

ثابت ہوا کہ قرآن مین تحریف کا واقع ہونا متواتر اور یقینی ہے جسکا انکار آپ جانتے ہین کہ کیا حکم رکھتا ہے
پس آپکے شیخ صدوق اور مرتضی اور طوسی نے جو اسکا انکار کیا وہ انکار متواتر اور قطعی کا ہے اور ہرگز قابل التفات
اہل دین و دیانت مین امت شیعین نہین ہے بلکہ حق وہی ہے جو آپکے ثقۃ الاسلام کلینی اور اونکے اوستاد
صاحب الالہام نے فرمایا ہے۔ سلمنا کہ یہہ روایات احاد ہی سہی لیکن ہم کہتے ہین کہ جبکہ خبر واحد موید
بالقرائن ہو تو اوسوقت علی الاصح مفید علم یقین کو ہوتی ہے۔ اپنی شہید ثانی کی شہادت سنیے۔
وخبر الواحد هو ما لم يبلغ حد التواتر سواء كثرت رواته او قلت وليس شانه افادة[1]
العلم بنفسه نعم قد يفيده بانضمام القرائن اليه ويزعم قوم انه لا يفيد وان انضمت
اليه القرائن والاول اصح الاولى۔ پس اگر اسکو متواتر نہ مانین تو بہی باوجود اخبار احاد ہونے کے
بانضمام قرائن مفید قطع کو ہے تو بہی مثل متواتر کے ہوا اور اوسکا انکار مثل انکار متواترات کے
سمجہا جاویگا۔ اور ہرگز قابل اعتبار نہوگا۔ دوسری یہہ کہ مرتضے کا انکار ایک ایسی غلطی سے ناشی ہے
اور ایسی خطا پر مبنی ہے جس غلطی کو علماء طائفہ نے غلط تسلیم کرکے تصریح کی ہے وہ یہہ کہ سید مرتضی مدعی
ہوا ہے کہ خبر واحد پر عمل جائز نہین ہے اور اپنے کمال دانشمندی سے قائل ہوا ہے کہ ہماری
مسائل فقہیہ متواترات سے ثابت ہین حالانکہ سید کا یہہ خیال بالکل غلط اور پوچ تہا شہید ثانی نے
معالم الاصول مین لکہا ہے قال العلامة[2] في النهاية اما الاماميه فالاخباريون منهم لم يعولوا
في اصول الدين وفروعه الا على اخبار الاحاد المروية عن الائمة والاصوليون منهم كابي جعفر
الطوسي وغيره وافقوا على قبول خبر الواحد ولم ينكره سوى المرتضى واتباعه لشبهة قد حصلت

[1] اور خبر واحد وہ ہے جو حد تواتر تک نہ پہونچے خواہ راوی اوسکے بہت ہون یا تہوڑے اور یقین کا فائدہ دینا بنفسہ اسکا کام نہین ہان اوسکے ساتہہ قرائن کے انضمام سے کبہی یقین کا فائدہ دیتی ہے اور ایک گروہ کہتا ہے کہ وہ باوجود شمول قرائن کے بہی یقین کا فائدہ نہین دیتے اور اول صحیح تر ہے ۱۲۔ [2] علامہ نے نہایہ مین کہا ہے کہ امامیہ مین سے اخباریون نے تو اپنے اصول اور فروع دین مین بجز اخبار احاد کے جو ائمہ سے مروی ہین اور کسی پر اعتماد نہین کیا اور اونمین سے اصولی مثل ابوجعفر طوسی کے خبر واحد کے قبول کرنے مین اونکی موافق ہوگئی اور بجز مرتضی اور اوسکے اتباع کے اور کسینے اسکا انکار نہین کیا اور یہہ بسبب ایک شبہہ کے تہا جو اونکو پڑ گیا تہا ۱۲۔

لهم[۱] وقد حكى المحقق عن الشيخ سلوك هذا الطريق فى الاحتجاج بعمل بالاخبار المروية عن الائمة مقتصرا عليه فادعى الاجماع على ذلك اس سے صاف ثابت ہے کہ سید مرتضی کا روایات احاد کے نسبت انکار صریح اوسکی غلطی ہے اور اگے بہی اسکے تغلیط و تردید مین چار صفحہ کی قدر صرف کیے ہین اور ظاہر ہے کہ ما نحن فیہ مین بہی وقوع تحریف سے انکار اوسے غلطی سے ناشی ہے کیونکہ جگہ جگہ اپنی دلیل مین اخبار کے ضعف و عدم اعتبار کو اپنا مستدل قرار دیتے ہین اور یہہ نہین بیان کرتے کہ ان روایات مین کسوجہ سے ضعف ہے کوئی راوی فاسد المذہب یا کذب وضاع درمیان سلسلہ سند کے واقع ہوا ہے یا کس وجہ سے ضعف ہے - اور عبارات منقولہ سے ظاہر ہے کہ ابو علی طبرسی کا انکار اور محمد بن الحسن طوسی کے تردید اتباع و تقلید آپکے سید مرتضی کے ہے اور وہ ہی بناء فاسد علی الفاسد کے قبیلہ سے ہے ابو علی طبرسی بہی فرماتے ہین وهو الذى نصره المرتضى اور طوسی صاحب بہی فرماتے ہین وهو الذى نصره المرتضى پہر جو کچہہ دلائل ذکر کرتے ہین وہ قطع نظر اس سے کہ معارض روایات قطعیہ کو ہین ایسے ہچل اور لاطائل ہین کہ ادنے تامل بلکہ بدون فکر و تامل کے بداہۃ غلط معلوم ہوتے ہین - چنانچہ مفسر صاحب صافی نے انکو دو جملو مین باطل کر دیا پہر اون دلائل کو قطعیات و یقینیات سمجہنا آپکے محققین کی خوش فہمی ہے - رہی آپکی صدوق صاحب قطع نظر اس سے کہ وہ کلینی اور انکی اوستاد وغیرہ کی تکذیب کر رہے ہین اور اونکو جہوٹا بنا رہے ہین دلیل کوئی نہین بیان فرماتے بدون دلیل دعوی فرما رہے ہین دعوی بلا دلیل آپ ہی جانتے ہین مردود ہے پس بمقابلہ قائلین تحریف کے جنکا دعوی مع بینہ و برہان کے ہے بالکل لغو سمجہا جائیگا - اگر صدوق صاحب نے خلاف ائمہ اپنی غلطی سے کوئی خاص عقیدہ اپنا کر لیا جسکی کوئی اصل نہین تو وہ کیونکر قابل اعتبار سمجہا جائیگا پہر اسپر طرفہ تماشا یہ ہے کہ یہہ ہی آپکے صدوق صاحب فضائل مین جمع کرنا جناب امیر کا کتاب اللہ کو روایت کرتے ہین ایک بڑی طویل حدیث جو جناب امیر نے اخو الیہود کو خطاب کر کے فرمائی اوسمین حضرت کے وفات کے

---

[۱] اور محقق نے شیخ سے احتجاج مین اس رستہ پر چلنا ائمہ کی احادیث مرویہ پر عمل کرنے کے سبب اوسپر اقتصار کر کے حکایت کیا ہے اور اسپر اجماع کا دعوی کیا ہے ۱۲

قصہ مین مذکور ہے حملت نفسی علی الصبر عند وفاتہ بلزوم الصمت والاشتغال بما امرنی من تجہیزہ و تغسیلہ و تحنیطہ و تکفینہ و الصلوٰۃ علیہ و وضعہ فی حفرتہ و جمع کتاب اللہ و عہدہ الی خلقہ لا یشغلنی عن ذالک بادرۃ دمعۃ و لا ہائج زفرۃ[1] کوئی حضرت کے اولیا سے پوچہے کہ جب کتاب اللہ شائع ذائع تہی اور اوس مین اندیشہ تحریف نہ تہا تو آپنے کیون اسقدر عجلت کے ساتہہ جمع فرمایا اور علاوہ اسکے اگر وہ اسکے مطابق ہی تو اسطرح کیون ائمہ کے پاس صندوق تقیہ مین مخفی طور پر بند چلا آیا اور اگر اسکے مخالف ہی تو صاف واضح ہی کہ یا اس قرآن مین تحریف ہے جو صحابہ نے جمع کیا اور یا اوس مین حضرت امیر نے معاذ اللہ تحریف فرمائی جو خود جمع فرمایا۔ (۳) علاوہ اسکے وہ روایات جو وقوع تحریف پر دال ہین مثبت ہین اور منکرین تحریف کا دعوی محض نفی اور اول تو کوئی روایت اس مدعا کی مثبت پائی نہین جاتی اگر پائی جائیگی تو وہ بہی نافی ہوگی اور ظاہر ہے کہ مثبت نافی پر مقدم ہے تو اسلیے دعوی منکرین تحریف کا باطل ہوگا اور مثبتین کا ثابت (۴) ظاہر ہے کہ جسقدر روایات مثبت تحریف مروی ہوئی ہین اونمین احتمال تقیہ بالکل منتفی ہے کیونکہ اوسوقت تحریف کسیکا مذہب نہین تہا جسکی رعایت کے وجہ سے تقیۃً ائمہ نے ایسا ارشاد فرمایا ہو۔ اور وہ روایات کہ جنکا شیخ طوسی اپنے استدلال مین حوالہ دیتے ہین اور اون روایات پر اعتماد کر کے تحریف کو ساقط الاعتبار سمجہتے ہین جو حث علی التلاوۃ پر دلالت کرتے ہین تو یہہ بہی غلط ہی کہ وہ اس موجود کے نسبت ہو بلکہ بشرط دستیابی اوس اصلی قرآن کی نسبت ہوگا جو خاص ائمہ ہی کے پاس ہے۔ سلمنا کہ یہہ ہی قرآن مجید ہی جو اہل سنت کا قرآن ہی لیکن جائز ہے کہ اوسکے نسبت حث اور وعدہ حصول ثواب محض تقیہ کے طور پر ارشاد ہوا ہوگا جب خلفا کے ساتہہ بیعت اور اونکی ساتہہ نشست و برخاست اور اونکی موافق خلاف واقع مسائل کا اظہار پایا جاتا ہے جسکے لیے حضرات کو بجز تقیہ کے اور کوئی ساغ نہین ہے تو اسکی تقیہ پر محمول ہونے کو کون مانع ہے۔ غرض حضرات شیعہ کا عجب حال ہے کہ اصول دین مین کوئی

[1] حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کے وقت مینے اپنے نفس کو سکوت کی لازم کرنے اور جسکا مجکو حکم فرمایا تہا (جنازہ کی تیار کرنے اور نہلانے اور خوشبو لگانے اور کفن پہنانے اور آپ پر نماز پڑہنے اور قبر مین رکہنے اور کتاب اللہ کے جمع کرنے اور خلق اللہ کیطرف اوسکی وصیت کرنے سے) اوسمین مشغول ہونے کی ساتہہ صبر پر برانگیختہ کیا کہ جس سے کوئی جلدی نکلنے والا آنسو اور ہیجان والا سانس نہ روکنے پاتا تہا

کچھہ کہتا ہے کوئی کچھہ کہتا ہے۔ صحابہ کے ساتھہ حسد وعداوت کی وجہ سے پہلے کیسنی بے سوچی سمجھے کچھہ فرمایا اور جب دوسرے حضرات نے دیکھا اور نجہ انجاث اہلسنت مین گرفتار ہوکر خواب غفلت سے چونکی تو حواس باختہ ہوکر اور تو کچھہ نسوجھا اپنے بزرگونکی تکذیب کرنے لگے اور یہہ نسمجھے کہ اہلسنت کب پیچھا چھوڑنے والے ہین۔ ولو کنتم فی بروج مشیدۃ۔ کوئی آپکے شیوخ صدوق ومفید مرتضی وطوسی وطبرسی اور اونکی اتباع سے خصوصاً ہمارے فاضل مجیب سے دریافت کرے کہ حضرت جب بعد انتقال جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ مرتد ہوگئی تھے اور تمام صحابہ کو بشمول خلفاء اور اونکی اولیا واتباع جنکا معاذ اللہ ایمان سرے ہی سے نفاق آمیز تھا تو وہ کون لوگ تھے جنکی عنایت قرآن مجید کے ضبط کی طرف شدید تھی اور وہ کونسی علماء مسلمین تھے جو اسکی حفظ وحمایت مین غایت قصوے کو پہونچی ہوئے تھے اور وہ کون بزرگوار تھی جنہون نے یہانتک کوشش کی کہ قرآن کے خلاف اعراب قرأت وحروف وآیات تک کی معرفت حاصل کی۔ خدا کے لیے بلا رو ورعایت فرماوین کہ یہہ لوگ کامل الایمان اور ارکان دین اسلام تھے یا کافر ومنافق اور یہہ لوگ اعاظم اہلسنت تھے یا اکابر اہل تشیع اور یہہ حضرات وہی صحابہ وتابعین تھے جنکو تم کافر ومنافق کہتے یا کوئی دوسرے جنہون نے ایسی فتنون مین قرآن کی اس درجہ حفظ وحمایت وضبط وصیانت فرمائی پس اگر یہہ وہی لوگ ہین جنکو تم برا کہکر اپنے نامۂ اعمال روشن کرتے ہو تو خدا کے لیے ذرا تو سوچو اور سمجھو اور اپنے شنیع سے باز آؤ اور یہہ جو طوسی صاحب روایات مثبت تحریف کی نسبت فرماتے ہین لانہ یمکن تاویلہا۔ حضرت کے کمال تجر پر دال ہے نفس دعوے امکان فرماکر چھوڑ گئی اور یہہ نصیب نہوا کہ کوئی تاویل ان روایات کے بیان فرماتے جب ان روایات کے مخالف مدعی تھی تو واجب تھا کہ ان روایات کی معقول تاویل کرتے سو خیر اب ہم اپنے فاضل مخاطب سے جو اونکی اس مسئلہ مین مقلد ہین دریافت کرتے ہین کہ آپ ہی ان روایات کے بمثل مشہور اگر پدر نتواند پسر تمام کند کچھہ فرماوین اور اس ندامت کا بار طوسی صاحب کی گردن سے اوتارین۔ اب رہا یہہ کہ طبرسی اور طوسی

۱ھ اگرچہ تم چونہ گچ برجوں مین ہو گے ۱۲

صاحب یہہ فرماتے ہین کہ زیادتی کا بطلان مجمع علیہ ہی - یہہ ہی روایات مذکورہ سے صریح غلط معلوم ہوتا ہے اور جب کلینی اور قمی نے اونکو تسلیم کرلیا ہے تو زیادتی اور نقصان دونوا اونکی نزدیک تسلیم ہوئے قطع نظر اس سی بالفرض اگر زیادتی کا بطلان مجمع علیہ ہے تو تحریف کچہہ زیادتی ہین ہے تو منحصر نہین بلکہ نقصان بہی تحریف ہی تقدیم و تاخیر بہی تحریف ہے اس غلط بات سی کیا فائدہ حاصل ہوا اول خود غلط اور اگر صحیح ہو بہی تاہم مفید نہین ہان اس سے یہہ فائدہ ہوا کہ آپکے نزدیک نقصان ثابت ہی لیکن اوسکو اپنے اور حشویہ کے روایات ٹالنا چاہتی ہین - ہمکو بڑا افسوس اور نہایت حیرت ہی کہ علی بن ابراہیم قمی جیسا عالی مرتبہ شخص جو امام زمان کا مصاحب اور شاگرد ہو اور اوسکی تفسیر ماخوذ امام کے تفسیر سے ہو - اوسکی روایات کو اپنے وہمیات جہلہ سی باطل کرین ہیچ ہے الغرض تو تیتبث بکل حشیش رجال شیعہ مین سب سے اول حمد و صلواۃ کے بعد لکہا ہے

ولبعد فہذہ رسالۃ فی معرفۃ مشائخ الشیعۃ تغمدہم اللّٰہ تعالی بالرحمۃ منہم الشیخ علی بن ابراہیم بن ہاشم صاحب الامام الحسن العسکری ذو الفضل والافضال وہو صاحب التفسیر الذی فی فضل اہل البیت المستخرج من تفسیر الامام المذکور انتہی

پہر محمد بن یعقوب الکلینی بہی کچہہ مرتبہ مین کم نہین بلکہ زیادہ ہے غالباً اوسکی کتاب کافی امام زمان پر پڑہی جا چکے ہی اور بشہادت امام اوسکی تصویب و تصحیح ہو چکی ہے تو ایسی عدول ثقات کے روایات کے تغلیط و تضعیف اور تردید و تزئیف کرنا تشیع سے دست بردار ہونا ہے پس جن حضرات شیعہ تحریف قرآن کا خلاف اپنے مذہب راجح و منصور کے انکار کیا وہ حضرات تشیع سی خارج ہوئے اور اہلسنت مین شامل ہونا چاہا کیونکہ جن صحابہ ارکان اسلام کو برا کہنا اور بداعتقاد کرنا جزو مذہب سمجہہ رکہا تہا اور جس پر مدار تشیع تہا اونکی خوبی اور عدالت و ثقاہت کے قائل ہوئی اور جنکو ارکان دین سمجہے تہے اور اونکی حق مین یہہ اعتقاد کرتے تہے کہ لولاہم لانقطعت آثار النبوۃ اونکی برائی کے گویا قائل ہوئی تو اس صورت مین تمام تشیع درہم و برہم ہوگیا چونکہ اسکے تفصیل مین

لـہ بعد حمد و صلوۃ کے یہہ رسالہ مشائخ شیعہ کی معرفت مین ہی خدا اونکو اپنی رحمت کی ساتہہ ڈہانکی منجملہ اونکی شیخ علی بن ابراہیم بن ہاشم امام حسن عسکری کا یار بزرگیون والا ہے اور وہ صاحب تفسیر ہے فضل اہلبیت مین جو امام مذکور کی تفسیر سے اخذ کی گئی ہے ۱۲-

طول ہے اسلیے اوسکو فہم اوکیا پر چھوڑتے ہین - غرض اکابر شیعہ منکرین تحریف نے انکار تو کیا مگر یہہ نسمجھے کہ یہہ کلہاڑی اپنی ہے پانو پر پڑتے ہی - ہماری اس تمام بحث سے یہہ بات ثابت ہوئی کہ کلام مجید مین تحریف کا واقع ہونا بنا بر مذہب تشیع راجح اور منصور ہے اور جو لوگ اسکے قائل ہوتے ہین اونہون نے راجح اور منصور کو اختیار کیا ہی بلکہ فی الحقیقت مذہب تشیع اونہون نے ہی اختیار کیا ہی اور جن لوگون نے اوس سے انکار کیا وہ خلاف مذہب تشیع کے ہی اور وہ مجبور ہوکر اس غلطی مین پڑے ہین جب راہ فرار تنگ دیکھا تو اسکو اختیار کیا چنانچہ ہماری فاضل مخاطب نے بہی چونکہ مذہب کے کتابین نہین دیکھی ہین صرف مناظرہ کے کتابون پر مشعوف رہی اسلیے بے سوچی سمجھی اونکی تقلید فرمائی تو اس سے ثابت ہوکہ جو عرض کیا تھا کہ قرآن کا محرف ہونا مسلمات شیعہ سے ہے وہ بالکل حق اور مطابق واقع کے تھا - کیونکہ جب اکابر شیعہ نے مثل کلینی اور قمی اور طبرسی کے اسکو بنا بر اصول مذہب خود تسلیم کرلیا تو اوسپر مسلمات شیعہ سے ہونا صادق آگیا اگرچہ بعض نے اوسکو تسلیم نہ کیا ہو علی الخصوص جبکہ معترفین کا قول مستند دلائل قاطعہ شرعیہ کیطرف ہوا اور منکرین کا انکار مخالف دلائل قاطعہ محض توہمات سے ناشی ہوا اور لغو اور لاطائل ہو تو اوسوقت اسکا مسلمات شیعہ سے ہونا بالبداہت ثابت ہوگا - پس ہمارے مخاطب کا انکار صرف اسوجہ سے ہے کہ وہ اپنی مذہب سے بہی بفضلہ تعالے واقفیت نہین رکہتے غرضکہ تحریف قرآن کا مسلمات شیعہ سے ہونا بخوبی ثابت اور اوسکا انکار کرنا سراسر باطل ہے اگر آپ اور آپکی صدوق و مرتضی یہہ چاہین کہ چند خرافات سے اوس رخنہ اور خلل کو بند کرین جو اکابر شیعہ نے اپنے دین مین ڈالا ہی تو واضح رہی کہ یہہ محض خیال محال ہے قیامت تک بہی ممکن نہین بیت ور دست طبیب ست علاج ہمہ دردی + دردی کہ طبیب دہد آنرا چہ علاج + یہان اسقدر گذارش باقی رہگئی آپ یہہ فرمائنگی کہ اس بحث مین جہانتک استدلال کیا گیا ہی وہ متقدمین کے روایات اور اونکی اقوال سے استدلال کیا ہی حالانکہ اونکی روایات و اقوال بمقابلہ تحقیقات متاخرین کے تقویم پارینہ کے حکم مین ہین اسلیے ہم اوسوقت تسلیم کرین جبکہ متاخرین علما سے کسینی تحریف کو تسلیم کیا ہو تو لیجیی بحول اللہ ہماری پاس آپکی بعض متاخرین کے بہی تصریح موجود ہے ملاحظہ فرمایئے اور انصاف کیجیے آپکے قبلہ و کعبہ رسالہ بارقہ ضیغمیہ مین فرماتے ہین - چون این نظم قرآنی منظم عثمانیست بزعم شیعیان

متاخرین علما شیعہ کی تصنیفات سے تحریف کا ثبوت

احتجاج بان نشائید۔ اب اس جسمہ کو ملاحظہ فرمائیے اور جو کچھ مینے عرض کیا تھا اوس سے مطابق کریجئے کسیقدر بڑہکر ہی پائیگا اور لیجئے آپکے قبلہ و کعبہ مجتہد العصر لکہنوی عماد الاسلام مین تحریر فرماتے ہین بعد التی یا والتی مقتضی تلک الاخبار ان التحریف فی الجملۃ فی ھذا القرآن الذی بین ایدینا بحسب زیادۃ بعض الحروف ونقصانہ بل بحسب بعض الالفاظ وبحسب الترتیب فی بعض المواضع قد وقع بحیث مما لا نشک فیہ مع تسلیم تلک الاخبار نعم لا مجال لعقولنا فی ھذا الزمان بحصول الجزم باحد الوجوہ المحتملۃ عند العقل لکیفیۃ وقوع تلک التحریفات بعینہ فان الاحتمالات فیہا کثیرۃ (الی ان قال) ومنہا انہ معلوم من حال النبی کما لا یخفی علی المتفحص الزکی ذی الحدث الصائب انہ مع کمال رغبتہ علی تخلیف علیا کان فی غایۃ التقیۃ عن قومہ ولہذا عندے دلیل وامارات لا تسع المقام ذکرھا فیحتمل عند العقل ان النبی حفظا لبیضۃ الاسلام الظاہری اودع القرآن النازل المشتمل علی نصوص اسماء الائمۃ واسماء المنافقین مثلا عند محارم اسرارہ کعلی بامر اللہ لئلا یرتد القوم باسرھم لما علم من حالہم عدم احتمال ذلک اظہرھم بقدر ما علم المصلحۃ فی اظہارہ لما کانوا ہم الباعثون للنبی علی ذلک کان الاسناد الیہم فی محلہ عن ارغام وغیرہ۔ اپنی قبلہ و کعبہ کے تصریح و شہادت کو ملاحظہ فرماوین کہ آپکے قبلہ و کعبہ کس وثوق و علم و ادراک و یقین و اذعان کے ساتھہ ثبوت اور وقوع تحریف کی باعتماد

ملہ چنان و چنین کے بعد مقتضی ان احادیث کا یہہ ہی کہ اس قرآن مین جو ہمارے ہاتھون مین ہے باعتبار زیادتی اور کمی بعض حروف کے بلکہ باعتبار بعض الفاظ کے اور بعض مواقع مین باعتبار ترتیب کے۔ بالتحقیق تحریف اسطرح واقع ہوئی ہی جسمین بعد تسلیم ان روایات کے کچھہ شک نہین کیا جاتا۔ ہان اس بارہ مین ان تحریفات کے وقوع کے کیفیت کے لیے وجوہ محتملہ عند العقل مین سے کسی وجہ خاص کے یقین حاصل ہونے کی ہماری عقول کے مجال نہین کیونکہ اسمین بہت احتمالات ہین (یہانتک کہ کہا) منجملہ اونکی یہہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حال معلوم ہے چنانچہ متفحص زکی حدث صائب والے پر مخفی نہین ہے کہ آپ باوجود علی کے خلیفہ بنانے کی نسبت کمال رغبت کی اپنی قوم سے نہایت درجہ تقیہ مین تہی اور میرے پاس اسکے لیے دلائل اور علامات ہین جنکے ذکر کی اس جگہ گنجائش نہین۔ پس العقل کے نزدیک محتمل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہری اسلام کے بیضہ کی حفاظت کے لیے اوتری ہوئی قرآن کو جو مثلاً ائمہ اور منافقین کے نامونکی تصریح پر مشتمل تہا اپنے رازدار ونکے پاس مثل علی کی اللہ کے حکم سے ودیعت رکھا ہو۔ تاکہ تمام قوم مرتد نہو جائے جب اونکے حال سے اسکا متحمل ہونا معلوم کرلیا تو بقدر اسکے اظہار مین مصلحت معلوم ہوئی اونپر ظاہر کیا۔ اور چونکہ

وتسلیم روایات مثبتہ تحریف معتقد اور قائل ہین۔ ہان اگر مجتہد المتشیعین کو شک وتردد ہی تو اس امر
مین ہے کہ وقوع تحریف کیونکر ہوا چنانچہ منجملہ محتملات کے آپکی حضرت مجتہد صاحب کے رائی
مین وقوع تحریف کا ایک یہہ بہی احتمال ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بامر خداوندی قرانکو
دو طرح مرتب کیا ایک وہ جو تمام وکامل تہا اور اوسمین نصوص اسمار ائمہ واسمار منافقین درج تہی اسکو تو
اپنی محرم اسرار کے پاس صندوق تقیہ مین ودیعت رکہا اور دوسرا وہ کہ جسمین سے اسمار ائمہ اور اسمار منافقین خود
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بامر خداوندی نکالکر بقدر مصلحت عام لوگون مین ظاہر فرمایا اس خیالسے
کہ کہین ایسا نہو کہ یہہ لوگ اپنے ظاہری ایمان نفاق آمیز سے بہی دست بردار ہو جاوین آور
اگرچہ یہہ مسخ وتحریف معاذ اللہ خود حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہی فرمائی اور گو خدا تعالے
کے حکم سے ہی کی۔ لیکن چونکہ اسکی سبب خلفار ہی تہے اسلیے تحریف کو اونکی طرف نسبت کرنا بجائی
خود ہے۔ سبحان اللہ واہ واہ۔ حضرت مجتہد العصر الحاضر نائب الامام الغائب نے کیا تحقیق
حق کی داد دی اس تنقیح مین کیا جواہر ٹانکی اور کیا موتی پرودی اونکے اولیا واتباع اسپر جسقدر
ناز کرین بجا ہے اور جتنا فخر فرماین زیبا۔ میری زبان وقلم مین طاقت نہین کہ اسکی تعریف وتوصیف
کرون اور نہ اسقدر گنجائش وقت ہی کہ حضرت مجتہد کی خوش فہمی اور کمالات علمی کو ظاہر کرون مگر
افسوس اسکا ہی کہ باوجود علو مرتبہ تحقیق پہر صدوق المتشیعین کے شہادت کے موافق کاذب اور جہوٹے
اور ہمارے فاضل مخاطب کے مذاق کے موافق دائرہ ایمان سے خارج کیونکہ ہمارے فاضل مجیب کے
نزدیک اہل ایمان کا اجماع عدم تحریف پر ہے تو معلوم ہوا کہ جو لوگ تحریف کے قائل ہین وہ اہل ایمان
سے خارج ہین تو ثابت ہوا کہ مجتہد صاحب اور کلینی اور قمی وغیرہ جو اکابر اہل تشیع ہین وہ فاضل مجیب کے
شہادت کے موافق اہل ایمان مین شمار نہین کیے جاتے۔ فی الواقع ہمارے فاضل مخاطب نے جو
یہہ جملہ تحریر فرمایا ہے "کتاب اللہ کی تعظیم وتکریم وتقدیم اجماعی اہل ایمان ہی حاشا کہ اسمین کچہہ بہی خلاف
ہو" صحیح اور مطابق واقع اور نفس الامر کے ہی وقضیہ جزمیہ۔ حق بر زبان جاری شود کا مصداق ہی
بیشک ہم بہی مانتے ہین کہ کتاب اللہ کی تعظیم وتکریم وتقدیم اجماعی اہل ایمان ہین جو لوگ اہل ایمان ہین

حاشا کہ اونمین کتاب اللہ کی نسبت کچھہ بہی اختلاف ہوا اور جو لوگ اسمین اختلاف کرتے ہین
بیشک وہ اہل ایمان سے نہین جو قرآن کہ اب عند الناس موجود ہے جو اہلسنت کے بچہ بچہ
کی نوک زبان ہے بلا کم و کاست یہہ وہی قرآن ہی جو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا
اور بلا تقدیم و تاخیر اوسی ترتیب کے ساتھہ ہی جو ترتیب کہ لوح محفوظ مین ہے گو نزول مین باعتبار مصالح
تقدیم و تاخیر ہوئی - پس جو شخص یہہ کہے کہ اسمین کسی نوع کی تحریف ہوئی وہ جھوٹا بلکہ دائرہ ایمان سے
خارج ہے - الحمد للہ کہ یہہ مضمون جو ہمکو بتجشم استدلال سے ثابت کرنا چاہیے تہا وہ فاضل مخاطب کے
اعتراف سے ثابت ہو گیا ہم اس عنایت کے شکر گذار ہین - رہا یہہ کہ ہماری فاضل مخاطب نے صاحب
منتہی الکلام و صاحب تحفہ اکرمہ اللہ نزلہما کی نسبت یہہ اعتراض نہایت طعن و تشنیع کے ساتھہ فرمایا تہا
کہ وہ بلا دلیل کافی کلینی اور تاریخ ابن قتیبہ کو شیعہ کے نزدیک قرآن سے زیادہ صحیح اور معتبر فرماتے ہین اور
کچھہ نہین شرماتے - پس اسکا جواب اگرچہ اہل فہم اس بحث سے سمجھہ گئے ہونگے لیکن مناسب معلوم
ہوتا ہے کہ مختصر کسیقدر تصریح کیجاوے واضح ہو کہ صحت و اعتماد کا مدار اسپر ہے کہ سلسلہ
سند کا اصل ماخذ تک معتمد اور قابل طمانیت ہو جسقدر اس سلسلہ سند مین وثوق زیادہ ہوگا اوسیقدر
متن مین صحت و اعتماد زیادہ ہوگا یہانتک کہ اسکی بدولت درجہ قطعیۃ کا بہی حاصل ہو سکتا ہے
اور جسقدر اسمین کمی اور کوتاہی ہوگی اوسیقدر متن مین عدم صحت و اعتماد ہوگا - پس اب قرآن
شریف کے سلسلہ سند کو بنا بر اصول شیعہ ملاحظہ فرمایئے کہ اگرچہ اسکی طرف عنایت و اہتمام شدید ہو
اور واقعی واقع ہوں اور اسکو درس تدریس شائع ذائع ہوتا ہم قرن اول مین جو لوگ منتہی سلسلہ
سند کے تہی اور جو لوگ بلا واسطہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اخذ کرنے والے تہے
اور جنکو ایسا غلبہ تہا کہ اونکی غلبہ کے مقابلہ مین کسیکو چون کرنے کی گنجائش نہ تہی اونہون ہی نے مجتمع ہو کر قرآن کو تالیف
وجمع کیا اور کسیکو اسمین شریک نکیا موافق اون حالات کے کہ جو اہل تشیع اونکی نسبت بیان کرتے ہین اونکی جمع و تالیف
[illegible] ہرگز قابل اعتبار و لائق اطمینان کے نہین سمجھی جاتی یہہ ہی وجہ ہی کہ شیعہ اونکی روایات کو جو رسول اللہ
[illegible] - اگر اونکی نقل قابل اعتبار سمجھی ہی - تو کیا وجہ ہے کہ قرآن مین

اونکی نقل وروایت کو صحیح اعتبار کرلیا اور حدیث مین صحیح کیون نہین تسلیم کرتے حالانکہ قرآن احق بالاحتیاط تہا - اور یہہ اوس صورت مین ہے جبکہ یہہ تسلیم کیا جاوے کہ ائمہ نے تقیہ کے لباس مین ہمیشہ اس قرآن کے مدح وثنا فرمائی ہو اور کبہی اسکی تحریف کے نسبت کچہہ نفرمایا ہو تب باعتبار فساد سند کے قابل تسلیم صحت نہین - لیکن علاوہ خرابی سند کے جب یہہ بہی اوسکی ساتہہ منضم کیا جاوے کہ ائمہ ہمیشہ اپنے اپنے زمانہ مین اسکو محرف فرماتے رہے اور اپنے شیعیان خاص کو اس راز مخفی پر متنبہ کرتے رہے تو اس حالت مین یہہ قرآن اصول تشیع پر ہرگز قابل اعتماد نہین ہوسکتا اور نہ اسکی صحت تسلیم کیجا سکتی ہے یہہ قرآن مثل ان احادیث کے ہوگا جو بواسطہ ان صحابہ کے مروی ہون اور اونکی تکذیب ائمہ نے کی ہو جیسا شیعہ کے نزدیک اونکا اعتبار نہوگا اسیطرح قرآن کا بہی اعتبار نہین کیا جائیگا - اسکے بعد کافی وغیرہ کتب معتبرہ قوم کو لیجیے اور اونکے سلسلہ سند کو ذرا غور تک ملاحظہ فرمائیے اوسمین کوئی شخص ایسا نہین ملیگا جو مثل رواۃ کتاب اللہ کے غیر معتمد ہوگا جسقدر رواۃ ہین وہ سب ثقہ وعدول امامیہ ہین تو اس اعتبار سے دیکہیے کہ کلینی کی صحت کسدرجہ کو ہوگی ظاہر ہے کہ قرآن کی صحت سے بدرجہا زیادہ ہوگی علاوہ اسکے قرآن کے نسبت جیسا ائمہ کی تکذیب مروی ہے بجائے اوسکے کلینی کے نسبت جو اقدم الاصول الاربعہ ہے ائمہ سے اوسکی تصویب وتصحیح مروی ہے چنانچہ امام زمان پیر غالباً پیش ہوچکی اور اونکے ملاحظہ سے گذر چکی تو اسکا صحت واعتماد درجہ قصوی کو پہونچ گیا تو اس وجہ سے قرآن کے صحت واعتبار مین اور کلینی اور تاریخ ابن قتیبہ کے اعتبار مین زمین وآسمان کا فرق ہوا - حضرات شیعہ قرآن کی نسبت بیباکانہ کہدیتے ہین - این قرآن نظم عثمانیست احتجاج بآن بر شیعیان نشاید - آجتک کسینے کلینی کی نسبت بہی ایسا کلمہ فرمایا ہے - حسب تحریر مفسر صافی ابو علی طبرسی کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب سیبویہ اور کتاب مزنی اور دواوین شعرا سب کے سب قطعی ہین اونمین کسی قسم کے تحریف والحاق نہین ہوا تو مثل انکی کتاب کافی کلینی وغیرہ کتب مشہورہ کی صحت نقل بہی مثل علم البلدان اور وقائع عظام کے متواتر اور قطعی ہوگی اور قطعاً ویقیناً کسی قسم کے

تحریف والحاق کا اشتباہ انمین ہرگز نہین ۔ چنانچہ صاحب فوائد مدینہ نے اسکی تصریح فرمائی ہی
اور بالفرض اگر قرآنمین تحریف یقینی نہین تو ظنی اور احتمالی تو ہی تو اس صورت مین آپ ہی
انصاف سے فرمایئے ۔ کہ قرآن کی صحت اور اوسپر اعتماد زیادہ ہونا چاہیے یا کتاب کافی کلینی
وغیرہ پر ۔ افسوس کہ آپکو اپنی کتابونکی نصوص اور اپنے علما کی تصریحات کی بہی واقفیت نہین
پہر اوسپر جوش و خروش یہہ کچہہ کہ علما اہلسنت پر طعن کرنیکو آمادہ ہوتے ہین ۔ پس اس ہماری گذارش سے سمجہہ لیا ہوگا
کہ صاحب منتہی الکلام اور تحفہ رحمۃ اللہ علیہما نے جو کچہہ تحریر فرمایا ہے کہ کتاب کافی کلینی
یا تاریخ ابن قتیبہ یا نہج البلاغت وغیرہ شیعہ کے نزدیک کتاب اللہ سے زیادہ صحیح اور معتمد ہین وہ
مطابق واقع کے ہی اور بلا دلیل نہین ہی لیکن صرف اوسکو بدیہی سمجہکر دلیل سے تعرض نہین کیا
پس اوسپر ہماری فاضل مخاطب کا اعتراض آپکی خوش فہمی اور حیا و شرم ایمانی سے ناشی ہے ۔ الحمد للہ
کہ ہم اپنے دعوے مین سچے ہوئے اور تحریف کا مسلمات شیعہ سے ہونا بدلایل واضح ثابت ہوا اب جواب
سننے کے منتظر ہین ۔ **قولہ** اور اگر آپکے علمانے کتاب اللہ کا محرف ہونا اسلیے ہماری طرف
منسوب کیا ہے کہ ہماری بعض روایتونمین وقوع تحریف تغییر قرآن وارد ہی تو سینی روایات مذہبی
پر کسی امر کا لازم ہونا اور شی ہے اور تصریح اس مذہب والونکی اس لازم امر پر اور چیز ہے ۔ ان
روایات تحریف سے غایۃ الامر اسکا لزوم ثابت ہوگا نہ تصریح اور ان دونوں مین بڑا فرق ہی ۔ چنانچہ
حضرت شاہ ولی اللہ صاحب والد ماجد صاحب تحفہ نے کتاب حجت اللہ البالغہ مین تصریح
کی ہی کہ لازم مذہب مذہب نہین اور لازم کی نسبت ملزوم کے قائل کو جبکہ اوسی لازم کے برخلاف تصریح کی ہو
جائز نہین ہے اس کتاب کی یہہ عبارت ہے ۔ فان قیل یلزم من الاختلاف فی کونہ
سبحانہ فی جہتہ انیکون حادثا قلنا لازم المذہب لیس بمذہب لان المجسمہ جازمون
بانہ تعالی فی جہتہ وجازمون بانہ قدیم ازلی لیس بحادث فلا یجوز ان ینسب الی
مذہب من یصرح بخلافہ وان کان لازما لقولہ ۔ اور ائمہ اہلسنت نے بہی یہہ ہی
لکہا ہے کہ لازم مذہب مذہب نہین ہے ۔ پس جب آپکے علما کے قول سے یہہ ثابت ہوگیا

کہ لازم مذہب مذہب نہیں تو آپکا یہہ کہنا کہ مسلمات شیعہ سے ہی غلط محض ہوا۔ **اقول** سبحان اللہ ہمارے فاضل مخاطب نے کیا روشن اور واضح اور کسقدر مضبوط اور قوی دلیل بیان فرمائی ہی۔ کہان ہین اہل انصاف اور کدہر ہین اہل عدل و داد کہ ذرا اس دلیل پر ہمارے فاضل مجیب کو داد دیوین اور شاباش کہین اگرچہ بفضلہ آپکے تمام اس تحریر کے تقریبًا یہہ ہی کیفیت ہے مگر یہہ ایسی دلیل ہے کہ شاید ایسی دوسرے کوئی ہوگی جسنے بالکل آپکے علم و فہم کی قلعی کہولدی اور آپکے علمی اور انصافی دعوونکا بخیہ اودہیڑ دیا۔ افسوس کہ یہہ دلیل صدوق لمتشیعین اور مرتضی و طبرسی و طوسی وغیرہ صاحبانکو نہ سوجہی ورنہ شدت فرح سے عجب نہیں کہ شادی مرگ کا قصہ پیش آتا اس ایک نکتہ مین ہزارہا اشکالات حل ہوگئے صدہا اعتراضات دفع ہوگئے جب کسے خصم نے کوئی آیت یا روایت پیش کی جہٹ کہدیا کہ یہہ قابل احتجاج نہیں کیونکہ لازم مذہب ہے اور لازم مذہب اور مذہب مین بڑا فرق ہی۔ یہہ تو سب کچہہ مگر ابتک ہمارے فہم مین نہیں آیا کہ مذہب کسکا نام ہے اور کس جانور کو کہتے ہین کیا مذہب وہ نہیں ہے جو خداتعالے نے اپنی کتاب مین ارشاد فرمایا کیا مذہب اوسکو نہیں کہتے جسکی رسولؐ نے تصریح کی کیا مذہب اوسکا نام نہیں جو ائمہ سے یکی بعد دیگرے بتواتر غیر محتمل تاویل ثابت ہوا اگر یہہ عین مذہب نہیں ہے اور لازم مذہب ہی تو کیا عین مذہب وہ ہی جو خاص ابو الجارود اور ابو بصیر کے زبان و قلم سے نکلا ہو یا کیا عین مذہب وہ ہی جو خاص صدوق اور طوسی وغیرہ نے ایجاد فرمایا ہو۔ پہر اسپر طرفہ تماشا یہہ ہے کہ روایات کی مدلول مطابقی کو روایات کا لازم سمجہتے ہین اور روایات کے مذہبی ہونا تسلیم کرتے ہین۔ اور یہہ امر اطفال مدرسہ پر بہی مخفی نہوگا کہ مدلول مطابقی بلکہ تضمنی تک لازم نہیں ہوا اگر تاپس روایات کو مذہبی کہنا اور اونکی مدلول مطابقی کو لازم تصور کرنا ایک ایسی بدیہی غلطی ہے جس سے شاید فارسی خوانون کو بہی شرم آوے اور اوسنے طلباء کو بہی عار و ننگ ہو اور افسوس کہ ہماری فاضل مخاطب کا مایہ افتخار و ناز ہی مصرع ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

[illegible]

عین مذہب اور لازم مذہب مین فرق کی تحقیق

کسی دلیل کی حاجت نہ تہی کیونکہ خود بداہتہ" باطل ہے لیکن تاہم مزید اطمینان کے لیے ہم اسکا بطلان دلائل واضح سے بہی ثابت کرتے ہین - اولاً یہہ کہ عین مذہب عموماً اہل اسلام کا وہی ہی جو حکم کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ سے قطعاً یا ظناً بروایت صحیحہ ثابت ہو اور خصوصاً شیعہ کے نزدیک جو حکم اس طریق کے ساتہہ ائمہ سے بہی ثابت ہو وہ بہی عین مذہب ہی پس جو حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ائمہ سے بسند معتبرہ یا کتاب اللہ سے ثابت ہوگا وہ عین مذہب ہوگا۔ علماء واکابر مذہب کو اگر اسمین دخل ہی تو اسیقدر ہے کہ یہہ سلسلہ سند جسکی واسطہ سے یہہ حکم ہم تک پہونچا ہی قابل اعتماد ہی یا نہین یا یہہ کہ کسی دوسرے حکم کے سبب سے جو بہ نسبت اسکی قوی ہے یہہ حکم ماؤل اور مصروف عن الظاہر یا ساقط ہے کہ نہین یا یہہ کہ باشتراک علۃ اس ہی اور جزئیات کہا کیا پیدا ہوتے ہین بجزان چند باتون کے علماء مذہب کو نصوص روایات مذہب کے تغیر وتبدل اور مذہب اور غیر مذہب ہونے مین کچہہ دخل نہین ہے۔ پس یہہ کہنا کہ روایات کا مدلول لازم مذہب ہوتا ہی سراسر غلط اور لغو ہے جب کوئی روایت باعتبار اپنے سلسلہ سند کے صحیح ہی اور کسی دوسری قوی وجہ سی مصروف عن الظاہر نہین ہے تو وہ عین مذہب ہے خواہ اوسکی نسبت کوئی تصریح کری یا نکرے بلکہ اگر اوسکی خلاف کوئی تصریح کرے وہ باطل اور غیر مسموع ہے بلکہ اگر اوسکا ثبوت بالقطع ہی تو اوسکا خلاف بلا دلیل الحاد وزندقہ ہوگا اور جب کوئی روایت کسی وجہ سے مصروف عن الظاہر ہوگئی تو اوسکا ظاہری مدلول نہ مذہب ہے نہ لازم مذہب بلکہ اوسکا محمل بعید مذہب ہوگا اب ہم کہتے ہین کہ تحریف قرآن ائمہ سی بروایات صحیحہ متصلہ متواتر المعنے ثابت ہوا ہے اور علماء واکابر اہل تشیع نے اون روایات کو معتمد اور صحیح تسلیم کر کے وقوع تحریف کو تسلیم کر لیا ہے - اور جن بعض علماء نے وقوع تحریف کا انکار کیا ہے اونکی پاس کوئی دلیل شرعی نہین ہے جسکو اپنے دعوی کے اثبات کے لیے اپنا مستدل قرار دین اونکی انکار کی بناء شکنجہ انظار اہل حق مین مبتلا و گرفتار ہو کر محض توہمات و تخیلات پر ہے اونکی پاس کوئی دلیل ایسی نہین کہ جسکی وجہ سے ان روایات کو مصروف عن الظاہر تسلیم کیا جاوے اونکو ہرگز

گنجائش نہین ہی کہ ان روایات کا خلاف ظاہر کوئی محمل بیان کرسکین پس جب ان روایات کے
نہ تغلیط و تضعیف کرسکتی ہین اور نہ کسی دوسرے محمل خلاف ظاہر پہ محمول کرسکتی ہین نہ کوئی
حجت شرعیہ اونکی پاس موجود ہے تو ایسی حالت مین ان روایات ہی کیطرح عدول ممکن نہین ہے
اور یہہ روایات عین مذہب ہونگی نہ لازم مذہب۔ ثانیاً یہہ کہ اہل اسلام کو عموماً جو کچھہ کتاب اللہ
مین یا احادیث رسول اللہ صلعم مین وارد ہوا اور شیعہ کو خصوصاً علاوہ اسکی جو کچھہ کہ اقوال ائمہ سے
ثابت ہوا اوسکی صحت و حقیت کا اعتقاد و اعتراف واجب و متحتم ہی اور جو کچھہ خدا تعالے اور رسول صلعم
اور ائمہ نے خبر دی اوسکی تصدیق واجب ہے اور انکار ہرگز جائز نہین کیونکہ اوسمین کذب کو دخل
نہین جب ائمہ نے بتواتر وقوع تحریف کی خبر دی پس وہ خبر یا مطابق واقع کے ہی یا نہین اگر
مطابق واقع کے نہین ہے تو امام معصوم کے کلام مین کذب لازم آیا اور یہہ محال ہے تو ثابت
ہوا کہ مطابق واقع کے ہوگی تو اوسکا اعتراف حقیت اور اعتقاد وقوع واجب ہوا خواہ وہ مذہب ہے
یا لازم مذہب ہی۔ ثالثاً یہہ کہ اگر آپ کا فرمانا صحیح ہی اور مدلول روایات لازم مذہب ہے مذہب نہین
اور لازم مذہب موجب طعن و مواخذہ نہین ہوتا تو آپکے قبلہ و کعبہ مولوی دلدار علی نے عماد الاسلام
مین بڑی سخت غلطی کہائی کہ وقوع تحریف کو بنا بر اقتضاء روایات کے یقینی بیان فرماکر
اوسکے محتملات کے بیان کی طرف متوجہ ہوئے جب وقوع تحریف لازم مذہب ہو کر قابل
اعتبار ہی نہین رہتا تو اوسکی یقینی ہونے کے کیا معنے اور اوسکی محتملات بیان کرنے کی
کیا ضرورت غالباً مجتہد صاحب کو یہہ خبر نہوگی کہ مدلول روایات لازم مذہب ہوتا ہے
یا یہہ نجانتے ہونگے کہ لازم مذہب قابل التفات و بیان تاویلات نہین ہوتا۔ بہرکیف یہہ برہان
خاص ہمارے فاضل مجیب ہی کا حصہ ہوگا جو اہلسنت کے دلائل کے مسخ و تحریف کرنے کی
حاصل کیا پہلے اس کے شیعہ مین سے کسیکو غالباً یہہ دلیل جو اولیات مین سی ہے حاصل
نہوئی ہوگی۔ رابعاً اگر اس قاعدہ کو عموماً جاری کیا جاوے تو صدہا اعتراضات اہل تشیع
کی اس قاعدہ کے موافق بہی باعتراف سامی لغو اور مہمل ہو جائینگی۔ بلکہ ہر ملحد و زندیق مدعی

اسلام ہوکر تمام عملیات واعتقادیات کا انکار کرسکتا ہے۔ اور جب کوئی حکم شرعی عملی یا اعتقادی آپ اوسپر لازم کرین۔ یا کسی شارع کی خبر کی تصدیق کرادین وہ کہہ سکتا ہے کہ یہہ لازم مذہب ہے مذہب نہین پس اسکا جواب آپ اوسکو کچھہ نہ دیسکینگے اور بجز اسکے کہ اپنا سا مونہہ لیکر چپ ہوجاوین اور کچھہ جواب نہ آویگا۔ خاصًا ہمارے فاضل مجیب نے جو یہہ جملہ تحریر فرمایا ہے (ان روایات تحریف سے غایۃ الامر اسکا لزوم ثابت ہوگا نہ تصریح) اگرچہ یہہ تمام دلیل ہے عجب العجاب ہے۔ لیکن خاصکر یہہ جملہ تو عجب اضحوکہ روزگار ہے کیونکہ جو امر روایات کا مدلول مطابقی بعبارت النص ہو اوسکی نسبت یہہ کہنا کہ یہہ ان روایات سے بصراحۃ مستفاد نہین عجب طرفہ تماشا ہے یہہ کلمہ سوائے ہمارے فاضل مجیب یا اونکی اولیا رکے اور کس کے شایان شان ہوسکتا ہے۔ اگرچہ اسجگہ بہت کچھہ لکہنے کی گنجایش تہی اور دل چاہتا تہا لیکن چونکہ ایسی فاحش غلطی ہے جسپر حاجت استدلال کے بہی نہین اور خوف تطویل سے بہی مانع ہے اسلیے صرف اسی قدر قلیل پر اکتفا کرتا ہون اور اپنے فاضل مخاطب کو متنبہ کرتا ہون کہ حضرت بے شک یہہ قاعدہ صحیح ہے کہ لازم مذہب عین مذہب نہین اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو مثال تحریر فرمائی وہ اپنے ممثل لہ کے مطابق ہے کہ مجسمہ کا عین مذہب یہہ ہے کہ خدا تعالے جہت مین ہے اور یہہ اگرچہ مستلزم حدوث کو ہے اور اوسکو لازم یہہ امر ہے کہ خدا تعالے شانہ حادث ہو لیکن اس حدوث کو محض اس استلزام کی وجہ سے اونکا عین مذہب نہین کہہ سکتے۔ ہان اگر مجسمہ مثلًا قرآن شریف کے قائل ہون اور نیز عن مجال اوسمین کوئی آیت ایسی ہے جسکا مدلول مطابقی حدوث باری ہو اور کسی دلیل سے مصروف عن الظاہر بہی نہو تو یہہ اونکا عین مذہب کہکر اونپر لازم کیا جاسکتا ہے اور پہر اوسکے جواب مین یہہ عذر کرین کہ یہہ عین مذہب نہین بلکہ لازم مذہب ہے تو یہہ عذر ہرگز مسموع نہوگا۔ بخلاف ما نحن فیہ کے کہ تحریف قرآن لازم مذہب نہین بلکہ عین مذہب ہے کیونکہ اگر یہہ لازم مذہب ہو تو اسکے لیے ملزوم بہی ہونا چاہیے جو عین مذہب ہو اور وہ بجز روایات کے جنکا مدلول مطابقی تحریف قرآن ہے اور کوئی ملزومیۃ کو صالح نہین اور ظاہر ہے کہ مدلول مطابقی لازم ہوسکتا ہے اور نہ دال ملزوم ہوسکتا ہے پس اسجگہ نہ لازم متحقق ہے

نہ ملزوم ہے نہ لزوم ہان اگر ہمارے فاضل مخاطب اپنے خوش فہمی سے یہہ فرماوین کہ روایات عبارت نفس الفاظ سے ہی اور معانی نہ الفاظ کے سیے عین ہے نہ جزء بلکہ مباین ہے تو بواسطہ وضع کے لازم ہوئی تو حضرت کے ہمہ دانی سے کچہہ عجب نہین اور جب لزوم اور لازم و ملزوم منتفی ہوئے تو ہمارے فاضل مخاطب کا دعوی بالکل لغو ہوگیا اور ثابت ہوا کہ تحریف قرآن اصول شیعہ پر عین مذہب ہے پس جو بندہ نے دعوی کیا تہا کہ تحریف قرآن مسلمات شیعہ سے ہے بخوبی ثابت ہوا والحمد للہ علی ذلک **قولہ** اور نیز اگر یہہ ہی بات ہی کہ ایسی روایات کا وارد ہونا اس امر کا مستلزم ہی تو آپکے نزدیک ہی کتاب اللہ کا محرف ہونا مسلم ہی کیونکہ ان روایات مین اہل حق ہی منفرد نہین ایسی روایتین تحریف و تغییر و حذف و اسقاط و تبدیل کلمہ بکلمہ و حرفی بحرفی اہلسنت کی کتابون مین ہی مروی ہین اگر اسکی تفصیل آپ چاہین تو استقصار الافحام و منتہی الکلام مین ملاحظہ فرماوین **اقول** یہان تو ہمارے فاضل مخاطب نے انصاف کا خون ہی کر ڈالا اور ذرا شرم و حیا کو کار نفرمایا اور یہہ ہی کیا کرین جب انکی اسلاف ہی اسی راہ سی گیے ہین تو انہون نے جیسا اونکو پایا اونہین کے قدم بقدم یہہ ہی چلتے ہین۔ پس سینی کہ یہہ محض آپکی اور آپکے اون اسلاف کی خوش فہمی ہے جہنون نے اہلسنت کیطرف اس کذب و افترا کو نسبت کیا ہے حالانکہ یہہ بداہۃً باطل ہی کیونکہ قاطبۃً جمیع اہلسنت متفق ہین کہ اصل ماخذ دین کتاب اللہ و احادیث رسول اللہ ہی اور عین مذہب وہ ہی جو انسے ثابت ہوا رہا اجماع و قیاس سو اوسکی حجیت بہی اسیوجہ سے ہے کہ اونکی استناد بہی کتاب و سنت کیطرف ہے۔ اکابر دین مین سے کسیکا قول اگر معتبر ہی تو اوسیوقت معتبر ہے جبکہ اوسکا استناد کتاب و سنت کی طرف ہو اور اگر معلوم ہو کہ یہہ مستند نہین ہے تو وہ نہ عین مذہب ہے نہ لازم مذہب ہی پہر ظاہر ہے کہ تحریف قرآن اگر واقع ہوئے تو بعد وفات جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوئی ہوگی سو اوسکی خبر خداوند تعالے نے اپنی کتاب مین نہین دی ہے بلکہ یہہ ارشاد فرمایا وانا لہ لحافظون[1]

---

[1] اور بالتحقیق ہم اسکے لیے البتہ نگہبان ہین ۱۲۔

اور فرمایا وانه لكتاب عزيز لا ياتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه تنزيل من
حكيم حميد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے احادیث مین کہین اسکی اطلاع نہین فرمائی اگر
اسکی تصدیق کیجاوے توکیونکر کیجاوے اگر آپ یہہ اعتراض فرماوین کہ صحابہ کے اقوال سے ثابت
ہوسکتا ہے توہم عرض کرتے ہین کہ اول ہم صحت روایت کو تسلیم نہین کرتے سلمنا لیکن یہہ
معارض ہی آیتین وانا له لحافظون اور لاياتيه الباطل سے اور شیعہ اپنی روایات کو معارضہ آیتین کے
باطل نہین کرسکتے کیونکہ اسکا جواب خود مفسر صافی نے دیدیا ہے اور یہہ جھگڑا چکا دیا ہے وہ
فرماتے ہین کہ اصل قرآن جو تمامہ جناب امیر نے جمع کیا ہتا اور ائمہ کے پاس یکے بعد دیگرے
چلا آیا کمی ہی او سمین نہ کسی قسم کی تحریف ہوئی نہ امکان لیکن یہہ قرآن جو عام مشہور ہی اسمین
تحریف ہوئی تو گویا صحابہ نے اپنی کتابت مین تحریف کے نہ اصل قرآن مین - قطع نظر اسے
قرآن مجید کا ثبوت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آجتک ہر زمانہ اور ہر قرن
مین نقل عدول وثقات اس کثرت سے مروی ہوتا چلا آیا ہے او سکے کسی کلام یا کلمہ یا حرف
یا حرکت وسکون مین شک وتردد کو گنجایش نہین اسمین اعلی درجہ کا تواتر متحقق ہی غرض اسکی
حروف وحرکات وسکنات تک وہی ہین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے صادر
ہوئی - پس اسکی مخالف کسی صحابی سے کوئی قول منقول ہو بہی تو وہ بفرض تسلیم صحت اسکا معارضہ
نہین کرسکتا - اور نیز اگر بالفرض کسے صحابی سے مروی ہو تو ممکن ہے کہ غلطی کہوئی ہو ہم کب
کہتے ہین کہ صحابہ معصوم ہین چنانچہ قرآت شاذہ ومشہورہ اسکی شاہد ہین - پس اہلسنت کے نزدیک
تحریف کا مسلم ہونا تو ایک طرف اہلسنت کے اصول وقواعد کے موافق تحریف کا شایبہ
اور واہمہ ہی خارج از امکان ہی - حضرات شیعہ کو جب کچہہ چارہ نہین ہتا تو اسیطرح دل کی حسرت
نکالتے ہین - کہ کذبا وافترا تحریف کو اہلسنت کے ذمہ لگاتے ہین کبرت کلمة تخرج من افواههم ان
يقولون الا كذبا یہہ تو جواب اجمالی ہتا اور تفصیلا اپنے تفصیل احادیث وروایات کے ناظر ملاحظہ فرماوینگے

قوله مگر مشتی نمونہ خروارے دو تین یہان ہی لکہے جاتے ہین - فمنها ما نے

الدر المنثور للسیوطی اخرج ابو عبید و ابن الضریس و ابن الانباری فی المصاحف عن ابن عمر قال لا یقولن احدکم قد اخذت القرآن کلہ ما یدریہ ما کلہ قد ذہب منہ قرآن کثیر و لکن لیقل قد اخذت ما ظہر منہ انتہی ـ دیکھیے آپکے جناب ابن عمر صاحب قرآنمین نقصان کثیر کے وقوع کے قائل ہین اور غایت شفقت اور نصیحت سے اور آدمیونکو دعوی اخذ تمام قرآن سے منع فرماتے ہین انکی شانمین ہی فرمایئے کہ کتاب اللہ کو جسکا حافظ خود خداوند حقیقی تعالی شانہ ہی محرف کہتے ہین۔ **اقول** جناب میر صاحب گستاخی معاف آپ پر اور آپکے اون بزرگونپر جنہون نے یہہ روایت اور اس قسم کی دوسری روایتین ثبوت تحریف مین پیش کی ہین علم و فہم کا خاتمہ ہوچکا ہے افسوس کہ آپ یہہ بہی خیال نہین فرماتے کہ جس مطلب کے ثبوت مین ہم روایت پیش کرتے ہین قطع نظر اوسکی صحت نقل و عدم صحت کے اوسکی کچہہ بہی دلالت مدعا پر ہے یا نہین یہہ روایت جو جناب سامی نے نقل فرمائی ہے اسمین وقوع تحریف پر نہ دلالت مطابقی ہے نہ تضمنا نہ التزاما نہ اشارۃً نہ دلالۃً نہ اقتضاءً ـ کسیطرح بہی اس سے وقوع تحریف مفہوم نہین ہوتا حضرات کی کمال ہی خوش فہمی ہے کہ اس سے وقوع تحریف سمجہتے ہین۔ اسمین قد ذہب منہ قرآن کثیر واقع ہے جسکو آپ تحریف پر دال سمجہتے ہین حالانکہ یہہ تحریف پر ہرگز دلالت نہین کرتا کیا ذہب کے معنے یہہ ہین کہ صحابہ نے ناقص کردیا سبحان اللہ اس فہم پر آفرین ہے پہر اوسپر دعوی کیا کیا کچہہ ـ اب سنیے کہ تمام اہلسنت کافۃً اسپر متفق ہین اور اجماع رکہتے ہین کہ یہہ قرآن جو اہلسنت کے پاس موجود ہے اور جسکو حفظ کرتے ہین حرف بحرف وہی قرآن ہے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے صادر ہوا اور اوسی ترتیب کے ساتہہ ہے جس ترتیب کے ساتہہ لوح محفوظ مین ہے۔ اسمین جسقدر آیات کی کمی و بیشی ہوئی وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین واقع ہے جسقدر نازل ہوتی گئی بیشی ہوتی گئی اور جسقدر منسوخ ہوئی یا بہلائی گئی وہ کمی ہوگئی یہانتک کہ آخر مین یہہ ہی قرآن جو اہلسنت کے پاس بقراءۃ سبعہ مروی ہے مکمل باقی رہگیا۔ بعد اوسکے نہ اسمین کچہہ تغیر و تبدل ہوا نہ کمی و بیشی ہوئی اور نہ یہہ ممکن کہ اسمین کوئی شخص کسی قسم کا تغیر و تبدل و مسخ تحریف کرسکے اہلسنت کے

روایات اہل سنت پر وقوع تحریف کے اعتراض کا جواب

نزدیک یہہ امر منجملہ محالات و ممتنعات کی ہے - اور اہلسنت کے نزدیک نسخ تین طرح پہ کتاب اللہ
مین واقع ہوا ہے - ایک تو یہہ کہ حکم منسوخ ہو گیا ہے اور تلاوت باقی رہگئی - دوسری یہہ کہ تلاوت الفاظ
منسوخ ہوگئی اور حکم باقی ہے - جیسی آیت الرجم - تیسری یہہ کہ لفظ اور حکم دونو منسوخ ہو گئے
پس ہمارے فاضل مخاطب نے جو روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل فرمائی اوسکے
ظاہر معنے یہہ ہین - کہ بہت سا قرآن جو نازل ہوا تھا وہ منسوخ ہو گیا اور جاتا رہا تو کوئی یون
نہ کہے کہ مین سب قرآن منزل پہ حاوی ہو گیا کیونکہ منسوخ شدہ اس سے خارج رہیگا - اور اسکے ہرگز
یہہ معنے نہین ہو سکتے کہ بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے یا کسی نے اسمین سے کم کر دیا
یہہ حضرت مجیب اور اونکے علمار متکلمین کی خوش فہمی ہے - **قولہ** اور سنیے آپکے علامہ سیوطی
اتقان مین فرماتے ہین قال ابو عبید حدثنا اسمعیل بن جعفر عن المبارک
بن فضالہ عن عاصم بن ابی النجود عن زر بن حبیش قال قال ابی بن کعب کاین تعد
سورۃ الاحزاب قلت اثنتین وسبعین اٰیۃ قال ان کانت لتعدل سورۃ البقرۃ وان
کنا لنقرأ فیہا اٰیۃ الرجم قال اذا زنیا الشیخ والشیخۃ فارجموہما البتۃ نکالا من اللہ
واللہ عزیز حکیم - دیکھیے اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ سورۂ احزاب سورہ بقر کے برابر تھی
اور اب تہتر آیتون سے زیادہ نہین ہے **اقول** اس روایت کا حال بھی مثل
سابقہ روایت کے ہے اسمین کہین تحریف کے ثبوت کا نام و نشان بھی نہین ہے یہہ ثابت
کیجیے کہ یہہ کمی بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے یا کسی شخص نے کیے سو اس قسم
روایات سے یہہ مدعا کسی طرح مفہوم نہین ہوتا بلکہ اس روایت مین جو کم ہونا وارد ہوا ہے اوسکا محمل
وہی نسخ ہے جو عرض کیا گیا اس سے تحریف سمجھنا حضرت کے اور حضرت کے اسلاف کی خوش
فہمی کی دلیل ہے **قولہ** اور راغب اصفہانی محاضرات مین لکھتے ہین وقالت عائشۃ
کانت الاحزاب تقرأ فی زمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مائتی اٰیۃ فلما کتب
عثمان المصاحف لم یقدر الا علی ما نثبت وکان فیہا اٰیۃ الرجم **اقول** یہہ روایت صریح

آپکے مدعا کے مخالف ہی مگر افسوس آپکو اتنی بھی فہم نہین کہ یہہ سمجھہ سکین کہ یہہ ہماری مدعا کے موافق ہے یا مخالف یہہ عبارت فلما کتب عثمان المصاحف لم یغدر الاعلی ما ثبت صریح دال ہے کہ جب باوجود تلاش و تتبع کے اس سے زیادہ پر قدرت ہنوئی تو معلوم ہوا کہ خداوند تعالے اوسکو منسوخ فرما دیا اور بہلا دیا اور دلوں سے محو کردیا پہر تعجب ہی کہ ہمارے فاضل مجیب باینہمہ ادعای انصاف وعلم تحریف صحابہ کی سمجھتے ہین **قولہ** آپکے علامہ سیوطی اپنی تفسیر مین تحریر فرماتے ہین اخرج ابن مردویہ عن ابن مسعود قال کنا نقراء علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی المومنین وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس اور مرزا محمد بن معتمد خان بدخشانی جنکو فاضل رشید اپنے ایضاح لطافۃ المقال مین عظماء اہلسنت سے فرماتے ہین کتاب مفتاح النجا مین کہ آپکے خاتم المتکلمین ازالۃ الغین مین اوس سے احتجاج کرتے ہین یہہ لکہتے ہین۔ واخرج ای ابن مردویہ عن زر عن عبد اللہ قال کنا نقراء علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی المومنین وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس اور بہت ایسی روایتین آپکے کتب معتبرہ مین منقول ہین بخوف طوالت نہین لکہتے۔ **اقول** اس روایت کا حال بہی مثل روایات سابقہ کے ہے۔ اسمین بہی کہین وقوع تحریف پر کسیطرح دلالت نہین بلکہ اسمین یہہ بہی نہین پایا جاتا کہ یہہ الفاظ ان علیا مولی المومنین قرآن ہی کے الفاظ ہین اور خدا کی طرف سے نازل ہوئی۔ پس سنئے کہ اولاً اس روایت کی صحت مسلم نہین سلمنا لیکن اسکا حاصل صرف اتنا ہے کہ ہم اسطرح پڑہا کرتے تہے اور یہہ کچہہ ضرور نہین کہ جو کچہہ وہ پڑہتے ہون وہ قرآن مین داخل ہو بلکہ ممکن ہے کہ یہہ الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تفسیر کے فرمائے ہون اور ابن مسعود یہہ سمجہکر کہ یہہ قرآن مین داخل ہین تلاوت کرتے رہے ہون۔ سلمنا کہ اصل قرآن مین تہے لیکن منسوخ ہوگئے۔ معہذا ان روایات سے کسیطرح ثابت نہین ہوتا کہ یہہ الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک

داخل قرآن تہے اور بعد وفات آپکے جامعین قرآن نے نکال ڈالے اور جب تک یہہ نہ ثابت ہو
تحریف کا ثبوت خیال محال ہے **قولہ** اگر ان ہی دو تین روایتون کے نتایج پر بحث کرین
تو طول ہو جائنگا اور پہلے ہی کیقدر طول ہو گیا ہے لہذا اور وقت پر منحصر رکہتے ہین **اقول**
اگر دوسرا وقت جسپر نتایج روایات پر بحث کو منحصر رکہا ہے یہہ ہی وقت ہی تو ہم منتظر ہین **قولہ**
ای حضرت شیعہ کی روایتو مین تو صرف کمی ہی ہے وارد ہو گی آپکے یہان علاوہ ایسی روایتون کے
جو متضمن کمی ونقصان کثیر کے ہین قرآن مجید و فرقان حمید جو فصاحت و بلاغت مین معجزہ ہی
اوسکو اغلاط پر بہی مشتمل ہی چنانچہ معالم التنزیل مین تحت آیت کریمہ لکن الراسخون فی العلم
منهم والمومنون یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک والمقیمین الصلوۃ لکہا ہے
واختلفوا فی وجہ انتصابہ فحکی عن عایشۃ وابان بن عثمان انہ غلط من الکاتب
ینبغی ان یصلح ویکتب والمقیمون الصلوۃ وکذلک قولہ تعالی فی سورۃ المائدۃ
ان الذین امنوا والذین هادوا والصابئون و قولہ تعالی ان هذان لساحران قالوا ذلک
خطاء من الکتاب وقال عثمان رض ان فی المصحف لحنا وستقیمہ العرب بالسنتہا فقیل لہ الا تغیرہ فقال
دعوہ فانہ لا یحل حراما ولا یحرم حلالا انتہی ما فی التنزیل اب غور فرمائیے کہ وہ قرآن جو فصاحت
مین بلاغت مین معجزہ ہے اور جسکی شان مین فاتو بسورۃ من مثلہ حق تعالے فرماتا ہے آپکے
یہہ حضرات خصوصا حضرت خلیفہ ثالث اسمین لحن وستقیمہ العرب فرماتے ہین البتہ تمسک کے یہہ
ہی معنی ہین۔ **اقول** ای حضرت آپ اپنی روایات سے صرف کمی کو ہی کیون تسلیم کرتے ہین
زیادتی کو کیون نہین قبول کرتے آپکے طوسی اور طبرسی صاحب نے جو زیادتی کو مجمع علیہ باطل
فرمایا ہے غلط ہی روایات سے کمی ہی ثابت نہین بلکہ زیادتی اور تغیر تبدل اور تقدیم و تاخیر گویا ہر قسم
کی تحریف ثابت ہی پہر تعجب ہے کہ آپ صرف کمی کو ہی تسلیم فرماتے ہین کیا آپنے روایت مین
لولا زید فی القران ونقص نہین ملاحظہ فرمایا اور علاوہ اسکی بہت سی روایات ہین پہر طرفہ تماشا
یہہ ہی کہ اپنی کمی کو جو کمی تحریفی ہے اہلسنت کی کمی کے ساتہہ جو نسخی ہی خلط ملط فرماتے ہین

تاکہ اس حیلہ سے اور اس پیرایہ سے اپنا عیب پوشیدہ رہے پس اصل اسیح رہی کہ جو کمی اہلسنت کے روایات سے ثابت ہوتی ہے اوسکے ساتھہ اوس کمی کو کچھہ ربط نہین کہ جو آپکی روایات کا مدلول ہے کیونکہ اہلسنت کے روایات کا مدلول وہ کمی ہے جو خدا تعالے نے کی اور آپکی روایات کا مدلول وہ کمی ہے جو صحابہ نے بعد حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قرآن مین دیدہ دانستہ کی ہے۔ فاین ہذا من ذاک علاوہ ازین باوجود اس فرق و مباینت کے پھر جسقدر کمی روایات سامی سے مفہوم ہوتی ہے بہ نسبت اوسکی وہ کمی بہت کم ہے جو روایات اہل سنت سے ثابت ہوتی ہے اگر آپکو تردد ہو کلینی مین ملاحظہ فرمالیوین ہم بسبب اختصار کے نقل روایات سے غرض نہین ہوئے۔ رہا یہہ اعتراض کہ ہماری روایات کے بموجب باوجود معجز ہونے کے قرآن شریف اغلاط پر بھی مشتمل ہے چنانچہ لفظ المقیمین اور الصابون اور ان ہذان غلط تسلیم کرلیے گئے سو جواب اسکا یہہ ہے کہ اول تو یہہ روایت ہی معتبر نہین چنانچہ لفظ حکی عن عائشۃ و ابان بن عثمان بصیغہ تمریض خود اسکے ضعف پر دلالت کرتا ہے دوسری یہہ کہ سلمنا یہہ روایت صحیح ہو لیکن قرآن کے نقل اور اوسکی صحت بتواتر قطعی ثابت ہے تو بمقابلہ اوسکی صحت و قوت کی اگر یہہ روایت صحیح بھی ہو تاہم معتبر نہین ہوسکتی تیسری یہہ کہ یہہ تغلیط اگر ہے تو صرف باعتبار قواعد لسان کے ہے اور جب جمہور صحابہ اور تمام ائمہ عربیہ نے اسکو صحیح تسلیم کرلیا اور اسکی صحت کی توجیہات بیان کردی تو یہہ قول خود ضعیف اور شاذ ہوگیا چنانچہ وہ عبارت جو معالم مین اسکے بعد ہی مذکور ہے اور ہمارے فاضل مخاطب نے ترک فرمائی ہے وہ اسپر صریح دلیل ہے اور وہ عبارت یہہ ہے وعامۃ الصحابۃ واھل العلم علی انہ صحیح۔ چوتھی یہہ کہ اگر حضرت عائشہ وغیرہ کو یہہ روایت نہ پہونچی ہو اور اونہون نے اس اعراب کو ظاہراً خلاف ظاہر دیکھہ کر اپنی رائے اور اجتہاد سے بلاتدبر یہہ فرمادیا ہو کہ یہہ کاتب کی خطا ہے اور اس تخطیہ مین اونکی رائے نے خطا کی ہو تو ہم نے کب دعوی کیا ہے کہ وہ اپنی رائے اور اجتہاد مین خطا سے معصوم ہین۔ پانچوین یہہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو اسپر کاتبونکی خطا کے نسبت ارشاد فرمایا اوس خطا اور غلطی سے یہہ مراد نہین ہے کہ یہہ لفظ غلط ہے بلکہ مراد اس تخطیہ سے یہہ ہے کہ قرائت

مختلفہ مین سے صرف اولے اختیار کرکے اوسپر تمام امت کو جمع کرتے اور باقی الفاظ کو جنکی اجازت
اور جنکا نزول بطور تیسیر تہا اونکو ترک کر دیتے ۔ حاصل یہہ کہ ترک اقتصار علی الاولے مین کاتبون نے
خطا کی ۔ چہٹی یہہ کہ ظاہر ہے کہ باعتبار قواعد عربیہ کے اگرچہ والمقیمین الصلٰوۃ اور ان ہذان صحیح ہی
اور اسکی صحت مین کچھہ کلام نہین لیکن ان کی صحت بتوجیہہ و تاویل ہے اور المقیمون الصابئین
اور ان ہذین بدون تاویل کے اصح ہے اور باعتبار قواعد عربیہ کے اولے ہے تو ممکن ہی
کہ حضرت عائشہ رضے اللہ عنہا نے بطریق مجاز او راتساع فے الاخبار کے خلاف اولے اور
خلاف ظاہر پر خطا کا اطلاق کر دیا ہو ۔ اب اوسکا جواب سنیئے جو روایت آپنے حضرت عثمان کی
نقل فرمائی ہے جسکا مدلول یہہ ہے کہ وہ فرماتے ہین کہ قرآن مین لحن ہی اول تو ہم اس روایت
کی صحت کو نہین تسلیم کرتے نہ عقلاً نہ نقلاً ۔ اما نقلاً پس اسوجہ سے کہ یحیی بن یعمر اور عکرمہ نے
اس روایت کو حضرت عثمان رض سے روایت کیا ہے اور دونو نے نہ حضرت عثمان رض کو دیکھا
اور نہ اونسے کچھہ سنا ہے تو یہہ روایت قابل اعتبار و اعتماد کے نہ ہے واما عقلاً پس اسلیے کہ صریح
عقل دلالت کرتی ہے کہ جب حضرت عثمان رض قرآن کی جمع و تالیف کے متکفل ہوئی اور اونہون نے
صحابہ کو جمع کرکے اس مہم کا سرانجام کیا تو اوہمین اونہونے کوئی لفظ ایسا جو لحن و خطا ہو اور
موجب قدح اور اعتراض کا ہو ہرگز باقی چہوڑا ہوگا ۔ اور کیونکر عقل سلیم تسلیم اور باور کر سکتی ہے
کہ ایسی غلط الفاظ کہ جنمین کسی قسم کا فساد حاصل ہو دیدہ و دانستہ قرآن مین باقی رکہین بروئے
عقل ہرگز ممکن نہین ۔ پس معلوم ہوا کہ یہہ روایت بالکل غلط ہے دوسری جب قرآن کے
تمام حروف و حرکات کا منزل من اللہ ہونا ثابت ہے تو اگر یہہ روایت صحیح ہو بہی تاہم متواتر کا
معارضہ نہین کر سکتے اور ساقط الاعتبار ہی تیسری اس روایت کا محل بالکل واضح اور صاف ہے
کہ جسمین نہ کچھہ شک و شبہ رہتا ہے نہ کوئی اعتراض و قدح وہ یہہ کہ اگر یہہ روایت صحیح ہو اور حضرت
عثمان رضے اللہ عنہ نے یہہ فرمایا ہو تو اسکی معنے یہہ ہین کہ فے المصحف لحنا فے تلاوتہا
یعنی بعض جگہ رسم الخط اس طرح پر ہے کہ اگر اوسکو پڑہنے والا اوسیطرح پڑہی جسطرح کہ لکہا